علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ

(جس میں)

"مدینہ منورہ کے فضائل ومناقب اور انوار وبرکات مذکور ہیں"

مُرتّبہ

الحاج مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

ناشر

کتب خانہ انجمن ترقیٔ اردو، اردو بازار جامع مسجد دہلی نمبر ۶

تعداد ایک ہزار جون ۱۹۵۲ء (یونین پرنٹنگ پریس، دہلی) قیمت عہ/

۷۸۶

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی من ھو سید الانبیاء والمرسلین وشفیع المذنبین ورحمۃ للعالمین وعلی آلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین۔

اشتیاقِ زیارت

ہر مسلمان جس کے دل میں جذبہ ایمانی موجود ہے اور جس کو سیدالانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت میں ہونے کا اعتراف اور اقرار ہے اور اس عزو شرف اور اس غلامی پر فخر و ناز ہے۔ اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کا اشتیاق ضرور پایا جاتا ہے۔ اور جس قدر ایمان و اسلام کی دولت سے سرفراز ہے اور اپنے اُمتی ہونے کا شناساں اور قدرداں ہے اسی قدر وہ مدینۃ الرسول کا زیادہ مشتاق اور گرویدہ ہے۔ اس کی دیدِ مشتاق اگر ہزار بار بھی شرفِ زیارت سے لطف اندوز ہو تب بھی اس کو سیری نہیں اور ہر بار دل کی بے قراری اور نگاہوں کی بے تابی میں افزونی ہے۔ اور یہ آرزو ہر دم روزافزوں ہے ؎

تمنا ہے کہ جا بیٹھوں ترے روضہ کی شاخوں پر
قفس جس وقت کہ ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

بارگاہِ رسالت اور دربارِ رحمت میں پہنچ کر مسلمان کی روح کو جو لطف و سرور اور کیف و نشاط حاصل ہوتا ہے اور قلبِ مومن کو جو سکون و طمانیت عطا ہوتی ہے،

اس کے سامنے تمام دنیا کی نعمتیں اور لذتیں ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔

آخر یہ فرطِ شوق کیوں ہے؟ یہ سرور و نشاط اور سکون و اطمینان کیوں حاصل ہوتا ہے۔؟ اور ہر مومن کو اس قدر اشتیاقِ زیارت کیوں ہے؟۔

اس کی متعدد وجوہ معلوم ہوتی ہیں۔

شوق کی وجوہ

(۱) اللہ رب العالمین نے سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہر خیر و خوبی اور جملہ کمالات اور محاسن کا جامع بنایا ہے۔ اور خدا کی خدائی اور یکتائی اور کبریائی کے بعد جو صفاتِ کمال بھی بشر کو عطا کی جا سکتی تھی ان سب کو جسدِ اطہر میں ودیعت رکھ کر اپنے جمال کا پورا پورا مظہر اور عکس بنایا ہے۔ اور کائنات کے تمام محاسن و کمالات کو سمیٹ کر "خلاصہ کائنات" میں جمع فرما دیا تاکہ عالم میں ہر خیر و خوبی یہاں سے تقسیم ہو۔ اور ابد تک تمام ذراتِ خیر اس مرکزِ کمال سے وابستہ رہیں

ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

پس عالم میں جس جسدِ خاکی میں بھی خیر و برکت کے ذرات ہوں گے وہ اس مرکزِ خیر سے وابستہ ہوں گے اور ہمیشہ وابستہ رہیں گے۔ اور قیامت تک ہر صاحبِ خیر کا تعلق مدینہ منورہ سے قائم رہے گا اور جس قدر اس خیر میں زیادتی ہو گی اسی قدر اس تعلق میں افزونی ہو گی اور شوق و رغبت کو بڑھائے گی۔

(۲) سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں "رحمۃ نامہ" بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ — اور نہیں بھیجا ہم نے تمھیں مگر خالص رحمت سب جہانوں کے لئے۔

عالم میں رحمت خداوندی صرف اسی مرکز رحمت سے تقسیم ہوتی ہی اور تمام داد و دہش اور بخشش و عطا کا یہی ایک مخزن مقرر کیا گیا ہی جس روز اس مرکز سے وابستگی ختم ہوجائے گی۔ رحمت خداوندی کا سلسلہ منقطع ہوجائے گا۔ ہر سمت غضب الٰہی نمودار ہوگا۔ اور ساری کائنات رب العالمین کی رحمت و شفقت سے محروم ہوجائے گی۔ پس جو شخص جس قدر رحمت خداوندی کا خواستگار ہوگا، اسی قدر اس مرکز رحمت سے وابستگی اور شیفتگی ہوگی اور جس قدر رحمت خداوندی میں افزونی ہوگی اسی قدر اس وابستگی اور شیفتگی میں زیادتی ہوگی۔ جس کے باعث زیارت کا شوق روز بروز ترقی کرتا ہی گا اور کبھی سیری نہ ہوگی۔

(۳) ربُّ العزت نے سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین کو منبع رشد و ہدایت بنایا ہی۔ آپ سے پہلے بھی آپ ہی کے نور کی رہنمائی تھی اور آپ کے بعد بھی صرف آپ ہی کی رہنمائی ہی۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہی۔

کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدم بار بعۃ عشر الف عام (مواھب لدنیہ) — میں نور محض تھا اپنے رب کے سامنے حضرت آدم کی پیدائش سی چودہ ہزار سال پہلے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انی عند اللہ لخاتم النبیین وان آدم منجدل فی طینتہ (مختصر مواھب لدنیہ) — میں اللہ کے نزدیک خاتم انبیاء تھا اور حضرت آدم اس وقت مٹی میں تھے اور روح نہ پڑی تھی۔

حضرت میسرہ ظبنی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب عطا ہوئی؟" ارشاد فرمایا: "اس وقت جب آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے۔"

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا پتلہ تیار ہو گیا تھا۔ اور اس وقت تک روح نہ پڑی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی۔

نورِ مطلق سے نورِ محمدی کو بنایا گیا۔ اور شرفِ نبوت سے سرفراز کیا گیا پھر انسان کے خاکی پتلہ میں روح ڈالی گئی اور اس کو نورِ محمدی سے مستفیض فرمایا۔ تمام انبیاء کی تلقین کی تعلیم و تربیت چونکہ اسی نورِ محمدی کا فیضان تھا اس لئے ہر نبی سے آپؐ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کرائی گئی اور سب انبیاء سے آپ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کا عہد و میثاق لیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ - (آل عمران ۳)

اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتا دے تمہاری پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے۔ اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

امیر المومنین حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

فرماتے ہیں حضرت آدم اور ان کے بعد جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے بھیجا اس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد و میثاق لیا کہ اگر ان کی حیات میں آپ مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔ ہر نبی نے اپنی امت سے بھی عہد و پیمان لیا ہے۔ (مواہب از تفسیر ابن کثیر)

علامہ شیخ تقی الدین السبکی فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کچھ عظمت اور قدر و منزلت بیان کی گئی ہے وہ عیاں ہے۔ اور اس میں بتلا دیا گیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے زمانہ میں مبعوث ہوں تو وہ تمہارے لئے بھی اللہ کے رسول ہیں۔ پس آپ کی رسالت و نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر قیامت تک تمام مخلوق کے لئے عام ہو گئی اور تمام انبیاء سابقین اور ان کی امتیں آپ کی امت میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

بعثت الی الناس کافۃ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اور یہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والے لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ سے پہلے جو لوگ گذرے ان کو بھی مشتمل ہے۔ (مواہب الدنیہ)

غرض ابتدائے آفرینش سے لے کر اختتام دنیا تک رشد و ہدایت اسی شمع ہدایت سے تقسیم ہوا۔ اور پوری دنیا اور ساری مخلوق میں "نور محمدی" نے اجالا کیا اور اسی واحد ذریعہ سے نور مطلق کی شعاع منودار ہوئی۔ اب جس شخص میں بھی رشد و ہدایت کا کوئی شمہ ہوگا وہ اس مرکز رشد و ہدایت سے وابستہ ہوگا اور ہمیشہ اس کو اپنے مرکز کی جانب جذب و کوشش رہے گی۔

(۴) اللہ رب العزت نے اپنے نور سے "نور محمدی" کو بنایا، پھر تمام

کائنات کو "نورِ محمدی" سے وجود عطا کیا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا: "یا رسول اللہ یہ بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا کیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ نورِ محمدی گھومتا پھرتا تھا اس وقت کوئی شے موجود نہ تھی نہ لوح نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جنات نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو بنانے کا ارادہ کیا تو اس نورِ محمدی کے چار حصے کئے پہلے حصے سے قلم بنایا اور دوسرے حصے سے لوح بنائی اور تیسرے حصے سے عرش بنایا۔ اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کئے، پہلے حصہ سے حاملین عرش بنائے اور دوسرے حصہ سے کرسی بنائی اور تیسرے حصہ سے باقی تمام فرشتے بنائے اور چوتھے حصہ سے نورِ بصیرت اور نورِ معرفت اور نورِ توحید بنائے۔ (مواہب اللدنیہ)

اب جن نفوسِ قدسیہ کو نورِ بصیرت اور نورِ معرفت اور نورِ توحید کا کوئی حصہ عطا ہوا ہے وہ نورِ محمدی کا جز اور حصہ ہیں۔ جو ہمیشہ اپنے کل اور اصل کی جانب مائل اور مشتاق رہتا ہے اور یہ شوق و اشتیاق اس وقت تک کم نہیں ہو سکتا جب تک کہ نورِ محمدی کے ساتھ وصال نصیب نہ ہو جائے۔ اور اپنی اصل کے ساتھ نہ مل جائے۔

(۵) خالق جلّ جلالہٗ کے ساتھ مخلوق کا فرطِ تعلق ایک فطری جذبہ اور طبعی تقاضا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ اور جو لوگ ایمان لائے زیادہ سخت ہیں اللہ کی محبت میں۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور یقین حاصل ہونے کے بعد فرطِ تعلق ایک لازمی جذبہ ہے۔ جس کو صحیح طور پر سید الانبیاء والمرسلین نے پورا کرایا آپ ہی نے بندہ سے حق بندگی ادا کرایا۔ اور مخلوق کو اپنے خالق کا شناسا اور آشنا بنایا۔ پس بندوں پر خالق کے بعد جو کچھ بھی لطف و احسان ہے وہ بارگاہِ رسالت سے ہے۔ اور اس بارگاہ کے علاوہ کسی دوسرے راستہ سے بارگاہ خداوندی تک رسائی ہو بھی نہیں سکتی پس خالق کا پرستار رسُول کا جاں نثار ہوگا۔ اور خالق سے محبت و تعلق رکھنے والا رسُول پر بھی فریفتہ ہوگا اور یہی فریفتگی اس کو بار بار رسُولؐ کی آرام گاہ تک پہنچائے گی۔

(۶) قادرِ مطلق جلّ جلالہٗ نے مدینہ منورہ کو اسلام کا مرکز اور ایمان کا اصلی منبع اور سرچشمہ بنایا ہے۔ یہاں سے آفتابِ اسلام چمکا اور اطراف عالم کو اپنے نور سے روشن کر دیا۔ یہاں سے ایمان کا چشمہ جاری ہوا اور تمام صالح قلوب کو سیراب اور شاداب کر دیا۔

آخر زمانہ میں جب قلوب سے صلاحیت ختم ہو جائے گی اور اسلام کی صلاحیت اور استعداد مفقود ہو جائے گی تو پھر اسلام اور ایمان ساری دنیا سے سمٹ کر اپنے اصلی مرکز اور مستقر میں محدود ہو جائے گا۔ جیساکہ ارشادِ نبوی ہے۔

اِنَّ الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیّۃُ الی جحرھا۔ بیشک ایمان مدینہ کی طرف ایسا کھنچ آئے گا جیساکہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف کھنچ آتا ہے۔

(فضائل عن البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اسلام کی بستیوں میں سب سے آخری بستی جو قیامت کے قریب ویران ہوگی وہ مدینہ منوّرہ ہوگا۔ یعنی مدینہ منوّرہ کی ویرانی ساری آبادیوں کی ویرانی کے بعد ہوگی۔ (فضائل از مشکوٰۃ)

سرزمین مدینہ طیبہ کو اسلام اور ایمان کے ساتھ وہ مناسبت اور خصوصی تعلق ہے۔ جو کسی دوسرے مقام کو حاصل نہیں اور اسلام کو بھی اس سرزمین کے ساتھ خصوصی وابستگی اور تعلق ہے۔ پس جو شخص اسلام اور ایمان کی نعمت سے جس قدر سرفراز ہے اسی قدر اس مرکز اسلام اور منبع ایمان کے ساتھ اس کا تعلق اور ارتباط قائم ہے اور اسی قدر اس جانب شوق اور اشتیاق ہے۔

(۷) سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنی امت مرحومہ کے ساتھ وہ تعلق اور شغف اور شفقت ہے جس کی نظیر نہ سابق میں ملے گی اور نہ آیندہ نظر آئے گی جیسا کہ بکثرت روایات اور واقعات سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ساتھ غایت شفقت اور شغف کی بناء پر دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اہل دنیا سے بالکل تعلق منقطع نہیں فرمایا بلکہ ایک گونہ تعلق اور وابستگی کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما من نبی دفن الا وقد رفع بعد ثلاث غیری فانی سالت اللہ عزوجل ان اکون بینکم الی یوم القیامۃ (السمہودی فی وفاء الوفاء)

میرے سوا جو نبی بھی مدفون ہوا وہ تین روز کے بعد آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ درخواست کی ہے کہ قیامت تک مومنوں کے درمیان رہوں۔

چنانچہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے پاس آنے والے کے سلام کو سننا اور اس کا جواب مرحمت فرمانا متعدد روایات سے ثابت ہے۔

پس جو تعلق رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ ہے وہی تعلق ایمان والوں کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔ اور مومنین برابر جوق درجوق ذوق وشوق کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں۔

(۸) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کی تصدیق ایمان اور اسلام کا جزءِ اہم ہے۔ نہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع بغیر اسلام پیدا ہو سکتا اور نہ آپ کی تصدیق کے بغیر دولت ایمان سے سرفراز ہو سکتا ہے آپ کا تعلق عین ایمان ہے۔ اور اسلام کی بنیادی شے ہے۔

ارشادِ نبوی ہے۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔	کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میری محبت ماں باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اللہ کی محبت ورضامندی کا واحد ذریعہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔	اے محمدؐ کہہ دو اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میرا اتباع کرو اللہ تمہیں پسند کرے گا۔

پس ایمان اور اسلام کے اہم دو اجزاء ہیں ایک خدا کی خدائی اور یکتائی کا اعتراف اور تصدیق۔ دوسرے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت

کا اعتراف اور تصدیق۔ پہلا جز کشاں کشاں بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتا ہے۔ تو دوسرا جز کشاں کشاں بارگاہِ رسالت میں پہنچاتا ہے۔

(۹) کل کائنات کی اصل نورِ محمدی ہے۔ اسی نور سے تمام کائنات کو وجود بخشا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث میں مذکور ہے۔ اب کائنات کی ہر شے اور تمام ذرات کو اپنی اصل کی جانب جذب وکشش ایک فطری اور طبعی تقاضا ہے۔ جو ہر موجود میں پایا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنی فطرت کو زنگ آلود کر لیا اور وہ نورانیت اور روحانیت سے یکسر خالی ہو چکے ان کا یہ احساس طبعی بھی معدوم اور مفقود ہو چکا۔ اور جو لوگ اپنی فطرت پر قائم ہیں اور ان میں نورانیت اور روحانیت کسی درجہ میں بھی باقی ہے وہ ہمیشہ اپنی اصل کی جانب جذب وکشش محسوس کریں گے اور جس قدر یہ فطری احساس بڑھتا جائے گا اسی قدر جذب وکشش میں اضافہ اور ترقی ہوتی رہے گی۔ حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ ہزار میل دور پڑا ہوا مسلمان اپنے روحانی تعلق اور کشش کی بنا پر ہر وقت بارگاہِ رسالت کا باریاب اور مدینہ منورہ کا حاضر باش شمار ہوگا۔ اور کسی وقت بھی اس کو دیارِ رسول اور بارگاہِ رسالت سے غیوبت اور غیر حاضری نہ ہوگی۔

"دوراں با خبر از نزدیکانِ بے خبر"

(۱۰) پوری دنیا انسانیت اور شرافت سے محروم تھی اور اس کی بھوکی اور متلاشی تھی۔ اس وقت سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دنیا میں تشریف لا کر قرآنِ حکیم کو مخلوق کے سامنے پیش فرمایا۔ جو انسانیت اور

شرافت کا مکمل نظام زندگی ہے اور رشد و ہدایت کا اعلیٰ درس ہے۔ اگر دنیا میں یہ کتابِ عزیز نازل نہ ہوتی تو دنیا ہمیشہ ہمیشہ انسانیت اور شرافت سے یکسر خالی اور بیگانہ ہوتی آج جہاں کہیں بھی انسانیت کے آثار نظر آتے ہیں یہ سب قرآنی تعلیمات کے اثرات اور نتائج ہیں۔ پس انسان جب تک بھی انسان ہے اس انسانیت کے مجسمہ اعظم اور محسنِ اعلیٰ کی لامحالہ قدردانی ہوگی! اور دل میں اپنے محسن اعلیٰ کی عظمت و حرمت کے جذبات موجزن ہوں گے جو ہمیشہ آرام گاہ نبوت کی جانب جذب و کشش رکھینگے اور جو لوگ انسانیت و شرافت سے یکسر خالی اور عادی ہوں گے۔ وہ اس محسنِ اعظم کی عظمت کی جانب جذب و کشش سے بھی خالی اور عادی ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ ایک فطری تقاضا ہے۔ انسان مانے یا نہ مانے لیکن دل ہمیشہ محسن کے احسانات کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے۔ اور شکر و امتنان کے جذبات ہمیشہ ہر پاک طینت انسان میں موجزن رہتے ہیں۔ اب چاہے انسان ان جذبات کی قدر کرے اور محسن کے احسانات کا شکر بجالائے یا ہٹ دھرمی اور جہالت سے ان کی جانب التفات نہ کرے اور بے توجہی اور بے گانگی کا برتاؤ کرے۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو پوری انسانیت بلکہ کل مخلوقات اور سارے جہانوں کے لئے "رحمتِ تامہ" قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے۔

اور ساری انسانیت کے لئے آپ کو پیامبر اور راہبر بنا کر بھیجا گیا۔

ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

اور ہم نے جو آپ کو بھیجا ہے تو سارے لوگوں کے لئے خوشی اور ڈرسنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

اس بے بصیرت کورچشم کو ان چند وجوہ شوق کا ادراک ہو سکا ارباب بصیرت روشن ضمیر شوق کی اور بھی وجوہ نمایاں کر سکتے ہیں۔

زیارت کی اہمیت و تاکید

اللہ رب العالمین کی محبت و عظمت کے بعد مومن کے پاس اصل جو سرمایہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت ہے اور جس قدر یہ محبت و عظمت دل و دماغ میں راسخ ہوگی اسی قدر دیارِ رسول ؐ کی زیارت کی اہمیت اور فوقیت نمایاں اور آشکارا ہوگی۔ اللہ رب العالمین کی محبت و عظمت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت ایک لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کے بعد ہر اس شے کی عظمت و محبت ہوگی اور شوق و اشتیاق ہو گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ادنیٰ انتساب اور وابستگی ہوگی۔

ومن مذہبی حب الدیار لاھلھا وللناس فیما یعشقون مذاھب

مدینہ منورہ کی زیارت کی اس سے بڑھ کر اور کیا اہمیت ہو سکتی ہے کہ وہاں سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی آرام گاہ ہے۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد

آپ نے یہاں قیام فرمایا اور حشر تک یہی آپ کی جلوہ گاہ ہے۔

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ زیارت کرنے والا جب بارگاہِ رسالت میں پہنچ کر سلام عرض کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما من احد یسلم علیّ الا ردّ اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام ۔ جو شخص بھی مجھ پر سلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ میری رُوح کو ادھر متوجہ کرتے ہیں اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (السمہودی عن ابی داؤد والبیہقی)

امام احمد کی ایک روایت میں ہے: "جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو ادھر متوجہ فرماتے ہیں اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں" جس سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ روضہ اطہر پر سلام کرنے والے کا سلام سُنا جاتا ہے۔ اور بارگاہِ رسالت سے اس سلام کا جواب عطا ہوتا ہے۔ اور یہ وہ شرف وسعادت ہے جس پر پوری دنیا کا قربان کر دینا آسان ہے۔

جو شخص روضۂ اطہر پر کھڑے ہو کر سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں منقول ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ (وفاء الوفا)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ نے فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو مجھ تک اس کو پہنچاتا ہے۔ (وفاء الوفاء)

لفظ سلام کے دو معنی اور دو حیثیت ہیں۔ اول یہ کہ لفظِ سلام سے مقصود بارگاہ رب العزت سے بارگاہِ رسالت کے لئے دعا اور طلب رحمت ہو۔ جیسا کہ صلوٰۃ و سلام کا مقصود ہے۔ لفظ صلوٰۃ انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے ایسا ہی اس معنی میں لفظ سلام بھی انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے۔ غیر نبی کو علیہ السلام نہیں کہہ سکتے۔ اس معنی کے اعتبار سے سلام روضۂ اطہر پر بھی پڑھا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ مقامات پر بھی پڑھا جا سکتا ہے دیگر مواضع میں جو صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے وہ فرشتوں کے ذریعہ بارگاہِ رسالت تک پہنچایا جاتا ہے۔ اور جو صلوٰۃ و سلام روضۂ اطہر پر پڑھا جاتا ہے اس کے دو درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ و سلام کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ مقربین کا درجہ ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ و سلام فرشتوں کے ذریعہ سے بارگاہِ رسالت تک پہنچایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ عام مسلمانوں کا درجہ ہے جس سے کوئی صلوٰۃ و سلام پڑھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ لفظِ سلام سے مقصود اظہار تحیت اور تہنیت ہو جیسا کہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے لفظ

سلام انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا اسلامی شعار ہے۔ اس حیثیت سے جو مسلمان بھی روضہ اطہر پر سلام عرض کرتا ہے بارگاہِ رسالت سے اس کے سلام کا جواب عطا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ اولیاء وصالحین کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہے کہ جب انہوں نے روضہ اطہر پر سلام عرض کیا تو اندر سے اپنے سلام کا جواب سنا۔ ابن نجار حضرت ابراہیم بن بشار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور مدینہ منورہ حاضر ہوا جب قبر مبارک پر سلام عرض کیا تو حجرہ شریفہ سے آواز سنائی دی وعلیک السلام (وفاء الوفاء)

ایسا ہی دیگر اولیاء وصالحین سے بکثرت ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ کا معمول تھا جب سفر سے آتے تو قبر اطہر پر حاضر ہوتے اور عرض کرتے السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ (وفاء الوفاء)

ابن عون فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت نافع سے دریافت کیا کیا ابن عمر قبر مبارک پر سلام عرض کرتے تھے؟ حضرت نافع نے فرمایا "ہاں میں نے ان کو سو مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ دیکھا ہے کہ وہ قبر اطہر پر آئے اور عرض کیا السلام علی النبی السلام علی ابی بکر۔ السلام علی ابی" (وفاء الوفاء)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ قبر مبارک پر قبلہ کی جانب سے حاضر ہو اور قبلہ کی جانب پشت کرے اور قبر مبارک کی جانب منہ کرے اور اس طرح سلام عرض کرے۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (وفاء الوفاء)

فتوح الشام میں ہے کہ جب امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس والوں سے صلح کی تو حضرت کعب احبار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے سے بہت خوشی ہوئی اور آپ نے ان سے فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ تم میرے ساتھ مدینہ منورہ چلو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرو اور زیارت کے منافع سے متمتع اور مستفید ہو" کعب احبار نے کہا" امیرالمومنین میں اس کے لئے تیار ہوں۔ ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ جب امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ پہنچے تو اول مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کیا۔ (وفاء الوفاء)

امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اپنے دور خلافت میں ملک شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ بارگاہ رسالت میں ان کا سلام پہنچائے (وفاء الوفاء)

صاحب قبر کا اپنے پاس آنے والے کو پہچاننا اور اس کے سلام کا جواب دینا اور اس سے مانوس ہونا سیدالانبیاء والمرسلین یا دیگر انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جب مومنین کی قبور پر کوئی مومن جاتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور اس سے مانوس ہوتا ہے جیسا کہ بکثرت روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پہ گزرتا ہے جس سے واقفیت ہو اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے" (وفاء الوفاء)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے جو شخص

اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کی قبر کے پاس بیٹھتا ہے تو جب تک وہ بیٹھا رہتا ہے صاحب قبر اس سے مانوس رہتا ہے۔" (وفاء الوفاء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب کوئی شخص کسی کی قبر پر گزرتا ہے جس سے واقفیت ہو اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کو پہچانتا ہے۔ اور جب کسی ایسی قبر پر گذر ہو جس سے واقفیت نہ ہو اور اس پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور پہچانتا نہیں۔" (وفاء الوفاء)

صحابہ کرام سے اس قسم کے اقوال بکثرت منقول ہیں۔ چنانچہ علامہ امام ابن تیمیہ اپنی کتاب "اقتضاء صراط مستقیم" میں فرماتے ہیں کہ شہداء بلکہ تمام مومن جب کوئی مسلمان ان کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور ان کو سلام کرتا ہے تو زائر کو پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔" جب عامہ مومنین کا یہ حال ہے تو سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو بدرجہ اولیٰ اپنے زائر کو پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں اس لیے کہ تمام انبیاء کرام جانتے ہیں ان کے لئے انتقال مکانی تو ضرور ہے مگر ان کی ارواح مقدسہ اور اجسام مطہرہ کے لئے فنا اور عدم نہیں ہے۔

اللہ رب العالمین نے سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دنیا میں ہمیشہ کے لئے بھیجا ہے جب آپ کی تعلیمات اور رسالت و نبوت ہمیشہ کے لیے ہے تو آپ کا وجود مقدس بھی ہمیشہ کے لیے ہے اور آپ کی حیات طیبہ کے دو رُخ ہیں۔ ایک رخ وہ ہے جب جمال نبوت کو ہر شخص دیکھ سکتا تھا۔ دوسرا رخ وہ ہے جب جمال نبوت کو نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا گیا جب نگاہوں سے جمال جہاں آرا کی تاب و صلاحیت مفقود ہو گئی اور قدر شناس جاں نثار صحابہ کرام کی بقدر ضرورت تعداد پوری ہو گئی

تو جمالِ نبوت اور آفتاب رسالت کو نگاہوں سے مستور کر دیا گیا۔ اگرچہ اب نگاہیں جمالِ محمدی سے محروم ہیں لیکن نگاہِ نبوی اب بھی ہر زائر کو دیکھتی ہے۔ اور اپنا امتی ہونے کی حیثیت سے پہچانتی ہے اور اس کے سلام کو شرف قبولیت عطا ہوتا ہے اور جواب سلام سے نوازا اور سرفراز کیا جاتا ہے۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

پس ایمان اور اسلام کے بعد سب سے بڑی سعادت اور کرامت یہ ہے کہ عظمت و محبت کے ساتھ ایک بار نگاہیں جمالِ محمدی کو دیکھ لیں اور نگاہِ نبوی کسی کے رخسار پر پڑ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری امت کے اولیاء اور صلحاء کسی ایک صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور اگر اپنی نگاہیں جمالِ محمدی کے دیکھنے سے عاجز اور قاصر ہیں تو پھر اس سے بڑھ کر کوئی سعادت و کرامت نہیں ہو سکتی کہ خود جمالِ محمدی اور نگاہِ نبوی کے سامنے ہو اور آفتاب رسالت کی شعاع اس پر پڑ رہی ہو اور چکاچوند کر رہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہر حال میں بارگاہِ رسالت میں حاضری سراسر سعادت و کرامت ہے اور موجب رأفت و رحمت ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔	اور اگر یہ لوگ جب ظلم کیا تھا اپنے پر آتے آپ کے پاس اور مغفرت چاہتے اللہ تعالیٰ کی اور مغفرت چاہتے ان کے لیے رسول بھی تو پاتے یہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنیوالا رحمت کرنیوالا۔

آیۃ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خطا کار مسلمان کی آخری پناہ گاہ بارگاہِ رسالت ہے اگر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر کوئی مسلمان اپنے قصور کا اعتراف کرے اور معافی کا

خواستگار ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس اعتراف قصور کی شہادت دیں
اور معافی کی سفارش فرمادیں تو بارگاہِ رب العزت سے توبہ کا دروازہ اس کے لئے
کھلا ہوا ہے اور ہر طرح رحمتِ خداوندی کا مستحق اور سزاوار ہے۔ اس شخص کا بیتاب
اور بیقرار ہوکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونا اور بارگاہِ رسالت کی جانب سے اس
پر نظرِ رحمت وشفقت مبذول ہونا اللہ رب العزت کی رافت ورحمت کا آخری اور
واحد ذریعہ ہے۔ اور یہ ذریعہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں پر انعام ربانی ہے آج بھی جو
شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے بارگاہِ
رب العزت میں خصوصی سفارش فرمادیں گے۔ جیسا کہ متعدد روایات سے ثابت
ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا

من زارنی کنت له شهیداً او شفیعاً یوم القیامة (البحر العمیق لابن الضیاء)
جو شخص میری زیارت کرے میں اس کے لئے قیامت میں گواہ یا سفارشی بنوں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا:۔

من زار قبری وجبت له شفاعتی (فضائل عن البزار دارقطنی ابن خزیمہ)
جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری سفارش لازم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من جاءنی زائراً لا یهمه الا زیارتی
جو زائر میرے پاس آئے اور اس کا مقصد محض

کان حقاً علیّ ان اکون له شفیعاً
(فضائل عن الطبرانی)

میری زیارت ہو تو میرے لیئے لازمی ہے کہ میں اس کا سفارشی بنوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من زارنی فی المدینة محتسباً کان فی جواری وکنت له شفیعاً یوم القیامة
(فضائل عن العقیلی والبیہقی)

جو شخص ثواب کی نیت سے مدینہ میں میری زیارت کرے وہ روز حشر میرے پڑوس میں ہوگا اور میں اس کا سفارشی ہوں گا۔

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اگرچہ اب نگاہیں جمال محمدی سے محروم ہیں لیکن جمال محمدی اسی شان سے جلوہ افروز ہے اور اپنے زائر کو مستفیض اور بہرہ اندوز فرما رہا ہے جیسا کہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دائمی حیات ہے۔ یہ وفات کا جو پردہ پڑا ہوا ہے محض نمائشی ہے اور آج بھی بارگاہِ رسالت کی حاضری وہی عظمت و رتبہ رکھتی ہے جو صحابہ کرام کو نصیب اور میسر تھا۔ جو کچھ قصور اور کوتاہی ہے وہ دیکھنے والوں کی کور چشمی کی بدولت ہے۔ ورنہ جمالِ محمدی اسی آن و شان کے نمایاں اور آشکارا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی۔
(فضائل عن الطبرانی والدارقطنی والبیہقی)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیوتی۔ (رفضائل عن المشکوٰۃ)

جس شخص نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری زیارت کی وہ ایسا ہے کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے تین روز بعد ایک بدوی آیا اور قبر مبارک پر پڑ گیا۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہم نے آپ کے فرمان کو سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہنچایا وہ ہم نے آپ سے لیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ۔ الایۃ

میں نے اپنے پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس سفارش اور طلب مغفرت کے لئے آیا ہوں۔" قبر مبارک سے آواز آئی انہ قد غفر لک (بیشک تیری مغفرت کردی گئی)

(وفاء الوفاء)

علامہ سبکی رح فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے اور توبہ استغفار کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مغفرت طلب کرنے کی تاکید اور ترغیب ہے۔ اور یہ منقبت اور فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے منقطع نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام مومنوں کے لئے طلب مغفرت متحقق ہو چکا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:-

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ اور مغفرت طلب کرو اپنے گناہ کے لئے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے۔

اب جو شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے لئے استغفار کرے تو اس کے لئے تینوں امور ثابت ہو گئے۔ بارگاہِ رسالت میں حاضری بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے استغفار بھی اور خود اس کا اپنے لئے استغفار بھی اور تینوں امور کا اجتماع توبہ کی قبولیت اور نزول رحمت کا ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چونکہ حیات جاوداں ہے اس لئے اب بھی جب امت کے اعمال آپ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں تو آپ امت کے لئے طلب مغفرت فرماتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"میری حیات تمہارے لئے خیر ہے تم میرے سے بات کرتے ہو اور میں تمہارے سے اور میری وفات بھی تمہارے لئے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ میں اگر اچھے عمل دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا۔ اور شکر ادا کروں گا اور اگر بُرے عمل دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے طلب مغفرت کروں گا۔ (وفاء الوفاء)

آپ کی شانِ کریمی اور کمالِ رحمت و شفقت سے بہت مستبعد ہے کہ کوئی مسلمان آپ کے حضور میں اللہ رب العزت سے طلب مغفرت کرے۔ اور آپ اس کے لئے دعاء مغفرت نہ فرمادیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے آیۃ کریمہ کو آپ کی حیات اور وفات دونوں حالتوں کے لئے عام رکھا ہے۔ اور وہ اس امر کو مستحسن قرار دیتے ہیں کہ جب قبر مبارک پر حاضر ہو تو اس آیۃ کریمہ کی تلاوت کرے، اور بارگاہ رب العزت سے مغفرت طلب کرے۔ اور اس کو آداب زیارت میں شمار

کرتے ہیں۔ اسی لئے اکثر علماء اس بدوی کے مشہور واقعہ کو ضرور نقل کرتے ہیں۔ جس نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ آیت تلاوت کی اور توبہ استغفار کیا۔

محمد بن حرب ہلالی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا قبر مبارک کی زیارت کی اور سامنے بیٹھ گیا۔ ایک بدوی آیا اور اس نے قبر مبارک کی زیارت کی پھر عرض کیا "رسولوں کے سرتاج اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی اور اس میں ارشاد فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الآیۃ اب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اپنے گناہوں کی پروردگار سے معافی چاہتا ہوں اور آپ سے شفاعت اور سفارش کا خواہاں ہوں۔" پھر وہ بدوی رویا اور یہ اشعار پڑھے

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه	فطاب من طیبهن القاع والاکم
اے بہترین ان کے جن کا جسم زمین میں دفن کیا گیا	پس مہک گئی اس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه	فیه العفاف وفیه الجود والکرم
میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں	اس میں عفت ہے اور اس میں جود و کرم ہے
انت الشفیع الذی ترجی شفاعته	علی الصراط اذا ما زلت القدم
آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش کی امید ہے	پل صراط پر جبکہ قدم پھسل رہے ہوں گے
وصاحباك لا انساهما ابدا	منی السلام علیکم ما جری القلم
اور آپ کے دونوں ساتھی میں انکو کبھی نہیں بھول سکتا	میری طرف سے تم پر سلام جبتک بھی قلم جاری ہے

محمد بن حرب فرماتے ہیں وہ بدوی استغفار کر کے چلا گیا اور میری آنکھ لگ گئی خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا: "اس

لے یہ دو شعر حضرت شیخ الحدیث نے مناسک امام نووی سے نقل کئے ہیں ۱۲-

شخص سے ملو اور اس کو خوش خبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ نے میری سفارش کی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دی۔" پھر میری آنکھ کھل گئی اس بدوی کو ہر چند تلاش کیا مگر کہیں نہ ملا۔ (وفاء الوفاء)

ایک دوسرے اعرابی کا واقعہ اس نوع کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہلے منقول ہو چکا ہے۔ علما اور محدثین کا ان واقعات کو بہ التزام نقل کرنا اس کے استحسان کی کھلی شہادت ہے۔ نیز جب اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے ذوق وشوق اور حسرت و ندامت کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوں تو اللہ رب العزت کا اپنے حبیب پاک کو حکم ہے کہ ان کو محروم اور مایوس نہ جانے دو ان کا خیر مقدم السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) سے کرو اور ان کو مغفرت اور معافی کا مژدہ سنا دو چنانچہ ارشاد ربانی ہے:۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور جب آئیں تمہارے پاس وہ لوگ جو مانتے ہیں ہماری آیتوں کو تو کہو سلام ہو تم پر واجب کیا ہے تمہارے رب نے اپنے پر مہربانی کو کہ جو کرے تم میں سے برائی نادانی سے پھر توبہ کرے اس کے بعد اور سنور جائے تو اللہ بہت بڑا بخشنے والا بہت بڑا مہربان ہے۔

پس جو مومن بھی آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے گا اس کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی جانب سے "سلام علیکم" کی سعادت نصیب ہو گی جیسا کہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اور اس زائر کی توبہ و شرمندگی اور راستی اور نیک دلی پر اللہ رب العزت کی

مغفرت اور رحمت کی بشارت نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قبور کی زیارت چند اغراض کے لئے کی جاتی ہے۔

اول تاکہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاددہانی ہو۔ اسی غرض کے لئے مومنوں کی قبروں کی زیارت مستحب قرار دی گئی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

زوروا القبور فانها تذکرکم الاخرۃ — قبور کی زیارت کیا کرو اس سے آخرت کی یاددہانی ہوتی ہے۔ (وفاء الوفاء)

دوسرے تاکہ اہل قبور کے لئے دعاء مغفرت ہو اور ان کے لئے ترقی درجات ہو۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اہل بقیع کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ تیسرے صاحب قبر کے اثرات اور برکات زیارت کرنے والے پر پڑیں اور صاحب قبر کی زندگی سے سبق حاصل ہو اور اس نمونہ کے موافق زندگی گذارنے کی رغبت پیدا ہو۔

چوتھے۔ تاکہ اہل قبور کے حقوق مودت اور قرابت کی ایک گونہ ادائیگی اور تلافی ہوجائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

آنس ما یکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا — مردہ قبر میں زیادہ مانوس اور مسرور اس وقت ہوتا ہے جب اس کی زیارت وہ شخص کرے جس سے زندگی میں محبت ہو۔ (وفاء الوفاء)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں پہلے گذر چکا کہ جب تک زیارت کرنے والا قبر پر بیٹھا رہتا ہے مردہ اس سے مانوس رہتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت

کرے تو اس کو فرمانبرداروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ان کی زندگی میں نافرمان ہو۔
(وفاء الوفاء)

اور یہ چاروں امور بدرجہ اولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت میں پائے جاتے ہیں۔ کتاب و سنت کی پوری تعلیمات آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں اور دنیا و آخرت معاش اور معاد کا پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع مراتب اور ترقی درجات کے لئے درود و سلام زبان سے جاری ہوجاتا ہے پوری زندگی کو اسوۂ حسنہ نبوی کے موافق گذارنے اور اتباع سنت کے جذبات برانگیختہ ہوجاتے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ایک گونہ ادائیگی اور مکافات ہوجاتی ہے۔ اسی لئے روضۂ اطہر کی زیارت کو بھی حقوق اسلامی سے قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر مسلمان پر یہ حق لازم ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت کی زیارت کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

المدینۃ بہا قبری وبہا بیتی وتربتی وحق علی کل مسلم زیارتہا۔ (فضائل عن الاتحاف عن ابی داؤد)

مدینہ میں میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کی زیارت کرے۔

پس اس حق اسلامی سے اعراض کرنا بڑی قساوت اور عداوت ہے اور بدترین جرم اور ظلم ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من حج البیت ولم یزرنی فقد

جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری

جفائی۔ (فضائل عن ابن عدی)　　زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

حج بیت اللہ مسلمان پر اللہ رب العزت کا حق ہے۔ اور روضۂ اطہر کی زیارت بارگاہِ رسالت کا حق ہے ایک حق کو ادا کرنا اور دوسرے حق کی ادائیگی سے اعراض کرنا۔ بارگاہِ رسالت کی انتہائی ناقدری ہے جو بدترین ظلم ہے اور جفا کا کھلا مظاہرہ ہے۔ اس احسان فراموشی اور ناقدر شناسی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر بھی احساس ہو کم ہے۔

اور اگر اللہ اور رسول دونوں کے حق کو ادا کر دیا حج بھی ادا کیا اور روضہ اطہر کی زیارت بھی کی تو دونوں حقوق کی ادائیگی سے بکدوش ہو گیا۔ اور دُہرے انعام و اکرام کا مستحق ہو گیا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من حج الی مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی　　جس شخص نے مکہ جا کر حج کیا پھر میری مسجد میں

کتبت لہ حجتان مبرورتان۔　　میری زیارت کے لئے آیا اس کے لئے دو حج

(فضائل عن الدیلمی)　　مقبول لکھے جاتے ہیں۔

حج کے اصلی معنیٰ قصد اور ارادہ کے ہیں پس جس شخص نے بارگاہِ خداوندی کی حاضری دی اور پھر بارگاہِ رسالت میں حاضری کا ارادہ کر کے اس کو پورا کیا اسکو دونوں ارادوں کا مستقل اجر و ثواب عطا ہوگا۔ اور دو مقبول حج کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اسی لئے علماء امت اور فقہاء مذاہب اربعہ بارگاہِ نبوی کی حاضری کو عبادت شمار کرتے ہیں جو تقرب خداوندی کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ مشہور حنفی عالم ملا علی قاری نے لکھا ہے۔ چند حضرات کے علاوہ جن کا خلاف

کچھ معتبر نہیں بالاتفاق تمام مسلمانوں کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیا
اہم ترین نیکیوں میں سے ہے اور افضل ترین عبادت ہے اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کا
کامیاب ذریعہ اور پر امید واسطہ ہے۔ اس کا درجہ واجبات کے قریب ہے یا کہ بعض عل
نے واجب کہا ہے۔

بارگاہِ رسالت میں حاضری کی وسعت و مقدرت ہوتے ہوئے بھی اس سے
اعراض کرنا بڑی نادانی ہے اور جفا کاری ہے۔ بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ وہاں قیام کے
ارادہ سے چلنا مکہ مکرمہ میں قیام کے ارادہ سے چلنے سے افضل ہے یعنی حج کا ارادہ آ
چلنا تو اعلیٰ مقام ہے محض قیام کے ارادہ سے چلنے میں مدینہ منورہ کی جانب چلنا افضل
ہے۔" درمختار میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت
مندوب ہے بلکہ بعض علماء نے اس شخص کے حق میں جس میں وسعت ہو واجب کہا ہے
علامہ شامی کہتے ہیں کہ خیر ملی شافعی نے علامہ ابن حجر سے اس قول کو نقل کیا
ہے اور اس کی تائید کی ہے۔

شافعیہ کے مقتدا امام نووی رح اپنی کتاب مناسک حج میں لکھتے ہیں کہ جب
حج سے فارغ ہو جائے تو چاہیئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک
کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے اس لئے کہ قبر مبارک کی زیارت
اہم ترین قربات اور کامیاب مساعی سے ہے۔

کتاب انوار ساطعہ میں مالکیہ کے مذہب میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت پسندیدہ سنت ہے جو شرعاً مطلوب اور مرغوب ہے
اور اللہ جل شانہٗ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ شے ہے۔

قاضی عیاض مالکی رح نے اپنی کتاب "شفا" میں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت مجمع علیہ سنت ہے بلکہ بعض علماء مالکیہ نے اس کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ابو عمران فاسی کا قول نقل کیا ہے۔

فقہ حنبلی کی مستند اور معتمد کتاب مغنی میں لکھا ہے کہ حضور اقدس کی قبر شریف کی زیارت مستحب ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص حج کرے پھر میری قبر کی زیارت کرے اس نے گویا زندگی میں میری زیارت کی۔" اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔"

اور امام احمد رح سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں"

حنابلہ کی اہم کتاب "شرح کبیر" میں لکھا ہے کہ جب حج سے فارغ ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفقاء کی قبر کی زیارت کرے، اس کے بعد وہ احادیث ذکر کی جن کو صاحب مغنی نے نقل کیا ہے۔

فقہ حنبلی کے مشہور متن "دلیل الطالب" میں مسائل حج کے بعد لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفقاء کی قبر کی زیارت مسنون ہے۔

اس کے شارح "نیل المآرب" میں لکھتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بھی مستحب ہے۔ اس لئے کہ حاجی حج کے بعد بغیر سفر کئے ان کی زیارت کیسے کر سکتا ہے؟

فقہ حنبلی کی دوسری کتاب "روض المربع" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر اور آپ کے دونوں رفقا کی زیارت مستحب ہے اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ زندگی میں میری زیارت کی۔"

ان سب اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ نبوی کی حاضری اور روضہ مطہرہ کی زیارت ائمہ اربعہ کے یہاں متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے اس کو اجماعی مسئلہ بتایا ہے۔ (فضائل حج)

البتہ بعض علماء محدثین نے بعض روایات کی بناء پر یہ ضروری قرار دیا ہے کہ روضہ اطہر کی زیارت کے ساتھ مسجد نبوی کی بھی نیت کرے۔ اور مقصد سفر مشترک ہو۔

انبیاء کرام کی حیاتِ جاوِدانی

جسم اور روح دونوں کے مرکب کو انسان کہتے ہیں۔ جسم ایک مادی شے ہے مادی اور فنا ہونے والے اجزاء سے ترتیب دیا گیا اس لیے لامحالہ فنا اور معدوم ہوگا۔ اور روح ایک امر ربانی ہے اور روحانی شے ہے نہ اس میں مادی اور فنا ہونے والی اشیاء کو دخل ہے۔ اور نہ یہ کبھی فنا اور معدوم ہوتی ہے

روح انسانی کے لیے موجود ہونے کے بعد پھر فنا نہیں۔ اس میں نبی اور غیر نبی بلکہ مسلم اور غیر مسلم تمام بنی نوع انسان برابر ہیں۔ ہر ایک کی روح مرنے کے بعد باقی رہتی ہے۔ اور اپنی حسب حیثیت مقام پاتی ہے۔ روح انسانی کے بقا اور دوام کی وجہ

صرف یہی ہے کہ وہ ایک امر ربانی ہے۔ اور نورانی شے ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ - سوال کرتے ہیں وہ تمہارے سے روح کے متعلق کہہ دو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام بھی چونکہ ادامر خداوندی کے ساتھ انتہائی مربوط اور متعلق ہوتے ہیں اس لئے ان کی ذاتی حیثیات اور مادی خصوصیات اور اثرات بالکل فنا ہو جاتے ہیں اور سراسر روحانی اور نورانی بن جاتے ہیں جیسا کہ لکڑی کوئلہ پھر جب دیر تک آگ میں رہیں تو خود آگ بن جاتے ہیں اور ان کی ذاتی حیثیات اور خصوصیات اور اثرات مفقود ہو جاتے ہیں۔

جب نبی کے جسم سے مادیت بالکل فنا ہو گئی اور مادی کوئی اثر باقی نہیں رہا تو روح کی طرح جسم کا بقا اور دوام بھی لازمی ... اور ضروری ہو گیا۔ اور نبی کی روح اور جسم دونوں فنا اور عدم کو قبول نہ کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ شہید آخیر وقت میں جب تھوڑے سے وقفہ کے لئے اپنے پورے جسم کو امر ربانی کے حوالہ کر دیتا ہے تو اس کا جسم مادی اثرات سے یکسر خالی ہو جاتا ہے اور اس کے لئے ہمیشہ کے لئے بقا اور دوام نصیب ہو جاتا ہے۔ اور عدم اور فنا سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا - بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ - الاٰية
اور ہرگز گمان مت کرو تم ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

اور نہ کہو تم اس کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم اس کا شعور وادراک نہیں رکھتے۔

شہدار کی حیات سے مراد محض روح کا بقا نہیں۔ روح تو ہر انسان کی باقی رہتی ہے۔ اس میں شہدار کی کیا خصوصیت؟ بلکہ شہید کے جسم اور روح کا وہ خصوصی بقار اور تحفظ مراد ہے جو ہمارے شعور اور ادراک سے بالاتر ہے۔

جب شہدار کے لئے آخری وقت کی تھوڑی سی قربانی کی بدولت دوام اور ہمیشگی اور حیاتِ جاودانی ہے اور آخری وقت کے ذرا سے ایثار کی وجہ سے ان کا تمام جسم روحانی اور نورانی بن گیا تو انبیار کرام علیہم السلام کی تو پوری زندگی سراسر قربانی ہوتی ہے اور اوامر خداوندی کے ساتھ مربوط ہوتی ہے۔ اور از سرتا پا مجسمہ ایثار اور بندہ نیاز ہوتے ہیں ان کے لئے حیات جاودانی میں کیا مانع ہوسکتا ہے؟ ان کے از سرتا پا روحانی اور نورانی ہونے میں کب شک وشبہ ہوسکتا ہے؟

نیز بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیاتِ جاودانی شہدار کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بعض دیگر مسلمانوں کو بھی ان کے بعض مناقب کی بنا پر حیاتِ جاودانی سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

المؤذن المحتسب کالشھید المتشحط فی دمہ اذا مات لم یدود فی قبرہ۔
(التفسیر المظھری عن الطبرانی)

وہ موذن جو محض ثواب کی امید پر اذان دیتا ہو اس شہید کے مانند ہے جو اپنے خون میں لتھڑا ہوا ہے جب یہ مرتا ہے تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں جاتے (یعنی اسکا جسم بالکل محفوظ رہتا ہے)

اور طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حامل قرآن مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ "اس کے جسم کو نہ کھانا" زمین عرض کرتی ہے "الٰہی میں اس کے گوشت کو کیسے کھاؤں۔ اس کے پیٹ میں تو آپ کا کلام پاک ہے" ابن مندہ نے یہی مضمون حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ (تفسیر مظہری)

علامہ مروزی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں "مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ زمین اس شخص کے جسم پر قابو نہیں پاتی جس نے بالکل گناہ نہ کیا ہو" میرے خیال میں اس سے مراد اولیاء اللہ ہیں کیونکہ وہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں ان کے قلوب اور اجسام دونوں میں ایسی صلاحیت آجاتی ہے کہ ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم (تفسیر مظہری)

احادیث مذکورہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ شہداء کے علاوہ عام مسلمانوں میں وہ نفوس قدسیہ بھی ہوتے ہیں جن کو بعض خصوصیات کی بناء پر حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے۔ اور ان کا جسم اور روح دونوں بجنسہٖ باقی اور قائم رہتے ہیں جب عام مسلمانوں کے مخصوص افراد کا یہ حال ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام تو جملہ مسلمانوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور ہر خیر و خوبی کو جامع ہوتے ہیں ان کے لئے حیاتِ جاودانی کا ہونا اور ان کے جسم و روح دونوں کا باقی اور قائم رہنا بالکل بدیہی اور یقینی بات ہے چنانچہ بعض احادیث میں صراحت کے ساتھ اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے

انَّ اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء علیہم السلام — اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔

(حاکم، ابو داؤد، ابن ماجہ عن اوس بن اوس)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو۔ فرشتے اس دن خصوصیت سے موجود ہوتے ہیں اور درود کو محفوظ کرتے ہیں اور جب کوئی تم میں سے مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کے ختم ہونے تک وہ درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔" حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اور وفات کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ ہاں وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ رہتا ہے۔ اور رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ) ایک حدیث میں ہے

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (وفاء الوفاء)

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

احادیث مذکورہ سے صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام اور ارواح کے لئے فنا اور عدم نہیں ہوتا اور ان کی موت صرف انتقال مکانی ہوتی ہے۔ اور ان کی حیات حیات جاودانی ہوتی ہے۔ انبیاء کرام کی حیات جاودانی کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب جذب القلوب میں مفصل بحث اور تحقیق فرمائی ہے اور تمام شکوک و خدشات کے جواب دیے ہیں۔ مزید تحقیق کے لئے اس کو دیکھ لیا جائے۔

فائدہ نمبر ۱:۔ مرنے کے بعد زندگی کے کچھ نہ کچھ اثرات ہر مرنے والے میں باقی رہتے ہیں۔ اسی لئے وہ قبر کے تاثرات کو محسوس کرتا ہے اور اس کو اس کے اعمال کے موافق راحت یا تکلیف پہنچتی ہے اور عذاب و ثواب کا سلسلہ یہیں سے قائم ہو جاتا ہے۔

پس جن مخصوص مسلمانوں کے لیے مرنے کے بعد بھی زندگی کی بشارت دی گئی وہ ان اثرات سے بالاتر ہوتی ہے اور ان میں زندگی کے اثرات دیگر لوگوں کی بہ نسبت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ شہداء میں یہ آثار زندگی اور زیادہ نمایاں ہوتے ہیں اور ان کی حیات اور ممات میں معمولی سا فرق ہوتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ چونکہ مادی کثافتوں سے بالکل پاک و صاف ہوتے ہیں اس لیے ان کی وفات اور حیات دنیوی میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد چونکہ دنیوی اور مادی عوائق اور موانع بالکل مرتفع ہو جاتے ہیں اس لیے ان کی وفات تمام و کمال کے ساتھ حیات جاودانی ہوتی ہے اور زندگی سے زیادہ حیات کے اثرات ان میں پائے جاتے ہیں واللہ اعلم۔

خصوصاً سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات اقدس کہ آپ نے اپنی امت پر رحمت و شفقت کی وجہ سے قبر مبارک کی سکونت کو ملاء اعلیٰ کے قیام پر ترجیح دی تاکہ ہمیشہ مومنین فیض صحبت سے فیضیاب ہوتے رہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میرے سوا جو نبی بھی مدفون ہو وہ تین روز کے بعد آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی ہے کہ قیامت تک مومنوں کے درمیان رہوں۔ (وفاء الوفاء)

اسی لیے قبر اطہر کی زیارت کرنا خود حضور اقدس کی زیارت کے مرادف اور ہم معنی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس شخص نے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا زندگی میں میری زیارت کی"

(فائدہ نمبر ۲) انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور وفات میں چونکہ درحقیقت

کوئی فرق و امتیاز نہیں جو کچھ ہے وہ ہماری کورنگاہوں کا قصور ہے۔ اس لیئے نبی کی قبر پر کوئی ایسا کام کرنا جس میں شائبہ کفر و شرک ہو یا اس نبی کی تعلیمات حقّہ اور اسوہ حسنہ کے خلاف ہو سخت جرأت اور بے حیائی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر جرم و نادانی ہے۔ اس لیئے کہ یہ اس نبی کی انتہائی ناقدری ہے اور برروا ایذا رسانی ہو۔

یہود و نصاری اہل کتاب نے جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تعلیم حق کو چھوڑا اور کفار و مشرکین کا شیوہ اور اطوار اختیار کیئے تو انبیاء کرام کی قبور کو اپنی عبادت گاہ بنا لیا۔ چنانچہ رب العزت نے ان کے اس فعل پر ان کو لعنت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں ارشاد فرمایا۔

لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذ وقبور انبیاءہم مساجد (مشکوٰۃ عن الصحیحین)	اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی یہود و نصاریٰ کو اس لیئے کہ بنا لیا تھا اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ۔

حضرت جندب رض فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ خبردار رہو تم ہرگز قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔" (مشکوٰۃ شریف)

شیخ عبدالحق محدث شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب اجل کی اطلاع دی تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا میرے امت کے بعض افراد بھی میری قبر کے ساتھ وہی معاملہ کرنے لگیں

جو یہود و نصاریٰ اپنے بزرگوں اور نبیوں کی قبروں کے ساتھ کرتے تھے۔ پھر خدا کی لعنت غضب کے مستحق ہوں اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاکید منع فرمایا کہ میری قبر کے ساتھ ہرگز ہرگز وہ معاملہ نہ کرنا جس میں شائبہ شرک ہو۔

یہود و نصاریٰ انبیاء کرام کی قبروں کے ساتھ دو نوع کا برتاؤ کرتے تھے۔ اول یہ کہ قبروں کو عظمت کی وجہ سے سجدہ کرتے تھے۔ اور اس کو عبادت سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ قبروں کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے اور اس کو اہم نیکی شمار کرتے تھے۔ اور یہ دونوں طریق تعلیم حق کے خلاف تھے۔ پہلا تو کھلا شرک ہے اور دوسرے میں شرک کی آمیزش ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں زیادہ صاف طور پر ان طریقوں سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا "الٰہی میری قبر کو بت نہ بنا دینا... ... اللہ تعالیٰ کا سخت غضب نازل ہوا ہے اس قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔" (لمعات)

اسی طرح مزارات کا سالانہ عرس کرنا اور ایک تاریخ مقرر کر کے وہاں اجتماع کرنا شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی حقیقت اور اصلیت اور قدر و قیمت نہیں۔ یہ دیگر باطل مذاہب کی اختراعات اور ایجادات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کو اس سے بھی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

لا تتخذوا بیتی عیدا ولا تتخذوا بیوتکم قبورا وصلوا علی حیث کنتم فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم (الشفاعن الطبرانی)

نہ بناؤ تم میری قبر کو عید اور نہ بناؤ تم اپنے گھروں کو مقابر اور درود بھیجو مجھ پر جہاں کہیں تم ہو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں چاہے ہو۔

ملا علی قاری شرح شفا میں تحریر فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ قبر مبارک کی زیارت کو عید مت بناؤ جیسا کہ عید میں ایک تاریخ مقررہ پر سب جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح قبر اطہر کی زیارت کے لئے دن مقرر کر کے اجتماع کرنا ممنوع ہے۔ چونکہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کا عرس کرتے تھے اور سب مرد و عورت تاریخ مقررہ پر وہاں جمع ہو کر وہاں لہو و لعب میں مبتلا ہوتے تھے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس طرز سے منع فرمایا جیسا کہ حدیث بالا سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس طرز ادا میں اس جانب بھی لطیف اشارہ ہے کہ قبر اطہر کی بار بار زیارت کیا کرو یہ نہیں کہ عید کی طرح سال میں ایک یا دو مرتبہ جمع ہو گئے اور پھر سال بھر زیارت کی سعادت سے محروم رہے۔ اس لئے کہ قبر اطہر کی زیارت وہ سعادت عظمیٰ ہے جس سے بار بار مستفید نہ ہونا کھلی محرومی اور بے نصیبی ہے۔ اسی طرح اپنے گھروں کو مقابر مت بناؤ کہ وہاں صرف سونے اور کھانے پینے میں مشغول رہو اور قبرستان کی طرح تمہارے گھر نماز سے محروم رہیں۔ بلکہ اپنے گھروں میں بھی نفل نمازیں پڑھا کرو جیسا کہ حضرت زید بن خالد کی روایت میں ہے۔

"اپنے گھروں کو مقابر مت بناؤ اور ان میں نماز پڑھا کرو" (شرح شفا)

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کی ملاقات کے لئے کوئی وقت اور تاریخ مقرر نہ تھی بلکہ جب بھی کسی کو موقع ملتا یہ سعادت حاصل کرتا تھا اسی طرح اب قبر مبارک کی زیارت کے لئے بھی کوئی وقت اور تاریخ مقرر نہیں بلکہ جب بھی کسی کو موقع ملے اس سعادت کو حاصل کرے اور اگر دوری اور مجبوری کی وجہ سے زیارت کی سعادت حاصل نہ کر سکے تو جہاں کہیں بھی ہو وہیں سے درود

کا تحفہ بھیجتا رہے اس لئے کہ جہاں کہیں بھی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے وہ بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا جاتا ہے اور یہ سعادت بھی کوئی معمولی سعادت نہیں ہے۔ ع

"ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ تیرے پاس ہے"

یا رب صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

زیارت کے فضائل اور مناقب

ایک غلامان غلام بارگاہ رسالت کے لئے اس سے بڑھ کر فضیلت و منقبت اور فوز و سعادت کیا ہو سکتا ہے کہ غلام اپنے محسن آقا کی بارگاہ میں حاضر ہے ادھر نگاہ نیاز ہے اُدھر نگاہ الطاف ہے۔ ادھر سے تحفہ صلوٰۃ و سلام ہے اور اُدھر سے قبولیت اور اجابت ہے۔ ایک محب صادق اور عاشق و جاں نثار کے لئے تو یہی سب کچھ ہے اور ہزاروں مناقب و فضائل اس لطف الطاف پر قربان ہیں۔

احادیث میں ترغیب اور تشویق کے لئے روضہ اطہر کی زیارت کے بکثرت مناقب اور فضائل منقول ہیں جن میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی (رواہ عن الدارقطنی و البیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

روز حشر ہر شخص پریشان حال ہوگا کسی کے اعمال اس کی نجات ابدی کے

لئے کافی نہ ہوں گے۔ نہ کوئی شایانِ شان بارگاہِ رب العزت عبادت کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی عبادت کے ذریعہ مستحق نجات ہو سکتا ہے۔ اور نجات کا مدار محض فضلِ الٰہی اور لطفِ خداوندی پر ہے۔ اور اس فضل و کرم کا دروازہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت اور سفارش پر کھلے گا۔ اور آپ کی سفارش تمام مسلمانوں کے لئے ہوگی۔ اور حسب مراتب و درجات ہوگی۔ جس درجہ اور رتبہ کا مسلمان ہوگا اسی حیثیت کی سفارش بھی ہوگی۔ پس جو شخص قبر اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا وہ ایک خصوصی شرف اور منقبت سے سرفراز ہوا اسی لئے اس کے لئے ایک خصوصی سفارش لازم ہوگئی جو اس کے علاوہ اوروں کو نصیب نہ ہوگی۔ جیسا کہ حالت حیات میں ایک بار ایمان کے ساتھ جمالِ محمدی کی زیارت کرنے والا صحابی ہو جاتا ہے اور غیر صحابہ تمام عمر بھی اس منقبت اور فضیلت کو نہیں پہنچ سکتے۔ تمام عبادات اور اعمال جمالِ محمدی کے دیدار کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اسی طرح قبر مبارک کی زیارت کرنے والا اس خصوصی شفاعت اور سفارش کا مستحق ہوگا جس کے مقابلہ میں دوسرے مسلمانوں کی سفارش کم درجہ کی ہوگی۔ جب عظمت و محبت کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا، اور خصوصی نگاہ لطف و کرم سے سرفراز ہو گیا تو خصوصی سفارش کا مستحق اور سزاوار بن گیا۔ جو دوسروں کے لئے نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

اور اگر ارشاد نبوی میں شفاعت سے عام سفارش مراد ہو تو زیارت کرنے والے کی خصوصی منقبت یہ ہوگی کہ دوسروں کے لئے سفارش لازم نہ ہوگی۔ اور یہ چونکہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو چکا اس لئے اس کے لئے سفارش لازم اور واجب ہو گئی۔

یا یوں سمجھئے کہ قبر اطہر کی زیارت کرنے والے کے لیئے اس بات کی خوش خبری ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر ہوگا۔ اور جب ایمان اور اسلام سلامت لے کر روز حشر حاضر ہوگا تو بارگاہِ رسالت کی نگاہِ لطف و کرم اور سفارش کا ضرور مستحق ہوگا۔ اور یہ منقبت بھی کوئی معمولی منقبت نہیں ہے

ایماں چو سلامت بلب گور بریم
احسنت برین چستی و چالاکی ما

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جاءنی زائراً لا تحملہ حاجۃ الا زیارتی کان حقاً علیّ ان اکون لہ شفیعاً یوم القیامۃ۔ (وفاء الوفاء عن الطبرانی والدارقطنی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے علاوہ کوئی اور مقصد سفر نہ ہو تو مجھ پر حق ہوگا کہ میں روز قیامت اس کا سفارشی بنوں۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آیا تو اللہ عزوجل پر یہ حق ہوجاتا ہے کہ روز قیامت میں اس کا سفارشی بنوں۔ (وفاء الوفاء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت ایک اہم عبادت ہے اور ہر عبادت کی ادائیگی کے لئے اخلاص اولین شرط ہے۔ بغیر اخلاص کے کوئی عبادت قابل پذیرائی نہیں۔ پس جس شخص نے قبر مبارک کی زیارت کی اور زیارت کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد سفر نہ تھا تو اس نے اس عبادت کو تمام و کمال کے ساتھ پورا کیا اور بارگاہِ رسالت کا ایک گونہ حسب الاستطاعت حق ادا کر دیا۔ اس لئے اس کی قدردانی میں اللہ اور رسول پر حق ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بروز حشر اسکی خبرگیری

اور دادرسی فرمادیں اور خصوصی سفارش سے اس کو سرفراز فرمادیں۔ جب اللہ اور رسول ﷺ اس کی ہمدردی اور خیر خواہی ضروری ہوگئی تو پھر روز حشر اس کو کس بات کا خطرہ بخوف وخطر تمام مراحل طے ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علامہ ابن حجر کی شرح مناسک نووی میں تحریر فرماتے ہیں کہ سفر کا مقصد زیارت کے علاوہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کوئی ایسی غرض باعث سفر نہ ہو جو زیارت کے متعلق نہ ہو لہذا مسجد نبوی میں اعتکاف کی نیت یا عبادت کی کثرت کی نیت یا صحابہ کی زیارت کی نیت اس کے منافی نہیں ہے بلکہ ہمارے علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی بھی نیت کرے۔

فقہ حنفیہ میں صاحب درمختار نے بھی یہی لکھا ہے کہ قبر شریف کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی بھی نیت کرے۔ لیکن ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی بناء پر پہلی مرتبہ تو صرف قبر مبارک ہی کی زیارت کی نیت ہونا چاہیئے پھر اگر مقدر یاوری کرے اور دوبارہ حاضری نصیب ہو تو مسجد نبوی اور قبر شریف دونوں کی زیارت کی نیت کرے۔

علامہ شامی نے ملا جامی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ محض زیارت کی نیت سے سفر کیا۔ اس میں حج کو بھی شامل نہ کیا تاکہ محض زیارت کی نیت ہو۔ اور یہی اصلی محبت کا تقاضا ہے۔ (فضائل حج)

(۳) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے

من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔	جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میری زندگی میں میری زیارت کی ہو۔
(رواہ عن الدارقطنی والطبرانی)	

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی“۔ جب آفتابِ نبوت روئے زمین پر جلوہ فرما تھا تو زیارت کرنے والا دو سعادتوں سے سرفراز ہوتا تھا۔ ایک جمالِ محمدی کا دیدار۔ دوسرے فیضِ صحبت۔ اور وہی صحابی رسول کہلاتا تھا۔ پھر جب نگاہوں سے جمالِ محمدی کے دیدار کی صلاحیت مفقود ہوگئی تو آفتابِ نبوت کو پس پردہ کر دیا گیا۔ اب بارگاہِ رسالت کی زیارت کرنے والا اگرچہ اپنی کور چشمی اور کوتاہ نظری کے باعث جمالِ محمدی کے دیدار سے محروم ہے۔ لیکن فیضِ صحبت سے فیضیاب ہے اس لیے کہ بارگاہِ رسالت کا فیض ابد تک قائم رہے گا تو اس فیضان کے حاصل ہونے میں یہ بھی ایک صحابی کے مانند ہے اگرچہ درجہ اور رتبہ میں کمتر ہے۔ ع ”چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک“۔ اور قبرِ اطہر کی زیارت کرنے والا ایسا ہی ہے کہ جو بارگاہِ رسالت تک تو پہنچ گیا مگر اپنی شومیٔ قسمت سے جمالِ محمدی کے دیدار کی نعمت سے محروم رہا۔

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دنیا کے قیام کو ملاءِ اعلیٰ کی سکونت پر اسی لئے ترجیح دی تاکہ مسلمان قیامت تک صحبتِ نبوی کے فیض سے سرفراز ہوتے رہیں اور یہ سرچشمۂ فیض ہمیشہ جاری رہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میرے سوا جو نبی بھی مدفون ہوا

وہ تین روز کے بعد آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ درخواست کی ہے کہ قیامت تک مومنوں کے درمیان رہوں۔ (دفار الوفاء)

ارشاد نبوی میں اس بات کی جانب بھی اشارہ ہے کہ پہلے بیت اللہ کا حج ادا کرے پھر بیت رسول اللہ کی زیارت سے مشرف ہو اس لئے کہ بیت اللہ کی زیارت فریضہ بندگی ہے۔ اور حقوق خداوندی سے ہے اور بیت رسول کی زیارت تعلق خداوندی کی تکمیل ہے۔ اور حقوق نبوی سے ہے اور دونوں اگرچہ لازم و ملزوم ہیں مگر اولیٰ یہ ہے کہ پہلے بیت اللہ کی زیارت کرے اور فریضۂ حج ادا کرے البتہ اگر مدینۃ الرسول راستہ میں پڑتا ہو اور حج کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پہلے زیارت رسول سے مشرف ہو کہ ایسی حالت میں بغیر زیارت کئے گزر جانا سوء ادب اور ایک گونہ بے اعتنائی ہے۔

نیز اللہ رب العزت ہر کون و مکاں سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ اور ہر جگہ موجود ہے۔ بیت اللہ کو محض اس لئے بنایا گیا تاکہ بندے وہاں جاکر پروانہ .... معافی حاصل کریں اور گناہوں سے پاک و صاف ہو جائیں۔ پس بہتر یہ ہے کہ اول بیت اللہ حاضر ہو کر گناہوں کی گندگیوں سے پاک و صاف ہو جائے اور بارگاہ رب العزت سے پروانہ معافی لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے تاکہ سرار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرحت اور راحت کا ذریعہ ہو۔ اور موجب کلفت و اذیت نہ بنے۔

سیدی و مولائی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے جب ۱۳۵۱ھ میں حج کا ارادہ فرمایا تو رمضان المبارک کی پہلی تراویح دہلی اسٹیشن پر پڑھ کر روانہ

ہوئے اور خیال تھا اور شوق تھا کہ ماہ مبارک کے آخر ایام مدینہ منورہ میں گذاریں گے۔ مگر جہاز پر فرمایا :- میاں احتشام اس گندگی کی حالت میں مدینہ منورہ حاضری کی ہمت نہیں ہوتی پہلے مکہ مکرمہ چلو جب گناہوں کے اثرات کم ہو جائیں گے تب مدینہ منورہ حاضر ہونگے" چنانچہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچے رمضان المبارک میں ہر روز ایک عمرہ اور بعض مرتبہ دن میں دو عمرے ادا کرتے تھے۔ اور طواف کی تعداد کا تو کوئی حساب نہ تھا۔ بعد رمضان دیگر رفقاء مدینہ منورہ گئے مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حج تک قیام فرمایا۔ بعد حج مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے اونٹوں پر سفر تھا اور گرمی کی شدت اور یہ نحیف جثہ مگر تمام راستے روزے رکھے اور گیارھویں دن روزہ کی حالت میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ خدا عزوجل رحمت فرمائے اب یہ فدائیت اور فنائیت کہیں نظر نہیں آتی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

(۴) عن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من زار قبری او قال من زارنی کنت لہ شفیعًا او شہیدًا ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ فی الآمنین یوم القیامۃ۔ (وفاء عن ابی داؤد الطیالسی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا آپ نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا میری زیارت کی میں اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔ اور جو شخص حرمین سے کسی میں وفات پائے اللہ عزوجل روز قیامت اس کو امون اور بے خوف وخطر اٹھائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص مدینہ آکر میری زیارت کرے گا میں اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا (جذب القلوب) ایک

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا میں اس کا سفارشی اور گواہ بنوں گا۔" (جذب القلوب)

روایت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا، اور آپ کی قبر اطہر کی زیارت کرنا ایک ہی حیثیت رکھتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس زیارت کرنے والے کی شفاعت بھی فرمادیں گے اور شہادت بھی دیں گے۔ شفاعت کے متعلق پہلی حدیث کے ضمن میں معلوم ہو چکا۔ شہادت زیارت کرنے والے کے مسلمان ہونے کی دی جائے گی چونکہ یہ شخص حالت اسلام میں مواجہہ شریف میں حاضر ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس اس کے اسلام کو ملاحظہ فرمایا اس لئے قیامت کے دن خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ رب العزت میں اس بات کی شہادت اور گواہی دیں گے کہ یہ شخص مسلمان ہے۔ جب بارگاہِ رسالت سے مسلمانی کی شہادت بھی ہوگی اور خطاؤں کی معافی کی سفارش بھی ہوگی تو بارگاہِ رب العزت سے اس کے اسلام کی قبولیت اور خطاؤں کی معافی بھی ضرور ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ وہ بشارت اور منقبت ہے جس کے مقابلہ میں ہر نعمت ہیچ ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ سفارش خطا کاروں کی ہوگی اور شہادت نیکوکاروں کی دی جائے گی۔

(۵) عن رجل من آل خطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیامۃ (مشکوٰۃ عن البیہقی فی الشعب)

آل خطاب میں سے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ارادہ کرکے میری زیارت کرے وہ قیامت میں میرے پڑوس میں ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ثواب کی نیت سے مدینہ میں آکر میری زیارت کرے وہ میرے پڑوس میں ہوگا۔"

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: "جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درجہ علیا اور وسیلہ کی دعا مانگے اس کو روز قیامت آپ کی شفاعت نصیب ہوگی اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرے وہ جنت میں آپ کے پڑوس میں رہے گا۔" (جذب القلوب)

جس شخص نے زیارت رسول کا ارادہ کرکے اجر و ثواب کی امید پر مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا اور بارگاہِ رسالت کے فیض سے فیضیاب ہوا اس شرف کرامت کے صلہ میں اس کو جنت الفردوس میں سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قرب اور پڑوس نصیب ہوگا۔

یہاں چند روزہ قرب نبوی کی خاطر محنت و مشقت برداشت کی تھی تو وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور پڑوس میں رہے گا۔ مگر شرط وہی ہے کہ مقصد سفر محض زیارت رسول ہو اور اس کے اجر و ثواب اور ثمرات کا امیدوار ہو اگر اور کسی دنیوی غرض کو بھی مقصد سفر بنا لیا تو فیض زیارت سے ضرور مستفیض ہو مگر اس ابدی نعمت اور دائمی قرب و صحبت سے سرفراز نہ ہوگا۔

(۵) عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج حجۃ الاسلام وزار قبری

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے فریضہ حج ادا کیا اور میری قبر کی

وغزا غزوۃ وصلی فی بیت المقدس لم یسالہ اللہ عز وجل فیما افترض علیہ

(رواہ عن ابی الشیخ الازدی)

زیارت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور بیت المقدس میں نماز پڑھی تو اس شخص سے اللہ جل شانہ فرائض کے متعلق بازپرس نہ فرماویں گے۔

فرائض خداوندی کی ادائیگی جس قدر اہم اور ضروری ہے اسی قدر ان کے متعلق روز حشر بازپرس بھی سخت ہوگی اور ذرا سی کوتاہی پر تحریر و تعذیب ہوگی۔ لیکن جس شخص نے یہاں ان اہم امور خیر کے لئے مشقت برداشت کر لی وہاں اس کے ساتھ سہولت کا برتاؤ کیا جائے گا اور فرائض کی بازپرس میں نرمی برتی جائیگی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حج اسلام اور زیارت خیر الانام اور جہاد فی سبیل اللہ اور بیت المقدس کی نماز کی یہ منقبت ہے کہ اس کے بعد فرائض سے سوال نہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہ منقبت ان سب باتوں کے اجتماع پر موقوف ہو یعنی جس شخص سے یہ سب امور سرزد ہونگے اس سے فرض کے متعلق سوال نہ ہوگا۔ اور یہ بھی محتمل ہے کہ ان میں سے ہر ایک عمل کی یہ منقبت اور فضیلت ہو۔

(۶) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج الی مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتان مبرورتان۔

(رواہ فی مسند الفردوس فضائل حج للیمنی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص حج کے لئے مکہ جائے پھر میرا قصد کر کے میری مسجد میں آئے اس کے لئے دو حج مقبول لکھے جاتے ہیں۔

حج صرف بیت اللہ کا ہوتا ہے اور وہی فریضۂ اسلامی ہے۔ البتہ حج کے لغوی

معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ پس جس شخص نے بیت اللہ کا قصد کیا اور وہاں مناسک حج ادا کئے۔ اس کا ایک حج ادا ہو گیا پھر جب وہاں سے بیت رسول اللہ کا قصد کیا تو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کے دربار کی حاضری کو بھی اپنے دربار کی حاضری کے برابر شرف قبولیت عطا فرمایا اس لئے یہ دو حج مقبول ہو گئے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں: اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرنا اور آپ کی مسجد شریف کی زیارت سے مشرف ہونا حج مقبول کے برابر ہے بلکہ جو حج ادا کر کے آیا ہے اس کی بھی قبولیت کا ذریعہ اور سبب ہے۔ اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔

حج کے بعد بارگاہ رسالت کی زیارت کی توفیق و سعادت نصیب ہونا حج مقبول ہونے کی کھلی علامت ہے اگر بارگاہِ رب العزت کی حاضری مقبول نہ ہوتی تو کبھی بارگاہ رسالت کی حاضری کی اجازت نہ ملتی اور اس شرفِ سعادت سے محروم رہتا۔ اللہ رب العزت کے دربار سے راندہ ہوا انسان کسی طرح بھی بارگاہِ رسالت میں باریاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ وہ مواجہہ اور مشاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق نہیں ہے۔

(۷) عن انس قال لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ اظلم منہا کل شیء ولما دخل المدینۃ اضاء منہا کل شیء فقال رسول صلی اللہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے تشریف لے گئے تو وہاں کی ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا اور جب مدینہ پہنچے تو وہاں کی ہر چیز روشن ہو گئی

علیہ وسلم المدینۃ بہا قبری وبہا بیتی وتوبنی وحق علی کل مسلم زیارتہا۔
(فضائل عن الاتحاف عن ابی داؤد)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مدینہ میں میرا گھر ہے اور مدینہ ہی میں میری قبر اور تربت ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی زیارت کرے۔

یعنی ہجرت کے بعد چونکہ مدینہ منورہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سکونت گاہ بن گیا۔ اسی میں آپ کی قیام گاہ ہے اور آخر تک وہی آپ کی آرام گاہ ہے اس لیے ہر مسلمان پر امتی ہونے کی حیثیت سے یہ حق اسلامی عائد ہوتا ہے کہ اس کی زیارت کرے اور اسکی محبت وعظمت کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ اس لئے کہ اسلام کا مقتضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت وعظمت کا تعلق ہو۔ اور اس عظمت ومحبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر اس شے سے محبت وتعلق ہو جسکو بارگاہ رسالت سے ادنی انتساب ہے۔

قاضی عیاض شفا میں تحریر فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں یہ امر بھی داخل ہے کہ آپ کی ہر شے کی تعظیم وتکریم ہو اور آپ کے تمام مشاہد اور نشانات وعلامات کا پورا پورا اعزاز واکرام ہو" یہی شیوہ عشق ومحبت ہے اور یہی عاشقین صادقین کا طور وطریق ہے۔ کسی عاشق صادق نے کیا خوب کہا ہے۔

خلیلی ھذا ربع عزۃ فاعقلا ... قلوصیکما ثم انزلا حیث حلت

دوستو یہ عزہ محبوبہ کی منزل ہے بس تم اپنی اونٹنیوں کو باندھو پھر وہاں اترو جہاں وہ رہتی تھی۔

ومسا ترابا لعلما مس جلدھا ... وظلا وبیتا حیث باتت وظلت

اور چھو او اس مٹی کو شاید یہ اس کے بدن سے چھو گئی ہو اور اتر کر رات گذار و جہاں وہ اتری اور رات گذری

ولا تیأسا ان یمحو اللہ عنکما ... ذنوبا اذا صلیتما حیث صلت

اور مت مایوس ہو اس سے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمام گناہ معاف فرما دے جب تم اس جگہ نماز پڑھو جہاں اس نے نماز پڑھی تھی۔

پس ہر مسلمان جب تک بھی اس میں ایمانی ذرات اور اسلامی جذبات موجود ہیں مدینۃ الرسول سے اس کا تعلق وابستہ ہے۔ اور مدینہ منورہ کی زیارت کا اشتیاق روز افزوں ہے۔ اس لئے کہ یہ ایمانی اور اسلامی حقوق اور لوازمات میں داخل ہے۔

ان چند احادیث سے معلوم ہو گیا کہ مدینہ منورہ کی زیارت کرنا حقوق اسلامی سے ہے اور آئین محبت و وفاداری ہے۔ اور قبر اطہر کی زیارت کرنے والا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی سفارش کا مستحق ہوگا۔ اور آپ اس کے اسلام اور ایمان کی شہادت دیں گے۔ روزِ حشر اعمال کی باز پرس میں سہولت و آسانی ہوگی اور دو مقبول حج کا ثواب عطا ہوگا۔ اور جنت الفردوس میں سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پڑوس میں ٹھکانا عطا ہوگا۔ اور وہاں کے اعزاز و اکرام اور اجر و ثواب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قریب تر ہوگا۔ اور یہ وہ مناقب ہیں کہ پوری دنیا کھو کر بھی حاصل ہو جائیں تو ارزاں اور بہت ارزاں ہیں

ترکِ زیارت پر وعید

جو عبادت جس قدر اہم درجہ کی ہوتی ہے اسی قدر اس کو قصداً ترک کرنا باعث ملامت اور عتاب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت چونکہ اہم حسنات ہے اور حق تعالیٰ کے تقرب اور تعلق کا اعلیٰ ذریعہ ہے اور اس میں ایک گونہ حقوق

نبوی کی ادائیگی بھی ہے۔ اس لئے اس کو قصداً ترک کرنے والا بھی سخت ملامت اور عتاب کا مورد ہوگا۔ ایک امتی کے لئے جسے مسلمان ہونے کا دعویٰ ہو یہ بات کسقدر قابل ملامت نظر یہ ہے کہ جس در کا غلام تھا عمر بھر اس در پر حاضری کی امنگ نہ ہوئی۔ جہاں سے دولت اسلام ملی تھی۔ اس بارگاہ میں حاضر ہو کر کبھی سلام تک کی آرزو نہ ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ (رواہ عن ابن عدی)

جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ کی روایت میں ہے۔ جس شخص نے میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا زندگی میں میری زیارت کی اور جس شخص نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔" (جذب القلوب)

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جو احسانات امت مسلمہ پر ہیں ان کے لحاظ سے باوجود وسعت کے بلا عذر آپ کی زیارت نہ کرنا کھلی ناقدری اور سخت ترین جرم ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ہر امتی کے ساتھ غایت تعلق اور شفقت ہے اس لئے امتی کا یہ جرم خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث ہے اسی لئے اس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر ظلم سے تعبیر فرمایا۔ اس ظلم صریح کا سرانجام کیا ہوگا؟ آخرت میں اس بے التفاتی کا کیا حشر ہوگا؟ اس کے متعلق بارگاہِ رب العزت میں کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اور کوئی جوابدہی کارآمد نہ ہوگی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ من زارنی میتاً فکانما زارنی حیاً ومن زار قبری وجبت له

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے

شفاعتی یوم القیامۃ وما من احد من امتی لہ سعۃ ثم لم یزرنی فلیس لہ عذر۔ (جذب القلوب)

میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اور جو کوئی میرا امتی باوجود وسعت کے بھی میری زیارت نہ کرے اس کے لئے کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

جس شخص نے یہاں اللہ رب العزت کے حبیب پاک کی جانب التفات نہ کیا اور بلا عذر بارگاہِ رسالت کی حاضری سے محروم رہا وہ بارگاہِ رب العزت میں روزِ حشر کیا عذر پیش کر سکتا ہے؟ اور کیونکر اس کا کوئی عذر مسموع ہو سکتا ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل نہ کرنے پر سخت وعید ہے۔ اور اس کا سبب بھی امت پر غایت رحمت وشفقت ہے اور اس امر کی غایت حرص ہے کہ آپ کی امت زیادہ سے زیادہ اجر وثواب سے سرفراز ہو۔

اللّٰھم ارزقنا زیارتہ ولا تحرمنا شفاعتہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الف الف صلوٰۃ وتحیۃ۔

زیارت کے آداب

شاہوں کے دربار کی حاضری مخصوص آداب اور طور و انداز کی مقتضی ہوتی ہے جن کا لحاظ ہر دربار رس کے لئے ضروری ہوتا ہے ورنہ آداب شاہی کے خلاف کرنے پر مجرم وخطا کار شمار ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری چونکہ حبیب رب العالمین خلاصہ کائنات سرتاج انبیاء سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی دربار کی حاضری ہے اسی لئے

اسی لئے اس کے شایانِ شان آداب کی مقتضی ہے جن کی پابندی ہر زیارت کرنے والے کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ ذراسی بے ادبی باعثِ عتاب نہ ہوجائے۔ اسی لئے علمائے کرام نے بہت اہتمام کے ساتھ آدابِ زیارت نقل کئے ہیں۔

مدینہ منورہ کا سفر ایک عبادت ہے اور بہت اہم عبادت اور بڑی جانبازی اور دل فروشی کی منازل ہیں اس لئے ان تمام آداب و مستحبات کو ملحوظ رکھنا جو سفرِ حج کے آداب اور مستحبات ہیں ازبس ضروری ہے۔ مثلاً استخارہ مسنونہ کرنا۔ (۲) معاصی سے توبہ کرنا۔ (۳) مظالم کی مکافات کرنا (۴) بدمعاملگی کی تلافی کرنا۔ اور ہر نوع کی بدمعاملگی سے بچنا (۵) والدین اور بزرگوں کو خوش کرنا (۶) سفر خرچ پاک اور غیر مشتبہ کمائی سے لینا (۷) وسعت کے بقدر خوب خرچ ساتھ لینا اور (۸) رفقاء اور وہاں کے لوگوں پر دل کھول کر خرچ کرنا (۹) کرایہ کے معاملہ کو صاف کھول کر کرنا اور کرایہ دار کی پوری مراعات کرنا۔ اور (۱۰) ہر ہر مقام کی مستحب دعاؤں کو پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب آداب ہم حصہ اول "تجلیات کعبہ" میں تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں ان سب آداب کی پابندی کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کے بعض مخصوص آداب بھی ہیں ان کی پابندی سے یہ حاضری مقبول ہوگی۔ اور زیارت کے ثمرات اور انوار و برکات سے بیش از بیش منتفع ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ورنہ ع

بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

(۱) سب سے اہم اور مقدم خلوص نیت ہے۔ اس لئے کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیت اور ارادہ پر ہے اگر نیت اور ارادہ میں ذرا بھی فتور اور خرابی ہے تو تمام عمل خیر سے خالی اور ناکارہ ہے۔ جیساکہ حدیث مشہور میں ہے کہ اعمال نیت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

پس جس کی ہجرت اور ترک وطن اللہ اور رسول کے لئے ہو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے شمار ہوگی اور جس کی ہجرت اور ترک وطن میں کسی دوسرے مقصد کی آمیزش ہوگی اسی کی جانب اس کی ہجرت شمار ہوگی اور یہ ترک وطن اللہ رسول کے لئے نہ ہوگا۔

مدینہ منورہ کی حاضری سے مقصد اللہ رب العزت کی بارگاہ کا تقرب اور رضائے باری کی جستجو اور طلب ہو۔ حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ التسلیم کی خدمت بابرکت میں حاضری اس سے بڑھ کر اللہ رب العزت کے تقرب کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے؟ اور اس سے بڑھکر مولیٰ کی رضا اور خوشنودگی کا کیا باعث ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا بندہ اس کے حبیب کے دربار میں باریاب ہو اور جمالِ محمدی میں مست و سرشار رہے۔ ع

تمہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں

اسی فرطِ تعلق کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کو اللہ رب العزت نے اپنی اطاعت قرار دیا۔

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور اسی غایت یگانگت کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو اللہ رب العزت نے اپنی بیعت قرار دیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰہَ ۔ بیشک جو تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے دینا اور ان کے دامن کو پکڑ لینا اللہ رب العزت کے ساتھ غایت وابستگی اور فرطِ تعلق اور انتہائی تقرب ہے کہ اس راہ کے

علاوہ نہ بارگاہ رب العزت سے تعلق اور تقرب حاصل ہو سکتا ہے۔ اور نہ وہ مقبول اور محمود ہے۔ ~

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او

مقصد سفر محض بارگاہِ رسالت کی حاضری اور زیارت رسول ہو یا اس کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی بھی نیت کی جائے اس میں علمار امت کے مختلف اقوال ہیں بعض علمار فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی زیارت کی بھی نیت کرے اس لئے کہ متعدد احادیث میں مسجد نبوی کی جانب شد رحال اور سفر کا حکم آیا ہے اور بعض علمار فرماتے ہیں کہ صرف بارگاہِ رسالت کی حاضری مقصود ہو۔ اس لئے کہ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ "مقصد سفر صرف میری زیارت ہو" اگرچہ دوسرے مقاصد خیر کی نیت اس کے منافی نہیں لیکن پھر بھی دل کا دیگر مقاصد سے خالی ہونا اولیٰ ہے۔ اس مبارک سفر میں جہاں تک اعمال خیر کی نیت کی زیادتی ہوگی۔ اسی قدر اجر و ثواب کی زیادتی ہوگی۔ لیکن فرط تعلق اور غایت شوق اور کمالِ شیفتگی کا تقاضا یہ ہے کہ مقصد صرف جمالِ محمدی اور انوار احمدی کا دیدار اور بارگاہِ رسالت کی حاضری ہو۔ اس لئے کہ قانونِ عشق میں دوئی گوارا نہیں اور غیر کی شرکت ہر حال میں ناروا سمجھی جاتی ہے۔

(۲) مدینہ منورہ کا سفر عشق و محبت کا سفر ہے یہ شوق و اشتیاق کی وادی ہے۔ اور کوئے جانِ جاناں کی منازل ہیں اور نگاہِ نبوی کے مست دیکھوار مناظر ہیں جہاں ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ سے بوئے یار آتی ہے اور دل و دماغ کو معطر اور مست و سرشار بناتی ہے پس اس مبارک سفر کو اسی حیثیت سے انتہائی جوش و خروش اور کمالِ ذوق و شوق اور غایت رغبت و اشتیاق کے ساتھ طے کرنا چاہیے۔

ہر وقت محبوب رب العالمین کی محبت اور اللہ رب العزت کی طاعت میں مستغرق اور مشغول رہے۔ اور ہر ہر ادا سے فرحت و سرور اور نشاط و انبساط نمایاں ہو اور کسی بات پر ملال خاطر اور انقباض طبیعت نہ ہو۔ محبوب کی راہ کے کانٹوں کو گلزار سمجھے اور اس راہ کی مشکلات کو انعامات جانے اور اپنی خوش بختی پر نازاں اور فرحاں رہے ؎

سوئے ارض طیبہ کھنچا جا رہا ہوں | یہ عالم ہے جیسے اڑا جا رہا ہوں
میری آرزوں کا اب پوچھنا کیا | حضور رسشہ دوسرا جا رہا ہوں
تحیر کا عالم ہے کھویا ہوا ہوں | کھنچا جا رہا ہوں چلا جا رہا ہوں
دھڑکتا ہے سینہ نظر مضطرب ہے | کہاں اے دل مبتلا جا رہا ہوں
خدا نے سر عرش جس کو بلایا! | اسی کی کشش سے کھنچا جا رہا ہوں
قدم ڈگمگائے ہوئے پڑ رہے ہیں | میں افتاں و خیزاں چلا جا رہا ہوں
حبیب خدا کا ہے جوشش محبت | سراپا محبت بنا جا رہا ہوں

(۳) مدینہ منورہ کا سفر اللہ رب العالمین کے حبیب ور محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عالی دربار کی حاضری ہے اور اس مسافر کو منزل مقصود پر پہنچکر سرکار دوعالم سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مواجہہ شریف میں کھڑا ہونا ہے اور عرض نیاز پیش کرنی ہے۔ اس لئے اثنار سفر میں جہانتک ہوسکے عبادات اور طاعات میں مشغول رہے۔ اور حسن اخلاق اور عمدہ کردار کا بہترین نمونہ بننے کی کوشش کرتا رہے اور خوب خیر و خیرات کرکے دل سے دنیا کی محبت کا داغ مٹانے کی جدوجہد کرتا رہے اور کثرت ذکر اور فکر سے دل کی دنیا کو منور اور روشن کرنیکی فکر میں لگا رہے تاکہ انوار محمدی اور اسرار احمدی کے انعکاس اور پرتو کی قابلیت

اور صلاحیت پیدا ہو جائے اور ظلمتوں اور کدورتوں سے پاک وصاف ہو کر جمالِ محمدی اور نگاہِ نبوی کے روبرو پیش ہو۔ ع

پاک شو اول وپس دیدہ بر آن پاک انداز

؎ اور بچشم پاک توان دید چون ہلال ہر دیدہ جائے منظرِ آن ماہ پارہ نیست

(۴) اس مبارک سفر میں سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عادات اور اخلاق کو تحقیق کر کے ان کی پابندی کرے اور اسوۂ حسنہ نبوی اور سنت رسول ؐ کا پورا پورا اتباع کرے تاکہ پوری زندگی اسوۂ حسنہ کے موافق ہو جائے۔ اللہ اور رسول کی محبت اور تعلق کا واحد ذریعہ اور اصلی وسیلہ اتباع رسول ہے بغیر اتباع رسول کے کسی دولت اور منقبت سے سرفراز نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ	کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔	میرا اتباع کرو اللہ تمہیں پسند کریگا۔

پس اپنے اعمال و کردار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بن کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو۔ اسی سے بارگاہِ رسالت کی باریابی کی صلاحیت پیدا ہوگی اور دولت وصال سے سرفراز ہوگا ؎

معنی دیدار او آخر زمان حکمِ او بر خویشتن کردن روان

در جہان زی چون رسولِ انس و جان تا چو او باشی قبول انس و جان

باز خود را بین ہمیں دیدار اوست

سنتِ او سرے از اسرار اوست

(۵) اس مبارک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ کرام کے حالات کی مستند کتابیں ساتھ رکھے اور ان کو اس قدر استغراق اور انہماک کے ساتھ مطالعہ کرے کہ اس زمانہ کا سارا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔ اور قرن اول کے سارے مناظر آنکھوں کے سامنے آجائیں اور اپنی بھولی ہوئی اور چھوڑی ہوئی زندگی کی یاد تازہ ہو جائے۔ جس قدر اس دورِ اولین کی یاد تازہ ہوگی۔ اسی قدر شوق و رغبت میں افزونی ہوگی اور انوار و تجلیات سے سرفرازی ہوگی۔

انسانی زندگی جس قدر ان نقوش اولین کے مطابق ہوگی اسی قدر فائز اور کامیاب ہوگی ورنہ ہمیشہ گم گشتہ راہ رہے گی اور تباہ و برباد ہوگی۔

سیرت نبوی ؐ اور احوال صحابہ کے مطالعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی یاد تازہ ہوگی وہ پاک زندگی پیش نظر ہوگی اور اسی کا تذکرہ زبان پر ہوگا جو ایک گونہ حاضر باشی کے مرادف ہے اور فرحت وصال سے کچھ کم نہیں ع

ذکرِ حبیب کچھ کم نہیں وصلِ حبیب سے

ع دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار — جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

(۶) اس مبارک سفر میں فرائض کی ادائیگی اور حوائج و ضروریات کی انجام دہی کے بعد سارا وقت ذوق و شوق اور لطف و حلاوت اور عظمت و محبت اور نظافت و طہارت کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں گزارے کہ یہ اس زمانہ کی بہترین عبادت اور افضل ترین ذکر ہے۔

درود شریف کی کثرت کو سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ روحانی تعلق اور باطنی مناسبت پیدا کرنے میں خصوصی تاثیر ہے۔ اور کثرت سے درود شریف پڑھنے

والے پر اللہ اور رسول کے خصوصی انعامات ہوتے ہیں۔ اور مخصوص نگاہِ التفات ہوتی ہے خصوصاً بارگاہِ رسالت کی حاضری کے وقت درود شریف کی کثرت منزلِ مقصود اور حصولِ مطلوب کے لیے اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت کو محض اس کام کے لیے متعین فرمایا ہے کہ زائرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب راستہ میں صلوٰۃ و سلام پڑھیں تو یہ فرشتے بارگاہِ رسالت میں پہنچ کر عرض کریں کہ فلاں بن فلاں حضور کی زیارت کو آرہا ہے اور یہ تحفہ صلوٰۃ وسلام خدمت اقدس میں بھیجا ہے (جذب القلوب)

اس سے بڑھ کر باعث فوز و سعادت اور فلاح و کامیابی کیا ہو سکتا ہے کہ بارگاہِ رسالت میں پہنچنے سے پہلے اس کا سلام شوق پہنچتا رہے۔ اور بار بار اس کا ذکر خیر ہوتا رہے اور اس کی آمد کا انتظار اور اشتیاق ہو۔ اگرچہ افضل ترین ذکر کلام اللہ کی تلاوت ہے لیکن بارگاہِ رسالت کی حاضری کے وقت مقام کی خصوصیت اور مراد و مطلوب کے حصول کے لئے صلوٰۃ و سلام کی کثرت محبوب اور مرغوب ہے ؎

یا ربّ صلّ وسلّم دائمًا ابدًا   علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

(۷) راستہ میں عہد نبوت کی یادگاروں کا تتبع اور جستجو کر کے ان کی زیارت کرے اور وہاں نوافل پڑھے کہ یہ بھی محبت و تعلق کی علامت ہے اور شوق و رغبت کو بڑھاتا ہے۔

؎ ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا   وللناس فیما یعشقون مذاھب

کسی جگہ کا محبوب کی جانب ادنیٰ انتساب بھی عاشق صادق کی وارفتگی اور فریفتگی کے لئے کافی ہے اور یہی عشاق کا وطیرہ ہے۔ البتہ ہر جگہ اور ہر کام میں پاس شریعت اور اتباع سنت ضروری ہے اس لئے کہ شریعت اور سنت کے خلاف ہر عمل مردود ہے اور

اور قابلِ مواخذہ اور محاسبہ ہے۔

(۸) جوں جوں منازل شوق طے ہوتی جائیں اور منزلِ مقصود قریب آتی جائے اسی قدر خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری اور شوق واشتیاق اور سرور ونشاط میں زیادتی اور افزونی ہوتی جائے اور سراپا انتظار واشتیاق بن جائے ہر ہر ادا سے بیخودی اور بے قراری نمایاں ہو ؎

وعدہ وصل چوں شود نزدیک   آتش شوق تیز تر گردد

واعظم مایکون الشوق یومًا   اذا دنت الخیام من الخیام

سب سے زیادہ شوق اس دن ہوتا ہے   جب اپنے خیمے محبوب کے خیموں کے قریب ہوتے ہیں

حدیث میں آیا ہے جب زیارت کا قصد کرنے والا مدینہ منورہ کے قریب پہنچتا ہے تو فرشتے ہدایائے رحمت اور طبقہائے انوار لے کر اس کی پیشوائی کو آتے ہیں اور قسم قسم کی بشارتیں اس کو سناتے ہیں " (جذب القلوب) ؎

ہر دم از دل سرودے تازہ سر بھی زند   غالباً روز وصال یار نزدیک آمد است

پس مسافر وادیٔ عشق کو چاہیئے کہ اس وقت غافل نہ رہے اور دل کو خدا اور اس کے رسول کی عظمت وجلال سے معمور رکھے۔ اور ہر وقت خشوع باطن اور حضورِ دل کے ساتھ توبہ اور استغفار اور ذکر الٰہی اور صلوٰۃ وسلام میں مست وبے خود رہے۔

اگر خدا نخواستہ عشق ومحبت سے تہی دامن ہے اور ذوق وشوق سے خالی ہے تب بھی عاشقانہ رنگ وانداز اختیار کرے اور بہ تکلف ذوق وشوق اور خشوع وخضوع کو پیدا کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ عاشقین صادقین کی نقالی بھی

اپنا رنگ دکھلائے گی اور عشق و محبت میں رنگ دے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ؎

یا صاحبی ھذا العقیق فقف بہ　　متولہاً ان کنت لست بوالہ

اے دوست یہ وادیٔ عقیق ہے اس میں عاشق و فریفتہ بن کر ٹھیر اگرچہ تو عاشق و فریفتہ نہ ہو۔

(۹) جب مسجد ذوالحلیفہ پر پہنچے جو بیر علی پر واقع ہے تو اگر سہولت ہو تو غسل کرے اور نئے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے اور دو رکعت شکرانہ ادا کرے اللہ رب العالمین نے اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب کے دروازے تک پہنچایا۔ ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

پہلے امراء اور وزراء کا دستور تھا کہ ذوالحلیفہ میں سواری سے اتر جاتے تھے۔ اور پیدل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور یہی فرطِ شوق اور ادب و احترام کا مقتضیٰ ہے۔

ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو تشریف لے جاتے وقت یہاں قیام فرمایا شب بسر فرمائی۔ اور عصر۔ مغرب۔ عشاء۔ فجر۔ ظہر پانچ نمازیں یہاں پڑھیں اور ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ یہ بابرکت جگہ ہے۔ یہاں قیام کرو۔

(۱۰) جب شہر مدینہ منورہ کی آبادی نظر آئے تو سواری سے اتر جائے اور نہایت ادب و حرمت اور ذوق و شوق اور خشوع و خضوع کے ساتھ نیچی نگاہیں کئے ہوئے صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہوا پا پیادہ چلے کہ جس راہ میں آنکھوں کے بل چلنا بھی بے ادبی سے خالی نہیں اس راستہ کو عظمت اور لاپرائی کے ساتھ طے کرنا سخت محرومی ہے۔ ؎

لو جئتکم قاصداً اسعی علی بصری   لم اقض حقاً وای الحق ادیت

اگر میں تمہارے پاس آنکھوں کے بل آؤں تب بھی حق ادب ادا نہ کیا اور میں نے کونسا حق ادا کیا ہے۔

ہر ہر قدم پر اس کا دھیان رکھے کہ یہ وہ مقدس زمین ہے جس پر حبیب رب العالمین اور صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے قدم مبارک پڑے ہیں۔

امام مالک رض کبھی مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہیں ہوئے اور فرماتے تھے مجھے شرم معلوم ہوتی ہے کہ جس سرزمین پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے ہوں میں اس کو اپنی سواری سے روندوں اور یہی فرط محبت اور حسن ادب کا تقاضا ہے ؎

ولما رأینا رسم من لم یدع لنا   فواداً لعرفان الرسوم ولا لباً

نزلنا عن الاکوار نمشی کرامۃً   لمن بان عنہ ان نلم بہ رکباً

(ترجمہ) جب ہم نے اس محبوب کے شہر کے نشانات دیکھے جس نے نشانات کو پہچاننے کے لئے نہ ہمارے پاس دل چھوڑا اور نہ عقل چھوڑی تو ہم سواریوں سے اتر پڑے اور اس کے اعزاز و اکرام میں پیدل چلنے لگے اس لئے کہ اس کے پاس سوار ہو کر جانا اس کی شان کے خلاف تھا۔ ؎

واذا المطی بنا بلغن محمداً   فظھور ھن علی رجال حرام

اور جب سواریاں بارگاہِ محمدی تک پہنچا دیں تو اب انکی پیٹھیں ان کے سواروں پر حرام ہیں

(۱۱) جب گنبدِ خضراء پر نظر پڑے تو فرطِ محبت اور جذبہ شوق میں بے خود و حیران ہو جائے اور دل بیتاب کو یارائے صبر و قرار جاتا رہے۔ اور خشوع و خضوع اور عظمت و

حرمت کے ساتھ صلوٰۃ و سلام زبان پر جاری ہو جائے ؎

گو طاقت آنم کہ بایں جاذبہ شوق !   رخسار ترا بینم و بے تاب نگردم

چنیں کہ رقصاں کناں گرم میرود مجنوں   مگر ز دور نگاہش بمحمل افتاد است

دل غمزدہ کیوں نہ مسرور ہوگا   جو پیش نظر قبۂ نور ہوگا

یہ دل نور حضرت سے معمور ہوگا   یہ سینہ میرا وادی طور ہوگا

وہاں جا رہا ہوں خدا کے کرم سے   جہاں ہر طرف نور ہی نور ہوگا

کروں گا میں نظارہ اس آستاں کا   جو نور تجلی سے معمور ہوگا

خوشی کے سوا کچھ نہ ہوگا نظر میں   کہ دل سے غم و رنج سب دور ہوگا

عجب شئے ہے دیدار کی بیخودی بھی   ہر ایک بے پیئے مست و مخمور ہوگا

نظر آئے گا دور سے جب وہ گنبد   تو کیا حال اے قلب مہجور ہوگا

هذی قباب هذی یثرب   ابشر فقد حصل المنی والمطلب

یہ قبہ مبارک ہے یہ مدینہ منورہ ہے   خوش ہو کہ مراد اور مطلوب حاصل ہوگیا

ابشر فقد حصل التواصل وانقضی   زمن الجفاء والوقت وقت طیب

خوش ہو کہ وصال حاصل ہوگیا اور مہجوری کا زمانہ گذر گیا اور وقت کیا ہی اچھا وقت ہے

والریح قد اهدت لنا من طیبه   عرفا کنشر المسک بل هو اطیب

اور ہوا نے مدینہ سے ایک مشک جیسی خوشبو پہنچائی ہے بلکہ وہ مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے

ادخل بحجرة احمد فبابه   بادی الفقیر ویستجیر المذنب

بارگاہِ محمدی میں حاضر ہو جا کہ اس بارگاہ میں فقیر کو ٹھکانا ملتا ہے اور گنہگار کو پناہ ملتی ہے۔

قرب الدیار یزید شوق الواله   لا سیما ان لاح نور جماله

محبوب کے آستانہ کا قریب آجانا عاشق حیران کے شوق کو بڑھاتا ہے خصوصاً جب اس کا نور جمال ہویدا ہو

او بشر الهادی بان لاح اللقاء   او بدت علی بعد رؤس جباله

یا خوشخبری سنائے کہ ملاقات کا وقت آگیا۔ یا دور سے وہاں کے پہاڑوں کی چوٹیاں دکھلائی دینے لگیں

فهناک عیل الصبر عن ذی صبرة   وبدا الذی یخفیه من احواله

اسوقت جاتا رہے گا صبر و قرار ہر صبر والے کا اور ظاہر ہو جائے گا وہ حال عشق جسکو چھپا رکھا تھا۔

---

(۱۲) جب حرم مدینہ میں داخل ہو تو خشوع قلب اور حضور باطن کے ساتھ عظمت و محبت سے صلوٰۃ و سلام پڑھے اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ لِيْ وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ نَبِيِّكَ مَا رَزَقْتَهٗ اَوْلِيَائَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِ

الٰہی یہ تیرے رسول کا حرم ہے تو اس کو میرے لئے آگ سے حفاظت بنا اور عذاب اور برے حساب سے پناہ بنا۔ الٰہی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے اور اپنے نبی کی زیارت سے وہ عطا کر جو اپنے خاص بندوں اور فرمانبرداروں کو عطا کرتا ہے اور میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرمالے وہ ذات جو ہر سوال کئے گئے سے بہتر ہے۔

یہ اس بارگاہِ عالی کی ثنا شہر ہے جس پر کل کائنات نثار ہے حرم خداوندی کے بعد

جو کچھ رتبہ ہے وہ حرم رسول کا ہے اس لئے کہ بارگاہِ رب العزت میں حبیب رب العالمین علیہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے زیادہ کوئی دوسرا مقرب وممتاز نہیں۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ رب العالمین کا اپنے بندہ مسکین پر بڑا کرم وفضل اور لطف عظیم ہے کہ اس نے اپنے حبیب کی چوکھٹ تک پہنچایا اور اپنے بندے کو اپنے حبیب کے دربار تک پہنچایا ؎

جو کچھ ہوا تیرے کرم سے ہوا　　　جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

پس شکر وامتنان کے جذبات سے لبریز ہو۔ اور اس عالی بارگاہ کی عظمت وجلال اور عزت واحترام اور تبرک واحتشام سے لرزاں اور ترساں ہو اور اس نعمتِ جلیلہ اور سعادت سرمدیہ کے حصول پر شاداں اور فرحاں ہو ؎

چند روز سعادت حبذا روز وصال　　　باغ من گل می کند امروز بعد از چند سال

(۱۳) شہر مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے، مسواک کرے اور کپڑے بدلے اگر سفید کپڑے ہوں تو اچھا ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید کپڑے مرغوب اور محبوب تھے۔ اور خوشبو لگائے اور پاک وصاف ہو کر سکون ووقار اور ادب واحترام کے ساتھ نیچی نگاہیں کئے ہوئے ہیبت وسکینت کے ساتھ بارگاہِ عالی کی جانب روانہ ہو۔

یہ وہ بارگاہ عالی ہے جہاں جبرئیل امین آتے تھے۔ اور فرشتے اس عتبہ عالیہ پر باادب حاضر ہوتے تھے۔ اور عالم میں خیر وبرکت اور رشد وہدایت اور فضل ورحمت اسی بارگاہ سے عطا ہوئی اور اسی بارگاہ سے عطا ہو رہی ہے اور ہمیشہ عطا ہوتی رہے گی

ہر گل و سبزہ کہ در باغ نمودے دارد　　　آخر اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

۵

ارض مشیٰ جبرئیل فی عرصاتہا　　　واللہ شرف ارضہا وسمائہا

یہ وہ پاک سرزمین ہے جس کے صحن میں جبرئیل پھرے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس زمین اور آسمان کو شرف عطا فرمایا۔

اس لباس کی تبدیلی سے مقصد تفاخر اور خودنمائی اور آرائش و زیبائش نہ ہو بلکہ اس عالی مقام کا ادب واحترام پیش نظر ہو اور ہر ہر ادا سے تواضع اور عاجزی اور انکساری اور سکون و وقار ظاہر ہو۔

قبیلہ عبد قیس کا وفد جب بارگاہِ محمدی میں حاضر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے دیکھ کر سب لوگ شوق و اضطراب میں اونٹوں سے کود پڑے اور اونٹ چھوڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دوڑ پڑے لیکن وفد کے رئیس منذر بن عائذ جو شیخ عبد قیس تھے وہ اونٹوں کے ساتھ قیام گاہ پر پہنچے اپنا اور ساتھیوں کا سامان اتار کر احتیاط سے رکھا پھر غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے اور آہستہ آہستہ وقار کے ساتھ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اول دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی اور دعا کی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ ادا پسند آئی اور ارشاد فرمایا: "تم میں دو خصلت ایسی ہیں جو اللہ جل شانہٗ کو پسند ہیں ایک حلم و بردباری دوسرے وقار"۔ (فضائل حج)

(۱۴) جب شہر مدینہ منورہ میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے۔ (جذب القلوب۔ وفاء الوفاء)۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔

اللہ کے نام کے ساتھ جو اللہ چاہے نہیں قوت مگر صرف اللہ کے ساتھ۔ پروردگار داخل کر مجھ کو سچائی کی جگہ اور نکال مجھ کو سچائی کی جگہ اور میرے لئے اپنے پاس سے زبردست مددگار کر دے۔

حَسْبِیَ اللّٰهُ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

مجھے اللہ کافی ہے۔ میں اللہ پر ایمان لایا اللہ پر اعتماد و بھروسہ کیا نہیں ہے کوئی طاقت و قوت مگر صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّآئِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا اِلَیْکَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ بَطَرًا وَّلَا رِیَآءً وَّلَا سُمْعَةً خَرَجْتُ اتِّقَآءَ سَخَطِکَ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِکَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُبْعِدَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔

الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سائلوں کے حق کی طفیل اور میری اس راہ پر چلنے کے طفیل میں نافرمانی اور نام و نمود کے لیے نہیں نکلا بلکہ تیرے غضب کو بچنے اور تیری رضا اور خوشنودی کی طلب اور جستجو میں نکلا ہوں تیرے سے یہی سوال ہے کہ مجھے جہنم کی آگ سے دور کردے اور میرے تمام گناہوں کی مغفرت فرمادے تیرے سوا کون گناہوں کی مغفرت کرسکتا ہے۔

اس دعا کے معنی اور مفہوم کو خوب سمجھ کر دل نشین کرے یہ اول قدم پر خلوص نیت کی تجدید اور مقصد حقیقی کی تعیین اور توثیق ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "جو شخص مسجد میں جاتے وقت اس دعا کو پڑھے تو حق تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتے ہیں جو اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور اللہ رب العزت اس کی جانب خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔" (جذب القلوب فارالمحبوب)

(۱۵) شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو کہ وفور شوق اور فرط اضطراب کا تقاضا یہی ہے کہ سب سے پہلے مقصود و مطلوب تک پہنچے اور بارگاہِ محمدی کی حاضری سے سرفراز ہو۔ البتہ اگر سامان یا مستورات کی مجبوری ہو دل جمعی اور اطمینان خاطر نہ ہو تو پہلے ان ضروریات کو پورا کرے پھر فراغ قلب اور اطمینان خاطر کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو۔ اس لئے کہ فراغ قلب اور اطمینان خاطر کے بغیر حاضری حضوری نہیں۔ بلکہ دوری ہے۔ اصل شے توجہ تام اور حضور قلب ہے جب وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ع

دوران باخبر به از نزدیکاں بے خبر

غرض اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ حضورِ قلب اور اطمینان خاطر کے ساتھ پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو پھر دیگر ضروریات میں مشغول ہو۔ احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس تشریف لاتے اول مسجد میں تشریف لے جاتے پھر دیگر مشاغل میں مصروف ہوتے تھے۔

عورتوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ پردہ کی رعایت رکھیں اور رات کی اندھیری میں جمال محمدی اور انوار احمدی سے سرفراز ہوں اور بارگاہِ رسالت میں باریاب ہوں۔

(۱۶) مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے اہل مدینہ اور پاسبانِ بارگاہِ محمدیؐ پر

حسب توفیق سیم وزر اور مال و دولت نثار اور قربان کرے جس سے مقصود اللہ اور رسول کی رضا اور خوشنودگی اور بارگاہِ رسالت میں ایصال ثواب ہو۔ اس لئے کہ محبت و تعلق کا اولین تقاضا یہ ہوتا ہے کہ محبوب پر جان و مال سب کچھ نثار کر دیا جائے۔

بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی باریابی وہ نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ ہے کہ اس کے حصول سے پہلے دل کو دنیا کی محبت سے خالی کر دینا اور سیم وزر کی کدورت اور ظلمت سے پاک و صاف ہو جانا ازبس ضروری ہے۔ اسی لیے ابتداءً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں حاضر ہونے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کرنا واجب تھا۔ اور مسلمانوں کو حکم تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (سورۃ مجادلہ)

اے ایمان والو جب گفتگو کرو تم رسول سے تو اپنی بات چیت سے پہلے کچھ خیرات کر دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہترائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ پس اگر تم میں اس کی قدرت نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حکم ربانی سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ نبوی میں حاضری سے قبل کچھ صدقہ و خیرات کر دینا۔ خیر و برکت اور طہارت و نظافت کا ذریعہ ہے۔ یہ حکم ابتداءِ اسلام میں تھا اور سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اس کی تعمیل فرمائی۔ فرماتے ہیں میرے پاس ایک دینار تھا اس کو بھنا کر رکھ لیا جب بھی بارگاہِ محمدی میں حاضر ہوتا ایک درہم خیرات کر دیتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اگرچہ بعد میں اس حکم کا وجوب منسوخ ہو گیا

لیکن اس کا استحباب اور استحسان اپنی جگہ پر باقی ہے۔ (جذب القلوب)

(۱۷) خوش نصیب باقبال مسافر منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ اور اس بارگاہِ عالی میں باریاب ہے۔ جو اللہ رب العالمین کے حبیب اور محبوب کا دربار ہے یہاں سے عبد و معبود میں نامہ و پیام ہوتے تھے۔ اس آستانہ عالی پر حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام حکم ربانی لاتے تھے۔ جاں نثار صحابہ کرام ہر وقت حاضر باش رہتے تھے۔ اور احکام ربانی کی ہر وقت پوری پوری تعمیل ہوتی تھی۔ یہاں انسانیت کی پرورش ہوئی اور اوج کمال تک پہنچی۔ یہاں وہ ذاتِ اقدس جلوہ فرما ہے جو ساری مخلوقات اور کل کائنات اور فرشتوں تک سے افضل و اعلیٰ ہے۔ تمام انبیاء کرام اور رسولوں کی سردار اور سرتاج ہے۔ اور تمام مخلوقات کے لئے سراسر رحمت اور نعمت ہے۔ یہاں کا باریاب ہمیشہ بامراد اور کامیاب اور سرفراز ہے اور نظرِ کرم کا خواستگار کبھی محروم نہیں ہوتا ؎

حاشا ان یحرم الراجی مکارمہ　　　او یرجع الجار منہ غیر محترم

(ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ ان کی عنایات کا امیدوار محروم ہو یا ان کا پڑوسی بے عزو احترام کے واپس ہو۔)

لیکن شرط یہ ہے کہ اس بارگاہ کا ادب و احترام اس کے شایانِ شان ہو اور سراپا عجز و انکساری مجسمہ خشوع و خضوع ہو اور ہر وقت اس عالی مقام کی عظمت و شوکت اور ہیبت و جلال کا پورا پورا استحضار ہو جس قدر یہ استحضار ہوگا اسی قدر انوار و تجلیات سے بہرہ اندوز اور سرفراز ہوگا۔

(۱۸) باادب باتمیز اور باخبر ہوشیار اپنی بد اعمالی پر نادم و شرمسار اور اللہ رسولؐ

کی محبت و تعلق میں مست سرشار مسجد نبوی کے دروازے پر حاضر ہو ۔

خموش باش کہ ایں بارگاہِ سلطان است ... بہ ہوش باش کہ ایں جاست عرضِ شوقِ نگاہ

گناہ گارم و برگشتہ کائنات زمن ... سوائے دامنِ پاک تو نیست جائے پناہ

بہتر یہ ہے کہ باب جبرئیل سے داخل ہو اس لئے کہ ازواج مطہرات کے حجرہ مبارک اس جانب ہونے کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر اسی جانب سے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اگر کسی دوسرے دروازے سے حاضر ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ دروازہ مسجد پر ٹھیر کر ہوش وحواس اور دل و دماغ کو پھر راست کرے۔ یہ وقفہ بارگاہ نبوی میں حاضری کی اجازت طلبی کے مرادف ہے۔

مسجد میں اول داہنا پیر رکھے اور یہ دعا پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَبِنُوْرِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

پناہ مانگتا ہوں اللہ بزرگ و برتر اور اسکے وجہ کریم اور نور قدیم کے واسطہ سے شیطان مردود سے۔ اللہ کے نام سے اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور نہیں طاقت و قوت مگر اللہ کے ساتھ جو کچھ بھی اللہ چاہے نہیں قوت مگر اسی کے ساتھ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

الٰہی رحمت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے بندہ اور رسول ہیں اور ان کے آل و اصحاب پر اور سلام پہنچا بکثرت سلام۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَرَبِّ وَفِّقْنِيْ وَسَدِّدْنِيْ وَاَصْلِحْنِيْ وَاَعِنِّيْ عَلٰى مَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ وَمُنَّ عَلَيَّ بِحُسْنِ الْاَدَبِ فِيْ هٰذِهِ الْحَضْرَةِ الشَّرِيْفَةِ ۔

الٰہی بخشدے میرے گناہوں کو اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے پروردگار مجھے توفیق عطا فرما مجھے راہ راست پر کردے اور میری اصلاح فرمادے۔ اور ان امور میں میری مدد فرما جو تجھ کو میرے سے راضی کردیں اور آسان فرما مجھ پر اس مبارک حاضری کے حسن ادب کو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۔

سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ سلامتی ہو ہم پر بھی اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی۔

پھر جب بھی مسجد میں داخل ہو یا مسجد سے باہر نکلے تو یہ دعا پڑھے۔ البتہ نکلنے کے وقت بجائے اِفْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اِفْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ پڑھے (وفاء) اگر پوری دعا یاد نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور پڑھے (جذب القلوب)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے واسطہ سے اللہ کے نام کے ساتھ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ پروردگار میرے گناہوں کو بخشدے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے

حدیث میں آیا ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھے۔ (جذب القلوب)

(۱۹) مسجد میں داخل ہونے کے وقت جب تک بھی مسجد میں قیام رہے اعتکاف کی نیت کرلے تاکہ مزید منقبت اور فضیلت سے سرفراز ہو اور جب بھی مسجد میں داخل ہوا کرے اعتکاف کی نیت کرلیا کرے۔ بظاہر بات معمولی ہے لیکن اس کی بڑی تاثیر ہے اور بے محنت و مشقت ایک نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ حاصل ہوتی ہے۔

(۲۰) مسجد نبوی میں داخل ہو کر وہاں کی ظاہری زینت اور آرائش و زیبائش میں مشغول نہ ہو بلکہ کمال عجز و انکساری اور ہیبت و وقار اور فرح و نشاط اور ادب احترام کے ساتھ نیچی نگاہیں کئے ہوئے خشوع خضوع عظمت و محبت اور ہیبت و جلال کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہوا روضہ جنت میں داخل ہو۔

روضہ جنت مسجد نبوی کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو قبر مبارک اور منبر نبوی کے درمیان ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان روضہ ہے ریاض جنت سے یعنی یہ حصہ دنیا کا حصہ نہیں بلکہ باغات جنت کا ایک چھوٹا سا باغیچہ ہے ؎

یہ منبر یہ مسجد یہ روضہ یہ گنبد ہے فردوس ہر یادگار مدینہ
وہاں کی زمین عرش سے بھی ہے اعلیٰ جہاں دفن ہیں تاجدار مدینہ

(۲۱) روضہ جنت میں داخل ہو کر منبر کو داہنی جانب کر کے محراب نبوی کے قریب دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے پہلی رکعت میں قل یا اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھے۔ پچھلی سورت میں شرک و کفر سے انکار ہے اور دوسری سورت میں

اللہ رب العزت کی یکتائی اور ذات و صفات کا اقرار ہے جو اس مقام عالی کے شایان شان ہے۔

اگر وقت مکروہ ہو یا فرض جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔ اور اگر جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے اسی میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی۔

تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرے اپنی بداعمالیوں پر نادم و شرمسار ہو اور اللہ رب العزت سے اس حبیب و محبوب بارگاہ کے شایان شان ادب و احترام اور عزو احترام کی توفیق طلب کرے پھر اس نعمت عظمٰی اور سعادت کبریٰ کے حاصل ہونے پر سجدۂ شکر ادا کرے ؂

کہاں میں اور کہاں یہ باغِ جنت　　　کہاں سے کس جگہ لایا گیا ہوں

؂ جو کچھ ہوا ترے کرم سے ہوا　　　جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

مسجد نبوی میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کا پڑھنا بارگاہِ نبوی کی زیارت سے مقدم ہے اس لئے کہ یہ اللہ رب العزت کا حق ہے جو رسول کے حق سے مقدم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سفر سے آیا تھا بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے دریافت فرمایا کیا تحیۃ المسجد پڑھ لی؟" میں نے عرض کیا نہیں۔ حکم فرمایا: "پہلے تحیۃ المسجد پڑھو پھر میرے پاس آؤ۔" (فضائل حج)

بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے سے پہلے بارگاہِ رب العالمین میں سربسجود ہونا درحقیقت رسول ؐ کے دربار کی حاضری سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جانا ہے۔

جو بندگی کا اصلی تقاضا ہے۔

زیارت کا طریقہ

~~~
غربتے گر روی بشہر و دیار — روے در مسجد مصفا کن
دوست را گر نمی توانی دید — خانہ دوست را تماشا کن
~~~

تحیۃ المسجد سے فارغ ہونے کے بعد پوری توجہ اور رحمت اور حضور قلب اور فراغ باطن کے ساتھ غایت ادب و احترام سے نیچی نگاہ کیے فرط۔ شوق میں مست و سرشار اور اپنی خطاؤں پر نادم و شرمسار قبلہ کی جانب سے مواجہہ شریف میں حاضر ہو۔ اور جالیوں سے دو تین ہاتھ فاصلہ پر روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے چہرہ انور اور جمال جہاں آرا کے سامنے کھڑا ہو جس کی شناخت کے لئے جالیوں[1] میں جھروکے بنا دیے گئے ہیں۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام فرما اور جلوہ فرما یقین کرتے ہوئے نرم آواز سے عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔	اے اللہ کے رسول تم پر سلام
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ۔	اے اللہ کی مخلوق کے بہتر تم پر سلام
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔	اے اللہ کے حبیب تم پر سلام

---

[1] جالیوں میں شناخت کے لئے تین شباک (جھروکے) بنا دیے گئے ہیں مسجد نبوی کی جانب پہلا جھروکہ چہرہ انور اطہر کے سامنے ہے اور دوسرا صدیق اکبر رض کے سامنے ہے اور تیسرا فاروق اعظم رض کے سامنے ہے پس سلام کرتے وقت ان کے سامنے کھڑا ہو۔ ۱۲ منہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اے بنی آدم کے سردار تم پر سلام یا نبی تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات نازل ہوں۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اے اللہ کے رسول میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور اقرار کرتا ہوں بیشک آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰى نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ

میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ نے رسالت (پیامِ خدا) کو پہنچا دیا۔ اور خدا کی امانت کو ادا کر دیا اور امت کو راہ راست دکھلایا اور گمراہی کو مٹایا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ جو ہر اس جزا سے افضل اعلیٰ ہو جو کسی نبی کو اس کی امت کی جانب سے عطا کی گئی۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ لِسَيِّدِنَا عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدِنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ

الٰہی عطا فرما ہمارے سردار اپنے بندے اور اپنے رسول کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند درجات۔ اور پہنچا ان کو اس مقام محمود اور ممتاز پر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ - وَاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ اِنَّكَ سُبْحَانَكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ -

بلاشک تو وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ اور اتار ان کو اپنے قریب ترین منزل میں بلاشک تو پاک ہے بڑے فضل والا ہے۔

اگر فرطِ شوق اور جذبہ محبت کا تقاضا ہو تو ان الفاظ میں زیادتی بھی کر سکتا ہے اور اگر رعب اور ہیبت اور وارفتگی میں یہ الفاظ بھی ادا نہ ہو سکیں تو ان کو مختصر کردے اور صرف اس قدر عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ -

اصل مقصود ذوق و شوق اور حلاوت و لطافت اور حضورِ قلب اور توجہ تام ہے اسی لئے سلف صالحین کا مختلف دستور رہا ہے۔ بعض فرطِ ذوق اور شوق واشتیاق میں مختلف الفاظ کے ساتھ طویل سلام پڑھتے تھے اور بعض حسن ادب اور رعب و ہیبت کی وجہ سے مختصر سلام عرض کرتے تھے۔

سمجھ بوجھ اور ہوش وحواس کے ساتھ جس قدر بھی معروض میں زیادتی ہوگی اسی قدر اچھا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزِ حشر ان کی تمام معروضات کی شہادت اور گواہی دیں گے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

مَن زارنی کنت لہ شہیداً اَوْشفیعاً یوم القیامۃ - (البحر العمیق)

جس نے میری زیارت کی میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔

پس رسولِ خدا کے روبرو جس قدر ایمانی اور محبت و تعلق کی باتوں کا اعتراف و اقرار زیادہ ہوگا اسی قدر ان امور پر شہادت مستحکم ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ سلام کے

الفاظ کے معنی اور مطلب کو خوب سمجھ کر ذہن نشین کرے۔ طوطے کی طرح محض الفاظ یاد نہ کرے۔

بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرنے کے بعد آپ کے ذریعہ اور واسطہ سے بارگاہِ ربّ العزت میں دینِ اسلام پر استقامت کی دعا مانگے اور آپ کی شفاعت اور سفارش کا طالب گار اور خواستگار رہے۔ اور ادب و حرمت لجاجت اور خوشامد کے ساتھ عرض کرے۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى اللّٰهِ فِيْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ۔

یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کے ذریعہ اللہ ربّ العزت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میں حالتِ اسلام میں آپ کی ملت اور طریقہ پر وفات پاؤں۔

حنابلہ کے مشہور عالم اور محدث نے اپنی کتاب مغنی میں لکھا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ شفاعت کی درخواست پیش کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ وَقَدْ اَتَيْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِّنْ ذُنُوْبِيْ مُسْتَشْفِعًا بِكَ اِلٰى رَبِّيْ

الٰہی تو نے فرمایا ہے اور تیرا فرمان حق ہے "اور اگر وہ ظلم کریں اپنے نفسوں پر اور آئیں تمہارے پاس اور مغفرت طلب کریں اللہ سے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرے تو پائیں گے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا" اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اپنے گناہوں کی مغفرت طلب

فَاَسْئَلُكَ یَا رَبِّ اَنْ تُوْجِبَ لِیَ الْمَغْفِرَةَ كَمَا اَوْجَبْتَهَا لِمَنْ اَتَاهُ فِیْ حَیَاتِهٖ۔

(فضائل عن المغنی)

کرتا ہوں اور آپ کو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سفارشی بناتا ہوں۔ پروردگار تجھ سے سوال کرتا ہوں تو میرے لئے مغفرت کو ایسا ہی لازم کردے جیسا ان لوگوں کے لیے لازم کیا جنھوں نے رسول کی حیات میں زیارت کی۔

اگر کسی نے بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا ہو اور شفاعت کی درخواست کی ہو اس کا سلام اس طرح پہنچائے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ

آپ کا بڑا کرم ہوگا اگر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مجھ سیاہ کار خطاکار دور افتادہ غلام کا سلام بھی پہنچا دیں اور یہ عرض کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اِحْتِشَامِ الْحَسَنِ بْنِ رُؤْفِ الْحَسَنِ الْکَانْدِھْلَوِیْ یَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ وَیَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ یَّمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ۔

بارگاہِ رسالت میں سلام اور عرض مدعا کے بعد بقدر ایک ہاتھ کے داہنی طرف ہٹے اور خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَثَانِیَهٗ فِی الْغَارِ وَرَفِیْقَهٗ فِی الْاَسْفَارِ وَاَمِیْنَهٗ عَلَی الْاَسْرَارِ اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَیْرًا۔ پھر بقدر ایک ہاتھ اور ہٹ کر خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ

اس طرح سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقَ الَّذِيْ أَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ وَإِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ مَرْضِيًّا حَيًّا وَمَيِّتًا جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْرًا۔

پھر ان دونوں شیخین وزیرین رضی اللہ عنہما کے درمیان کھڑا ہوا ان دونوں صاحبین رسول کو بارگاہِ رسالت میں اپنا سفارشی اور معین و مددگار بنائے اور ان کے ذریعہ سے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درخواست پیش کرے اور عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفِيْقَيْهِ وَوَزِيْرَيْهِ جَزَاكُمَا اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَدْعُوَ لَنَا رَبَّنَا أَنْ يُحْيِيَنَا عَلٰى مِلَّتِهِ وَسُنَّتِهِ وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهِ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

سلام تم پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحبین اور رفقاء اور وزراء۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ ہم تمہارے پاس آئے ہیں تاکہ تمہارے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست پیش کریں کہ حضور اقدس ہماری سفارش فرمادیں اور ہمارے لئے ہمارے پروردگار سے یہ دعا کریں کہ ہمیں آپ کی ملت اور سنت پر زندہ رکھے اور استقامت بخشے۔ اور ہمارا اور تمام مسلمانوں کا آپ کی جماعت کے ساتھ حشر فرمادے۔

اصل مقصد سفارش کی درخواست ہے اس کے ضمن میں دوبارہ سلام بھی آگیا۔

پھر آگے کو بڑھ کر مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر اپنے لئے اور اپنے اعزا اور احباب اور تمام مسلمانوں کے لئے خوب دعا مانگے اور مجھ خطا کار کو بھی اپنی دعواتِ صالحہ میں فراموش نہ کرے ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ۔۔۔ تو نیز یاد آر حریفانِ بادہ پیماں را

پھر دوبارہ روضہ جنت میں آکر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو محراب نبوی کے نزدیک دو رکعت نفل ادا کرے۔ اور دیگر مشہور اور متبرک ستونوں کے پاس نوافل پڑھے جن کا بیان آئندہ آتا ہے۔ اور خشوع و خضوع عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا اور درود اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو۔ اور شکر گذار ہو کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کی بارگاہ عالی میں باریاب کیا ؎

نازم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ است ۔۔۔ افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دستِ خویش را ۔۔۔ کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

تنبیہات!

(۱) اس مقدس بارگاہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کتاب اور سنت رسول اللہ کا پورا پورا اتباع کرے کوئی بدعت اور خلاف شرع کام ہرگز ہرگز صادر نہ ہو۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی اور مجلس میں پہنچ کر بھی کوئی کام خلافِ شریعت کرنا سخت ترین جرات اور بدترین جرم ہے۔ کتاب و سنت کا اتباع ہر وقت اور ہر جگہ ضروری ہے۔ اور یہی اسلام و ایمان کا اصلی تقاضا ہے۔ اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی فلاح و بہبود وابستہ ہے۔ بارگاہ نبوی میں پہنچ کر بھی اس تقاضے کو پورا نہ کرنا سراسر خسران اور ہلاکت ہے۔

پس روضہ اطہر کے سامنے جھکنا یا سجدہ کرنا یا روضہ اطہر کا طواف کرنا۔ یا روضہ مقدسہ کے گوشوں کو چومنا یہ سب ممنوع ہیں اور کعبۃ اللہ کی خصوصیات ہیں جو کسی دوسری جگہ روا نہیں۔ اور نہ شریعت سے ان کی اجازت ہے۔ ایسا کرنا رسول کی محبت نہیں بلکہ کھلی مخالفت ہے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جاہلوں کے فعل کا اتباع نہ کرے چاہے وہ صورت سے مشائخ معلوم ہوتے ہوں۔ نہ قبر اطہر کے سامنے جھکے نہ زمین کو بوسہ دے اور نہ قبر اطہر کی طرف منہ کرکے اس نیت سے کہ ادھر قبر اطہر ہے نماز پڑھے۔ اگر قبر اطہر کی تعظیم کے لحاظ سے اس طرف منہ کرکے نماز پڑھے گا تو اس کے کفر کا اندیشہ ہے البتہ حجرہ مبارک کی پشت کی جانب چونکہ دیوار حائل ہے اس لئے اگر قبر اطہر کا ارادہ کئے بغیر نماز پڑھ لے تو جائز ہے۔ (فضائل حج)

(۲) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کی مجلس مبارک جس آداب کی مقتضی تھی مسجد نبوی اور روضہ اطہر پر ان تمام آداب کی اب بھی پوری پوری رعایت رکھے۔ اور اس تصور سے غافل نہ ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آرام فرما ہیں اور اس کے اعمال و حرکات سے باخبر ہیں۔

پس سلام پڑھتے وقت شور و شغب ہرگز نہ کرے اور نہ زور سے چلائے بلکہ ایسی معتدل اور متوسط آواز سے سلام عرض کرے کہ روضہ اطہر تک پہنچ جائے۔ ایسے ہی مسجد نبوی میں شور و شغب سے بچے اور بات چیت میں احتیاط کرے اگر کسی سے مجبوراً بات کرنی پڑے تو نہایت آہستہ کرے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

اے ایمان والو مت بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر اور نہ آپ سے ایسے زور کر بات کرو جیسا باہم ایک دوسرے سے کرتے ہو مبادا اس سے تمہارے سابقہ اعمال برباد ہو جائیں اور تمکو خبر بھی نہ ہو۔

ارشادربانی سے معلوم ہوا کہ مجلس نبوی میں بلند آواز سے گفتگو کرنا سوء ادبی ہے جس کی سزا میں تمام سابقہ نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور یہ حکم اور یہ سزا ہمیشہ کے لیئے ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے "حضرت سائب کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے میرے کنکری ماری میں نے ادھر دیکھا تو وہ امیر المومنین عمر فاروق تھے۔ انہوں نے مجھے اشارہ سے بلایا۔ (اور حسن ادب کی وجہ سے آواز نہ دی) پھر فرمایا "یہ دو آدمی جو بات کر رہے ہیں ان کو بلا کر لاؤ" میں ان کو بلا کر حضرت عمرؓ کے پاس لایا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو دریافت فرمایا "تم کہاں کے رہنے والے ہو؟" انہوں نے عرض کیا "ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو تمہیں مزہ چکھاتا تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بلند آواز سے بول رہے ہو؟"

بعض دیگر روایات میں ہے کہ اگر تم اس شہر کے باشندے ہوتے تو اس قدر کوڑے مارتا کہ تمام بدن درد کرنے لگتا۔ اب گویا اجنبی اور دوسرے شہر کا

ہونے کی وجہ سے تمہیں معاف کیا۔ اور تمہاری ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر تمہیں معذور سمجھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کہیں قریب کیل میخ وغیرہ ٹھوکنے کی آواز سنتی تو آدمی بھیج کر ان کو منع فرماتی کہ زور سے نہ ٹھوکو۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف اور اذیت کا خیال رکھو۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے مکان کے لئے کواڑ بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو کواڑ بنانے والوں کو حکم فرمایا کہ شہر کے باہر بقیع میں کواڑ بنا کر لائیں تاکہ ان کے بنانے کا شور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچے۔ (فضائل حج)

صحابہ کرام جو حکم ربانی کے اصل مخاطب اور شناسا تھے انہوں نے اس حکم کو عام رکھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی آپ کی مجلس کا وہی ادب و احترام کیا جو آپ کی مقدس زندگی میں تھا۔ اور یہی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔

(۳) اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان سے اپنے خطا کار بندہ کو اپنے حبیب پاک کی مجلس اور حضور میں پہنچا دیا جہاں رحمت ہی رحمت ہے اور شفقت ہی شفقت ہے۔ اور جمال ہی جمال ہے۔ اس لئے فرصت وقت کو غنیمت جانے اور اس نعمت و سعادت کی قدردانی کرے اور مجلس نبوی کی ایک لمحہ حضوری کو حاصل زندگانی اور فیض جاودانی اور نور سرمدی جانے ؎

ہر وقتِ خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

اگر خدانخواستہ اس بارگاہِ عالی میں کوئی بات بھی بے عقلی بے ادبی بے توجہی اور اعراض کی پائی گئی تو پھر اس بارگاہ کے راندہ ہوئے کو کہیں ٹھکانا نہیں پس نظرِ رحمت و شفقت کا ہر وقت خواہاں اور جویاں رہے۔ اور نگاہِ عتاب سے ہر وقت لرزاں اور ترساں رہے ؎

اندر عملم آنچہ ترا شاید نیست　　　اندر کرمت آنچہ مرا باید ہست

محبت و عظمت کے ساتھ درود شریف کی کثرت اس مقدس مقام کا خصوصی وظیفہ اور عالی مشغلہ ہے۔ اور نگاہِ لطف و کرم کا اعلیٰ وسیلہ اور ذریعہ ہے ؎

یا رب صل وسلم دائما ابدا　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

امام جمہور علمائے محققین بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اپنی امت کو دیکھتے ہیں۔ اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں اور ان کے ارادوں اور ان کے دل کے خیالوں سے اللہ رب العزت نے آپ کو باخبر کیا ہے اور یہ سب امور آپ پر اس طرح روشن اور واضح فرمائے کہ ان میں کوئی پوشیدگی باقی نہیں رہی پس اس بارگاہِ عالی کی حضوری میں اپنی حرکات و سکنات اور نیات و خیالات کی سخت نگرانی اور پوری نگہبانی کرے۔ اپنی سابقہ زندگی پر ندامت و شرمندگی پشیمانی اور پریشانی ہو اور پوری ہمت و استقلال کے ساتھ اپنی زندگی کو اسوہ حسنہ نبوی کے مطابق بنانے کا عزم بالجزم کرے اور اس قدر ہم نوا بن جائے کہ دوئی باقی نہ رہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی　　　تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اصل وظیفہ حیات دین حق کی دعوت اور انسانیت کی اصلاح و تربیت تھا اور امت مرحومہ کی صلاح و فلاح اور عروج و ترقی کا فکر ایک درد و بیقراری کی شکل لیے ہوئے تھا۔ اور ہر وقت آپ انسانیت اور بالخصوص اپنی امت کے لئے فکرمند اور بے قرار رہتے تھے۔ اور اسی درد و بیقراری اور انسانیت کی اصلاح و تربیت اور دین حق کی دعوت کے جذبہ اور فکر کو اپنے احباب اور اصحاب اور اتباع کرنے والوں میں دیکھنا پسند فرماتے تھے پس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو جمال جہاں آرا کے سامنے اس درد و بیقراری اور اس جذبہ دعوت و اصلاح کو اپنے میں پیدا کرنے کی کوشش کیجئے اور بارگاہ رسالت سے اس خصوصی انعام اور فیضان کا طلب گار اور خواستگار ہو

تو کہ کیمیا فروشی نظرے بقلب ما کن
کہ بضاعتے نداریم و فگندہ ایم دامے

اگر فضل ایزدی اور لطف سرمدی سے اس درد و بیقراری کا کوئی ذرہ بھی نصیب ہو گیا تو یہ حاصل زندگانی اور نعمت جاودانی ہے

خوشا چشم کو دید آں مصطفیٰ را
خوشا دل کہ دارد خیال محمد

مدینہ منورہ میں قیام کے آداب

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

ہر چند کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی رحمۃ للعالمین ہے۔ سراپا لطف و کرم

ہے اور سرچشمہ شفقت و عاطفت ہے لیکن پھر بھی یہ عالی سرکار کا عالی دربار ہے جس قدر بڑا دربار ہے اسی قدر رعایت ادب و احترام کا مستحق ہے۔ اور نہایت عظمت و حرمت کا مقتضی ہے۔

اس عالی بارگاہ میں باریابی اور فیضیابی کا وہی شخص سزاوار ہے جو اس کے شایان شان ادب و احترام اور عظمت و حرمت میں کوشاں رہے ؎

حافظا علم و ادب ورز کہ در حضرت شاہ   ہر کہ نیست ادب لائق قربت نبود

اسی لیے علمار امت نے مدینہ منورہ میں قیام کے متعدد آداب لکھے ہیں جن کی پابندی سے اس قیام کی قدر و قیمت بالاتر ہو جاتی ہے اور زیارت مقبول ہوتی ہے اور فیض قرب سے فیضیاب اور کامیاب ہوتا ہے۔

علامہ نورالدین السمہودی کی کتاب وفاء الوفا سے چند آداب لکھے جاتے ہیں۔ (۱) قبر اطہر و انور کے سامنے سے بغیر سلام عرض کیے ہرگز نہ گذرے سکون و وقار ادب و احترام کے ساتھ کھڑے ہو کر اول بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرے پھر آگے بڑھے حتیٰ کہ اگر مسجد کے باہر بھی قبر اطہر کے سامنے سے گذر ہو تب بھی کھڑے ہو کر سلام عرض کرے پھر آگے بڑھے۔

حضرت ابو حازم صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس آئے اور بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے ارشاد فرمایا "ابو حازم سے کہہ دینا تم میرے پاس سے اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہو کھڑے ہو کر سلام بھی نہیں کرتے" اس کے بعد سے حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ نے کبھی سلام ترک نہیں کیا (وفاء عن الاقشہری)

حضرت امام مالک رح سے کسی نے سوال کیا: "کیا جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سامنے سے گذرے تو سلام عرض کرے؟"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ہاں جب بھی قبر مبارک کے سامنے سے گذرے تو بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرکے گذرے۔ لیکن اگر اِدھر سے گذر نہ ہو تو میرے خیال میں بار بار محض سلام عرض کرنے کے لئے حاضر نہ ہو۔ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ میری قبر کو عبادت گاہ نہ بناؤ۔" لوگوں نے اس میں حد سے تجاوز کرلیا۔ اگر قبر مبارک کے سامنے سے گذر نہ ہو تو ترک سلام میں گنجائش ہے۔"

امام مالک رح حد سے تجاوز اور بے اعتدالی کو ناپسند فرماتے تھے تاکہ یہ اہم فضیلت وعبادت محض رسم وعادت نہ بن جائے اور قلوب سے وقار وعظمت نہ جاتا رہے۔ جو اصل مقصود ہے۔ پھر رفتہ رفتہ مسلمان بھی قبر مبارک کے ساتھ وہی معاملہ کرنے لگیں جو یہود ونصاریٰ انبیاء کی قبور کے ساتھ کرتے ہیں۔ جس کی حدیث میں ممانعت ہے۔ اور کھلا شرک ہے۔

(۲) مدینہ منورہ کے قیام میں ذوق وشوق اور عظمت وحرمت کے ساتھ بار بار بکثرت بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو اور ان لمحات حضوری کو حاصل زندگانی اور نعمت جاودانی اور فضل یزدانی جانے۔ درگاہِ رسالت کا یہ قرب ومعیت دوسری جگہ کسی طرح نصیب نہیں ہوسکتا۔ پس وقت کو غنیمت جانے اور اپنی استعداد اور صلاحیت کے موافق مشکوٰۃِ نبوت سے فیضان اور انوار حاصل کرے۔

امام اعظم رح اور امام احمد رح اور امام شافعی رح تینوں آئمہ کے نزدیک قبر اطہر پر بکثرت حاضر ہونا مستحب اور مستحسن ہے۔ اس لئے کہ یہ حاضری سراسر خیر وبرکت ہے اور ہر خیر کی کثرت

محمود اور مستحسن ہوتی ہے۔ البتہ امام مالکؒ بارگاہِ رسالت کی حاضری کو عبادت اور ذریعہ قربت بتلاتے ہیں۔ لیکن احتیاط کے باعث کثرت سے حاضری کو اپسند نہیں کرتے۔ کہ مبادا بار بار کی حاضری سے ذوق و شوق میں کمی ہو جائے اور ترک ادب کے باعث محذورات میں مبتلا ہو جائے اور موردِ عتاب بنے۔

(۳) مدینہ منورہ کے قیام میں خصوصیت کے ساتھ درود شریف کی کثرت رکھے۔ جس قدر استحضار قلب اور فراغ باطن کے ساتھ درود شریف کی کثرت ہوگی اسی قدر الطاف نبوی سے بہرہ اندوز ہوگا۔ اور بارگاہِ رسالت میں قرب حاصل ہوگا۔

(۴) مدینہ منورہ کے قیام میں حسب قدرت و استطاعت نفلی روزے بکثرت رکھے تاکہ قوائے شہوانیہ مغلوب و مقہور رہیں اور ملکوتی صفات کو ابھرنے اور بڑھنے کے مواقع حاصل ہوں۔

(۵) مدینہ منورہ کے قیام میں ہر نماز مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ پڑھے اور صف اول اور تکبیر تحریمہ کا اہتمام رکھے۔ اور مسجد کے اس حصہ میں جو زمانہ رسالت میں مسجد تھا بالخصوص روضہ جنت میں بکثرت نوافل پڑھے اور دعا و درود اور توبہ استغفار میں مشغول رہے۔ اگر ہو سکے تو بیشتر وقت مسجد نبوی میں رہے اور بلا ضرورت اور مصلحت باہر نہ جائے۔ اور کچھ راتیں بھی ذکر و فکر اور عبادت میں گذارے مسجد نبوی میں ایک رات عبادت میں گذارنا کسی طرح شب قدر سے کم نہیں۔ ع

آں شب قدرے کہ گویند اہلِ خلوت امشب است

غرض فرصت اور بارگاہ رسالت کی حضوری کو غنیمت جانے اور اپنے صحیح مومن و مسلمان بننے کی پوری جد و جہد کرے اور جس قدر بھی ذخیرہ آخرت کے لئے جمع کر سکتا ہے اس میں دریغ نہ کرے ؎

تَمَتَّعْ إِنْ ظَفِرْتَ بِنَيْلِ قُرْبٍ   وَحَصِّلْ مَا اسْتَطَعْتَ مِنِ ادِّخَارٍ

جب تقرب کی سعادت حاصل ہوتی ہے تو اس سے خوب متمتع ہو اور جس قدر بھی ممکن ہو ذخیرہ جمع کرے۔

(۶) مسجد نبوی میں ادب و احترام اور غور و تدبر کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ پورے قرآن شریف کی تلاوت کرے اور اپنے سینہ کو نور ہدایت سے معمور اور منور کرے۔

حضرت ابو مخلد فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اس بات کو پسند کرتے تھے کہ جو شخص ان تینوں مساجد (مسجد حرام۔ مسجد نبوی۔ مسجد اقصیٰ) کی زیارت کے لئے جائے تو ایک قرآن ختم کئے بغیر وہاں سے واپس نہ ہو۔

(۷) قبر مقدس کی جانب کسی حال پشت نہ کرے نہ نماز میں نہ بغیر نماز کے اور اپنی حرکات و سکنات میں پورے آداب کا لحاظ رکھے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں جب نماز کا ارادہ ہو تو چہرہ شریفہ کو نہ پشت کی جانب کرے اور نہ سامنے کرے۔ اور بارگاہ رسالت کا ادب وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ حیات میں تھا۔ پس جو ادب و احترام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بجا لاتا وہی اب بھی بجا لائے غایت عظمت و حرمت کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے رہے نہ وہاں کسی کو

لڑے اور جھگڑے اور نہ کسی لایعنی بات یا کام میں مشغول ہو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو وہاں قیام سے بہتر ہے کہ واپس ہو جائے۔ (۸) جیسا کہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ ایسا ہی مدینہ منورہ میں بیت رسول اللہ کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ پس جب تک مسجد نبوی میں رہے فرطِ شوق و محبت میں نگاہ حجرہ شریفہ پر رہے اور جب مسجد نبوی سے باہر ہو تو شوق و رغبت کے ساتھ نگاہ گنبد خضرا پر ہو۔

(۹) بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام کے بعد روزانہ اور بالخصوص جمعہ کے روز اہلِ بقیع کی زیارت کے لئے جائے۔ جب بقیع میں پہنچے تو کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ سَابِقُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ۔

سلام ہو تم پر اے مومن قوم تم پہلے جانے والے ہو اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَھُمْ۔

الٰہی بقیع سراپا رحمت والوں کی مغفرت فرما۔ الٰہی ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ رکھ اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کر اور ہماری اور ان کی مغفرت فرما۔

پھر مشہور مزارات کی زیارت کرے اور فاتحہ پڑھے۔ جیسے حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین حضرت عثمان غنی اور حضرت عباس اور حضرت حسن بن علی اور حضرت علی بن الحسین اور حضرت محمد بن علی اور حضرت جعفر بن محمد اور حضرات ازواج مطہرات اور حضور اقدس کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بقیع میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام آرام فرمائیں۔ اور

ہزاروں اولیاء مدفون ہیں ان سب کی برکات سے منتفع ہو۔ اور ان سب کے لیے دعاء مغفرت مانگے اور ایصال ثواب کرے۔

(۱۰) جمعرات کو شہداء احد کی زیارت کرے صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھکر چلا جائے تاکہ ظہر تک واپس ہو جائے اور مسجد نبوی کی کوئی نماز فوت نہ ہو۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے۔ پھر دیگر شہداء کی پاس حاضر ہو۔ پھر جبل احد کی زیارت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ پر تشریف لے جاتے تھے اور ارشاد فرمایا "احد پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"

(۱۱) شنبہ کے روز مسجد قبا کی زیارت کے لئے جائے۔ مسجد قبا کی زیارت اور مسجد قبا میں نماز پڑھنے کی نیت سے حاضر ہو۔ حدیث میں آیا ہے۔

"مسجد قبا میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کے برابر ہے"

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کو قبا تشریف لے جایا کرتے تھے" (فضائل حج)

ملا علی قاری فرماتے ہیں مسجد مکہ اور مسجد مدینہ منورہ اور مسجد اقصیٰ کے بعد سب مساجد سے افضل مسجد قبا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں۔ قبا کی زیارت کا استحباب بہت موکد ہے (فضائل حج)

(۱۲) دیگر مساجد اور آثار جو سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جانب منسوب ہیں ان کی زیارت کرے اور وہاں نوافل پڑھے اور سات کنویں کا

پانی پئے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی پینا یا وضو کرنا ثابت ہے۔ ان مساجد اور آثار اور کنوؤں کا تذکرہ آگے آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان مقامات کی جستجو فرمایا کرتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا ہو پھر آپ کے اتباع میں وہاں اترتے اور نماز پڑھتے۔ اور یہی محبت اور شوق و رغبت کا تقاضا ہے لیکن ان مقامات کی زیارت میں رسوم جاہلیت اور شرک و بدعت سے پورا اجتناب کرے۔

رسوم جاہلیت کی روک تھام اور سدباب کے لئے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان امور میں زیادتی اہتمام کو ناپسند فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت معرور رضؓ سے منقول ہے کہ حج سے واپسی پر امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک مسجد کی جانب جا رہے ہیں تو دریافت فرمایا: "یہ کیا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا: "اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔"

حضرت عمر رضؓ نے ارشاد فرمایا ایسا ہی تم سے پہلے اہل کتاب نے رفتہ رفتہ اپنے انبیاء کے آثار کو عبادت گاہ بنا لیا تھا جس شخص کو نماز پڑھنا ضروری ہو وہ نماز پڑھے اور جو نماز پڑھ چکا ہو وہ چلے۔"

اسی بناء پر حضرت امام مالک رحؒ ان مقامات کی زیارت میں شدت اہتمام کو ناپسند فرماتے ہیں اور دیگر ائمہ شریعت کے موافق ان مقامات متبرکہ کی زیارت کو مستحب اور مستحسن قرار دیتے ہیں۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان تمام اشیاء، اور مقامات اور آثار کا اعزاز و اکرام ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ادنیٰ انتساب رکھتے ہیں" اور یہی شیوہ الفت و آشنائی ہے۔

تنبیہہ

علامہ خلیل مالکی فرماتے ہیں بقیع اور مسجد قبا وغیرہ کی زیارت مستحب ہے لیکن یہ اس شخص کے لئے ہے جس کا مدینہ منورہ میں زیادہ قیام ہو اور اگر قیام کی مدت کم ہو تو ہر وقت بارگاہِ نبوی کی حاضری بہتر ہے جس قدر بھی ہو سکے جمال جہاں آرا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کو غنیمت جانے"۔

ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد نبوی میں داخل ہوا تو وہاں دو زانو نماز کی طرح بیٹھا رہا۔ اور واپسی تک وہیں رہا۔ بقیع وغیرہ کہیں نہیں گیا اور نہ جمال محمدی کے سوا کچھ دیکھا۔ ایک دفعہ دل میں بقیع جانے کا خیال آیا تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ باب عالی سائلوں اور محتاجوں کے لئے کھول رکھا ہے اسکو چھوڑ کر کہاں جاؤں"

پس اگر حضور قلب اور توجہ تام اور کمال شوق و رغبت قائم رہے تو اس عتبہ عالیہ سے جدا نہ ہو ورنہ تجدید نشاط اور دفع ملال کے لئے کچھ وقت کے لئے دیگر مقامات کی زیارت میں مشغول ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو طاعت اور عبادت کے مختلف طریقے تلقین فرمائے تاکہ ایک حالت سے بندہ اکتا اور گھبرا نہ جائے۔

(۱۷) مدینہ منورہ کے قیام میں اس شہر مقدس کی عظمت و جلالت کو ہمیشہ ملحوظ خاطر

رکھے اور دل و دماغ میں اس با عظمت و حرمت شہر کی رفعت شان اور علوئے مکان کو جمائے۔ یہ وہ شہر مقدس ہے جس کو اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب پاک کی سکونت کے لیئے پسند فرمایا اور ہمیشہ کے لیئے اس کو جلوہ گاہ نبوی بنایا۔

غور کرے کہ اس مبارک سرزمین پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے پھرتے تھے اور دس سال تک جس خاک پاک نے اقدام مبارک کا بوسہ لیا ہے اور جن وادیوں اور پہاڑیوں نے جمال محمدی کا بارہا نظارہ کیا ہے۔ اس کے ہر ہر ذرہ پر ہزاروں آفتاب و ماہتاب قربان ؎

آرزو دارم کہ خاکِ آں قدم   طوطیائے چشم سازم دم بدم

یہ وہ مبارک سرزمین ہے جہاں حضرت جبرئیل امین بار بار پیام ربانی اور احکام خداوندی لاتے تھے۔ اور عبد و معبود میں سلام و پیام ہوتا تھا۔ اور کلام ربانی نازل ہوتا تھا۔ ؎

رخِ کریم پہ انوار کے ریشمی پردے   دیار قدس پہ جبرئیل پر جھکائے ہوئے

پس غایت عظمت و وقعت کے ساتھ یہاں کے مناظر اور مقامات کا نظارہ کرے اور ہر شے کو الفت و محبت کی نگاہ سے دیکھے۔ چشم بینا روشن ضمیر کے لیئے ہر منظر اور مقام پر جمال محمدی اور نور احمدی کا نمود اور ظہور ہے اور کور چشم سیاہ باطن کے لیئے آفتاب و ماہتاب بھی بے نور ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(۱۴) اس مقدس سرزمین کو اپنی سواری سے نہ روندے اور حسب قدرت و استطاعت پیادہ پھرے۔ جہاں سر کے بل چلنا بھی ناقدر شناسی ہے۔ وہاں بلا

مجبوری سواری کو اختیار کرنا بڑی گستاخی اور بے حیائی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ سرزمین مدینہ مطہرہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ مبادا میری سواری کا پیر اس جگہ پڑ جائے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک رکھا گیا ہو۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ کے یہاں خراساں کے گھوڑے اور مصر کے خچر دیکھے جو بہت ہی خوب صورت اور اچھے تھے۔ میں نے کہا یہ کس قدر عمدہ ہیں؟

امام مالکؒ نے فرمایا: "یہ سب تمہارے لئے ہدیہ ہیں۔" میں نے عرض کیا۔ ان میں سے ایک اپنی سواری کے لئے رکھ لیجئے۔

امام مالکؒ نے فرمایا: "مجھے اللہ رب العزت سے حیا آتی ہے کہ جس سرزمین مقدس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر ودیعت رکھا ہوا ہے اس پاک زمین کو اپنی سواری کے پیروں سے روندوں۔" یہ ہے کمالِ ادب اور تقاضائے شرم و حیا۔

(۱۵) تمام اہلِ مدینہ اور اس مقدس سرزمین کے عام باشندوں اور تمام رہنے والوں کی عزت و حرمت کرے اور ہر ایک چھوٹے اور بڑے کو شفقت و محبت کی نگاہ سے دیکھے۔ بالخصوص علماء اور صلحاء اور حکام و قضاۃ اور خدام حرم کی تعظیم و تکریم میں کمی اور کوتاہی نہ کرے۔ یہ بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربان اور پاسبان ہیں اور دربار شاہی کے ہر وقت حاضر باش ہیں ع

پاسبانِ کوچہ لیلی است ایں

یہاں کا ہر باشندہ خواہ کسی حال میں ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار اور قرب کی سعادت سے مشرف ہے۔ اور یہ وہ سعادت عظمیٰ ہے۔ جو دوسروں کو نصیب نہیں۔

پس جہاں تک ممکن ہو اس سعادت اور شرافت و کرامت کی وقعت و عزت کرے اور تمام باشندوں کے ساتھ عزت و حرمت اور شفقت و محبت کا برتاؤ رکھے۔ ؎

فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم　　الی القلب من اجل الحبیب حبیب

اے اطراف طیبہ کے رہنے والو تم سب کے سب میرے دل کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے محبوب اور دل پسند ہو۔

امام مالکؒ جب امیر المومنین مہدی کے پاس تشریف لے گئے تو مہدی نے عرض کیا: "مجھے کوئی نصیحت فرما دیجے۔"

امام مالک نے فرمایا: "سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کا خوف و خشیہ اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو۔ اس کے بعد اہل مدینہ پر لطف و مہربانی ہے۔ اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کے رہنے والے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اسی میں میری قبر ہو گی اور اسی میں (یا) قیامت کے دن اٹھوں گا۔ اس کے باشندے میرے پڑوسی ہیں۔ ان کی نگہبانی اور خبر گیری میری امت کے ذمہ ضروری ہے۔ جو شخص میری وجہ سے ان کی خبر گیری کرے گا میں قیامت میں اس کا سفارشی یا گواہ بنوں گا۔ اور جو شخص میری پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیت کی رعایت نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو طینۃ الخبال پلائے۔"

دوسری حدیث میں ہے کہ طینۃ الخبال جہنمی لوگوں کا نچوڑ ہے۔ یعنی پسینہ خون پیپ وغیرہ۔ (فضائل حج)

اہلِ مدینہ کی زبوں حالی اور دین میں بے اعتنائی اور بے اعتدالی بعض مرتبہ انکی بدگمانی اور ناقدری اور بے توقیری کا باعث بن جاتی ہے جو فرض شناسی اور دور بینی کے سراسر خلاف ہے۔ ہمارے ذمہ ان کی قدر شناسی عزت افزائی خبر گیری اور خیر خواہی ہے ان کے اعمال کی باز پرس اس علام الغیوب کے ذمہ ہے جس نے اپنے لطف و کرم سے ان کو بارگاہِ رسالت کا پاسبان اور دربار حبیب کا دربان مقرر کیا ہے۔ اسی لئے علماء نے تمام اہل مدینہ کی محبت اور عزت و حرمت کو واجب بتایا ہے۔

پس دیار حبیب کی کسی ادنیٰ شے کی ناقدری اور بے توقیری بھی قانون عشق میں جرم ہے اور جذبہ الفت و محبت کے منافی ہے۔ مجنوں نے تو فرطِ شوق میں لیلیٰ کے کوچہ کے کتے کو گلے لگا لیا تھا پس "لیلیٰ را چشم مجنوں باید دید" ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے	رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم	ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(۱۶) اہلِ مدینہ پر اپنی استطاعت کے موافق خوب خرچ کرے اور پاسبانِ رسول کی حاجت روائی کو اپنے لئے فخر و سعادت سمجھے بالخصوص سادات کرام اور علماء و صلحاء اور خدام حرم شریف کی خدمت گذاری اور خبر گیری کو اپنا فریضہ

اور نجات کا ذریعہ جانے اور ایسی طرح ان پر خرچ کرے کہ ان کی عظمت شان اور عزت و احترام میں فرق نہ آئے۔ اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کرے کہ اس نے اپنے حبیب کے پڑوس کی خدمت گذاری کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اس کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کا حق ادا کرایا اور آپ کی وصیت پوری کرائی ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

مدینہ منورہ کے قیام میں جو کچھ خرید و فروخت کرے اس میں بھی وہاں کے تاجروں کی اقتصادی اور مالی حالت درست کرنے کی نیت کرے۔ جس قدر ان کے ذرائع معاش مستحکم اور مستقل ہوں گے اسی قدر یہ مطمئن اور فارغ البال ہوں گے۔ اس ارادہ سے جو کچھ خرید و فروخت کرے گا وہ ایک صدقہ جاریہ شمار ہوگا اور جبتک ان تاجروں کی تجارت قائم رہے گی ان کی اعانت اور انتفاع کا ثواب ملتا رہے گا۔

(۱۷) مدینہ منورہ کے قیام میں اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ایسی صورتیں اختیار نہ کرے جن سے اہل مدینہ پر تنگی اور دشواری ہو۔ ہر حال میں اہل مدینہ کی راحت اور ان کے مفاد کو مقدم رکھے۔

(۱۸) مدینہ منورہ کے قیام میں تمام امور خیر میں سبقت کرے اور حسب طاقت و استطاعت تمام امور خیر کی بجا آوری کی کوشش کرے مثلاً بیمار پرسی۔ مریض کی تیمارداری۔ جنازہ کی مشایعت۔ ضعیف و ناتواں کی خدمت۔ حاجت مند کی اعانت۔ وہاں والوں کی ضیافت۔ ملاقاتیوں کا اکرام۔ فقراء و مساکین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ وغیرہ۔

(۱۹) جب تک مدینہ منورہ میں قیام رہے ہیبت وجلالت شان کے باعث خوف وخشیہ طاری رہے۔ اس مقدس مقام کی عظمت وحرمت کا استحضار رکھتے ہوئے نہایت عاجزی اور انکساری اور فروتنی کے ساتھ اوقات بسر کرے۔ نہ بلند آواز سے گفتگو کرے اور نہ رعونت وخشونت کا اظہار کرے۔ اور نہ کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرے۔

(۲۰) مدینہ منورہ کے قیام میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور حضوری اور سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قرب ومعیت اور شرفِ زیارت سے ہر وقت مسرور اور شاداں اور فرحاں رہے۔ اور بارگاہِ رب العزت سے شکر نعمت اور حسن ادب کی توفیق طلب کرتا رہے۔ اور اپنی تقصیرات اور کوتاہیوں پر ہر وقت نادم و شرمسار رہے۔ اور بارگاہِ خداوندی میں معافی اور تلافی کا طلب گار اور خواستگار رہے۔

یہ چند آداب ہیں اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مقام مقدس کی عظمت وجلالت کے سامنے اپنے کو بالکل نیست ونابود کر دے۔ اور خودی اور خود نمائی کا بالکلیہ خاتمہ کر دے۔ ع

عجب است کہ با وجودت وجودِ من بماند

اور یہاں کی ہر ہر ادا پر دل وجاں سے قربان ہو جائے ؎

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر
کہ مبادا بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

زائرین کے بعض حالات اور مشاہدات

ذوق وشوق اور انبساط واشتیاق پیدا کرنے کے لئے مقبول بارگاہ زائرین کے چند واقعات کتاب فضائل حج سے نقل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ خفتہ دل ہوشیار اور بیدار ہو۔

(۱) حضرت اویس قرنی مشہور تابعی ہیں بلکہ "سید التابعین" ہیں۔ زمانہ رسالت کو پایا ہے۔ مگر ماں کی خدمت گذاری کی مجبوری سے شرف زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مست تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت کی خبر سنی تو فرطِ غم میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے ؎

دندان مبارک کی شہادت کی خبر پاکر ۔۔۔ دانت اپنے سب توڑ لئے اویس قرنی نے

بڑے مستجاب الدعوات اور خدا رسیدہ تھے۔ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو ان سے طلب دعا کی ہدایت فرمائی۔

جب یہ حضرت حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور کسی نے قبر اطہر کو اشارہ کر کے تبلایا تو فوراً بیہوش ہو گئے جب غشی سے افاقہ ہوا تو فرمایا "مجھے لے چلو اس شہر میں چین نہیں اور طاقت صبر و قرار نہیں۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیر زمین آرام فرما ہوں۔

(۲) ایک بدوی قبر اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور بارگاہِ ربّ العزت

میں عرض کیا: الہٰی تونے غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ تیرے محبوب ہیں اور میں تیرا غلام ہوں پس اپنے محبوب کی چوکھٹ پر مجھ غلام کو جہنم کی آگ سے آزادی اور خلاصی عطا فرما۔" غیب سے ایک آواز آئی تم نے صرف اپنے لئے آزادی طلب کی تمام مسلمانوں کے لئے آزادی کیوں نہ مانگی؟ ہم نے تمہیں جہنم کی آگ سے آزاد کیا۔

(۳) اصمعی کہتے ہیں ایک بدوی قبر اطہر کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا اللہ یہ آپ کے محبوب ہیں اور میں آپ کا غلام، اور شیطان آپ کا دشمن اگر آپ میری مغفرت فرمادیں گے تو آپ کے محبوب کا دل خوش ہوگا۔ اور آپ کا غلام کامیاب ہوجائے گا اور آپ کا دشمن خائب وخاسر ہوگا۔ اگر آپ مغفرت نہ فرمادیں گے تو آپ کے محبوب کو رنج ہوگا اور آپ کا دشمن خوش ہوگا اور آپ کا غلام ہلاک ہوجائے گا۔ الہٰی عرب کے کریم لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان میں کوئی بڑا سردار مرجاتا ہے تو اس کی قبر پر غلاموں کو آزاد کیا کرتے ہیں۔ یہ مقدس ہستی سارے جہانوں کی سردار ہے تو اس قبر مقدس پر مجھے آگ سے آزادی عطا فرما۔"

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنکر اس عربی سے کہا اللہ تعالیٰ تیرے اس حسن سوال اور طرز دعا پر ضرور تیری مغفرت فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۴) حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ حضرت حاتم اصم جو مشہور بزرگ ہیں اور انہوں نے چالیس سال تک ایک قبہ میں چلہ کیا اور بے ضرورت کسی سے بات نہ کی جب بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو صرف یہ عرض کیا: "الہٰی ہم تیرے نبی کی قبر شریف کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو ہمیں نامراد واپس نہ کیجو۔"

غیب سے آواز آئی: "ہم نے تمہیں اپنے حبیب کی زیارت اسی لئے نصیب کی تاکہ

اس کو قبول کریں جاؤ ہم نے تمہاری اور تمہارے ساتھ تمام حاضرین کی مغفرت کر دی۔"
بعض اوقات الفاظ اگرچہ مختصر ہوں مگر جب اخلاص سے نکلتے ہیں تو سیدھے ملاء اعلیٰ پر پہنچتے ہیں۔"

(۵) شیخ ابراہیم بن شیبان رح فرماتے ہیں میں حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ اور قبر اطہر پر حاضر ہو کر بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا تو حجرہ شریف کے اندر سے جواب میں وعلیک السلام سنا۔

سید نور الدین یحییٰ شریف عفیف الدین نے اپنے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ"۔ تو قبر شریف سے جواب ملا وعلیک السلام یا ولدی۔ جس کو تمام حاضرین نے سنا۔

شیخ ابو نصر عبد الواحد بن عبد الملک بن محمد بن ابی السعد الکرخی فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد بارگاہِ رسالت میں زیارت کے لئے حاضر ہوا حجرہ شریف کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابو بکر دیار بکری حاضر ہوئے اور مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ۔ تو میں نے اور دیگر تمام حاضرین نے حجرہ شریف کے اندر سے یہ آواز سنی وعلیک السلام یا ابا بکر۔"

(۶) مشہور بزرگ سید احمد رفاعی رح جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو قبر اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر یہ دو شعر پڑھے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا　　تقبل الارض عنی وھی نائبتی

دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجتا تھا جو میری نیابت میں آستانہ مبارک کو چومتی تھی۔

وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت　　فامدد یمینک کے تحظی بھا شفتی

اب جسم کی حاضری کی باری آئی ہے پس اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو بوسہ دیں۔

اس پر دست مبارک ظاہر ہوا اور انہوں نے اس کو بوسہ دیا۔

(۷) حضرت ابراہیم خواص رح فرماتے ہیں کہ میں سفر میں پیاس کی شدت سے اس قدر بے چین ہوا کہ چلتے چلتے بیہوش ہو کر گر گیا۔ اس حالت میں کسی نے میرے منہ پر پانی ڈالا۔ میں نے آنکھ کھولی تو دیکھا ایک حسین وجمیل شخص گھوڑے پر سوار کھڑا ہے اس نے مجھے پانی پلایا اور کہا میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ تھوڑی دیر چلے تھے کہ انہوں نے کہا "یہ کیا آبادی ہے؟"

میں نے کہا یہ تو مدینہ منورہ آگیا"

انہوں نے کہا "اب تم اتر جاؤ اور جب روضہ اقدس پر حاضر ہو تو عرض کرنا کہ آپ کے بھائی خضر نے بھی سلام عرض کیا ہے"

(۸) شیخ ابو عمران واسطی رح فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے بارگاہ رسالت کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جب حرم محترم سے باہر نکلا تو مجھے اس قدر شدید پیاس معلوم ہوئی کہ زندگی سے مایوس ہو گیا اور اپنی جان سے ناامید ہو کر ایک کیکر (ببول) کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا دفعۃً ایک شہ سوار سبز گھوڑے پر سوار میرے پاس پہنچا

اس گھوڑے کا لگام بھی سبز تھا اور زین بھی سبز تھی اور سوار کا لباس بھی سبز تھا۔ اور ہاتھ میں سبز گلاس تھا جس میں سبز رنگ کا شربت تھا وہ شربت انہوں نے مجھے پینے کے لئے دیا اور میں نے اس میں سے تین مرتبہ پیا مگر گلاس میں سے کچھ کم نہ ہوا۔ پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا "تم کہاں جا رہے ہو"

میں نے کہا "مدینہ منورہ حاضری کا ارادہ ہے تاکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاء کی خدمت میں سلام عرض کروں۔"

انہوں نے فرمایا "جب تم مدینہ منورہ پہنچ جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی خدمت میں سلام عرض کر چکو تو یہ بھی عرض کر دینا کہ رضوان آپ تینوں کی خدمت میں سلام عرض کرتے تھے۔"

رضوان اس فرشتہ کا نام ہے جو جنت کے ناظم ہیں۔

(۹) شیخ ابوالخیر اقطع رح فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوا اور مسلسل پانچ روز ایسے گزرے کہ کچھ کھانے کو نہ ملا کوئی چیز چکھنے کی بھی نوبت نہ آئی۔ میں قبر اطہر و انور پر حاضر ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین پر سلام عرض کر کے درخواست کی کہ یا رسول اللہ میں آج کی رات آپ کا مہمان ہوں۔ یہ عرض کر کے وہاں سے لوٹا اور منبر شریف کے پیچھے لیٹ کر سو گیا۔

خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں اور بائیں جانب حضرت عمر فاروق رضؓ ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سامنے ہیں۔ حضرت علی رضؓ نے مجھے ہلایا اور فرمایا "دیکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میں اٹھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی جس میں سے میں نے آدھی کھائی پھر آنکھ کھل گئی تو باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ شیخ ابن جلاءؒ کا ہے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا مجھ پر فاقہ تھا۔ میں قبر شریف کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا "حضور میں آپ کا مہمان ہوں" پھر مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی جس میں سے آدھی کھائی پھر میں ہوشیار ہوا تو باقی آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

(۱۰) صوفی عبداللہ محمد بن ابی زرعہ رح فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد اور شیخ ابوعبداللہ ابن خفیف کے ہمراہ مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ بڑی تنگدستی تھی اور فاقہ پر فاقہ گذر رہے تھے۔ اسی حال میں ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور رات خالی پیٹ گذاری میں اس وقت نابالغ تھا بار بار والد سے بھوک کی شکایت کرتا اس پر والد اٹھ کر قبر شریف کے قریب حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ میں آج آپ کا مہمان ہوں" یہ عرض کر کے مراقبہ میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد مراقبہ سے سر اٹھایا کبھی روتے تھے اور کبھی ہنسنے لگتے تھے۔ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ نے میرے ہاتھ پر چند درہم رکھ دیئے ہاتھ کھولا تو اس میں درہم موجود تھے۔

محمد بن ابی زرعہ فرماتے ہیں حق تعالیٰ شانہ نے ان چند درہم میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ ہم نے شیراز واپسی تک اسی سے خرچ کیا۔

(۱۱) شیخ ابن ثابت ایک بزرگ تھے جو مکہ مکرمہ میں رہتے تھے اور ساٹھ سال

تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتے تھے۔ اور پھر واپس ہو جاتے تھے۔ ایک سال کسی مجبوری کی وجہ سے مدینہ منورہ حاضر نہ ہو سکے کچھ غنودگی کی حالت میں اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضور انور نے ارشاد فرمایا "ابن ثابت تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔"

(۱۲) ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کرا دو۔ حضرت عائشہ رضؓ نے حجرہ شریفہ کے اس حصہ کو جس میں قبر شریف تھی۔ پردہ ہٹا کر کھولا تو وہ عورت قبر اطہر کی زیارت کر کے رونے لگی اور روتے روتے جان بحق ہو گئی۔ رضی اللہ عنہا۔

(۱۳) خالد بن معدان رحؒ کی صاحبزادی عبدہ بیان کرتی ہیں کہ میرے والد کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جب بھی رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں بے چین ہو جاتے اور مہاجرین اور انصار صحابہ کرام کا نام لے کر ان کو یاد کرتے اور کہتے الٰہی یہی حضرات میرے اصول اور فروع ہیں میرا دل ان سے ملنے کو بے تاب ہے۔ میرا اشتیاق روز افزوں ہے۔ الٰہی مجھے جلد موت عطا فرما تاکہ ان سے ملاقات کر دوں"۔ اسی میں جب نیند آجاتی تو سو جاتے تھے۔

(۱۴) حضرت عبداللہ بن مبارک رحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحؒ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ جب حضرت ایوب سختیانی مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو میں بھی

مدینہ طیبہ حاضر تھا میں نے دل میں سوچا کہ میں غور سے دیکھوں کہ یہ کس طرح قبر شریف پر حاضر ہوتے ہیں۔ میں نے جاکر دیکھا تو وہ حاضر بارگاہ ہوئے قبلہ کی جانب پشت کی اور چہرہ انور کے سامنے منہ کرکے کھڑے ہوئے اور بے اختیار روتے رہے ؎

گرا کر چار آنسو حال دل سب کہہ دیا اُن سے
دیا مجھ کو زبان کا کام چشم خوں فشاں تُو نے

یہ سلف صالحین اور محبین وعاشقین کے عشق ومحبت اور ان پر بارگاہ رسالت کے لطف وکرم کے چند واقعات ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ اپنے بعض مشاہدات بھی نذر قرطاس کردوں کہ ع "نوشتہ بماند سیاہ بر سفید"

اس خطاکار کو اپنے محسن اور مربی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ہمرکابی میں تین بار دیار مقدس کی حاضری کا شرف حاصل ہوا جیسا گیا ویسا ہی چلا آیا ع کہ خضر آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را"

؎ خر عیسیٰ اگر بمکہ رود — چو بیاید ہنوز خر باشد

پہلا سفر ۱۳۴۴ھ میں سیدی ومولائی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں ہوا اور حضرت موصوف کے فرمان اور بار بار اصرار پر یہ سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت اقدس کا ذوق وشوق اور والہانہ انداز اس وقت بھی پیش نظر ہے۔ نمازی کمپنی کا چھوٹا سا پرانا جہاز رمضانی دریا کی موجوں سے ٹکراتا ہوا ڈگمگاتا ہوا ہچکولے کھاتا ہوا چلا جا رہا تھا اور پورے پندرہ روز کے بعد جدہ کا ساحل نظر آیا۔ سب اس کی رفتار اور افتاد سے اکتا رہے تھے اور حضرت رحمہ پر اس کا کچھ بھی اثر نہ تھا بالکل ہشاش بشاش وہی معمولات کی پابندی تھی

اوقات کی نگرانی اور رفقاء کی خبر گیری اور دلداری سکون و اطمینان اور انتظار و اشتیاق ہر ہر ادا سے نمایاں۔ کامراں ہیں۔ قرنطینہ ہوا وہاں کے وحشیانہ برتاؤ سے ہر ایک متاثر تھا مگر جبین مبارک پر وہی نشاط و سرور کے آثار تھے۔ البتہ جب عورتوں کی بے پردگی اور بےحرمتی کا علم ہوا۔ تو غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ خلاف شریعت بات کسی حال گوارا نہ تھی۔ جدہ میں موٹر کا انتظام جلد ہو سکتا تھا مگر اونٹوں کے انتظار میں دو تین روز قیام فرمایا۔ مکہ کرمہ پہنچکر جس عجز و انکساری اور سکون وقار اور فرحت و نشاط کے ساتھ طواف و سعی کو ادا فرمایا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا

شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے خلیفہ حضرت مولانا محب الدین صاحب بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے وہ فرماتے تھے کہ آج بیت اللہ پر تجلیات الٰہی کا نرالا ظہور تھا جس سے میں سمجھ گیا کہ مولانا خلیل احمد پہنچ گئے۔ ان دونوں بزرگوں کے خصوصی تعلقات اور ملاقاتیں آج تک دل پر نقش ہیں۔

حضرت مولانا محب الدین صاحب کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔ گورا رنگ لانبا قد پتلے دُبلے نحیف جسم سفید اور سادہ پوشاک۔ ہر وقت بیت اللہ کے دیدار میں مست اور عبادت میں مشغول۔ اس پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود ہر سال پیادہ حج کرتے تھے۔ اس سال بھی پیادہ حج کیا اور عرفات سے واپسی پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے باربار اصرار پر اونٹ پر سوار ہو رہے۔ اور اس نکار کو رفاقت کے لئے منتخب فرمایا۔

حضرت مولانا محب الدین صاحب مدینہ منورہ بھی پیدل حاضر ہوتے تھے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے اس سال بھی مدینہ منورہ چلنے کے لئے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

حج کے بعد مدینہ منورہ کو روانگی ہوئی اونٹوں پر سفر تھا اور گرمی کا موسم۔ راستہ میں ایک منزل پر قافلہ ٹھیرا ہوا تھا دوپہر کا وقت تھا گرم لُو چل رہی تھی اور حضرت اقدس شغدف کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں تیل لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت گرمی سخت ہے لُو بہت چل رہی ہے، ذرا سا تیل لگا دوں۔ مُسکرا کر فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ یہاں ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ تیل مولوی الیاس کے لگانا مجھے اس کی عادت نہیں۔ چکناہٹ بُرا معلوم ہوتا ہے۔

میرے اصرار پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تیل لگوایا اور میں نے بھی شوق کے ساتھ دو گھنٹہ مالش کی اور پھر تولیہ سے خوب سر کو صاف کر دیا۔ نزاکت طبع کا یہ حال تھا کہ حضرت نے پھر سر کو صابن سے دھلوایا۔ اور جب میں اگلے روز تیل لے کر پہنچا تو سر پہ ہاتھ پھیر کر فرمایا معاف کرو، کل کا چکناہٹ تو اب تک گیا نہیں۔ بس مولوی الیاس کے تیل لگانا۔

جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ اور دیگر اہل مدینہ استقبال کے لئے آئے۔ حضرت رحمہ اللہ ان سے ملنے کے لئے اترے اور پھر پیدل چلے۔ سب نے عرض کیا کہ حضرت گرمی کا وقت ہے اور مدینہ منورہ کافی دور ہے حضرت سوار ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا جب تھک جاؤں گا تب بیٹھ جاؤں گا مگر وہاں تکان تو کیا فرطِ شوق میں احساس تک نہ تھا۔ شہر میں داخل ہوتے وقت فرمایا تم تو کہو تھے بہت دور ہے۔ یہ تو بہت جلد آ گیا۔

حالانکہ کئی میل کی مسافت پیادہ طے کی تھی۔

ایک روز شام کے وقت مدرسہ علوم شرعیہ کے باہر صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہیں شیلم کے وقت نشست اور مجلس ہوتی تھی کہ حضرت مولانا محب الدین صاحب کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا حضرت بہت خوش ہوئے اور کھڑے ہو کر ملے اور فرمایا "جب ہم نے کہا تھا اس وقت کیا گھُس مل گیا تھا؟"

مولانا محب الدین صاحب نے کہا "پہلے بات سُن لو پھر الزام دینا۔ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضور اقدس ؐ نے فرمایا محب الدین ہماری ملاقات کو نہ آؤ گے؟"

میں نے عرض کیا "اب گھٹنوں میں دم نہیں رہا کرایہ بھیجدیجئے اور بلوا لیجئے!"

صبح کو اشراق سے فارغ ہو کر جب حرم سے واپس ہو رہا تھا تو فلاں شخص ملا اور کہا میرا مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ آپ بھی چلیں۔ سواری کا انتظام میں کردوں گا۔ بس میں سمجھ گیا کہ حضور انور ؐ نے کرایہ بھیجا ہے اور اس کے ساتھ چلا آیا۔ مولانا محب الدین صاحب کی یہ آخری حاضری سواری پر ہوئی۔ ورنہ ہمیشہ دربارِ حبیب میں پیدل حاضر ہوتے تھے۔

مولانا محب الدین صاحب بھی اس سیاہ کار پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ایک روز میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا تشریف لائے اور قرآن شریف لے کر الماری میں رکھ دیا اور فرمایا "قرآن شریف کی تلاوت کہ میں کرنا یہاں درود شریف پڑھو!"

میں نے عرض کیا کونسا درود شریف پڑھوں؟"

فرمایا: "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ درود بہت پسند ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ۔ پھر مولانا موصوف کی مہربانی سے خواب میں بارہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت سہارنپوری رح کا مدینہ منورہ میں قیام حالات اور کیفیات مستقل داستان عشق ہے۔

اس سفر میں حضرت مولانا الیاس رح اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی بھی معیت اور صحبت حاصل تھی مگر اُس آفتاب ولایت کے سامنے ان مہ پاروں کی جگمگاہٹ دیکھنے کی نوبت نہ آئی۔

دوسرا سفر ۱۳۵۱ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہم کابی میں ہوا، میں حضرت موصوف کو کراچی تک رخصت کرنے گیا تھا وہاں فرمایا: "تو بھی چل نہ میں تیرے بغیر رہ سکوں گا اور نہ تو میرے بغیر" یہ سفر بھی بغیر روپیہ پیسہ کے خوب راحت سے گذرا، میں جا رہا تھا یا لے جایا جا رہا تھا اور بار بار شعر زبان پر آتا تھا ؎

اللہ رے گمرہی بت و بتخانہ چھوڑ کر   کافر چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مشغلہ مکہ مکرمہ میں سوائے طواف اور نماز کے کچھ نہ تھا۔ قاضی القضاۃ شیخ ابن بلیہد نجدی نے مجھ سے بارہا کہا کہ "شیخ کو تو حرم کے سوا کوئی کام ہی نہیں"۔

مدینہ منورہ کے لئے موٹر اور لاریاں چل گئی تھیں مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سفر گوارا نہ کیا اور اونٹوں پر سفر اختیار کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نحیف جسم گرمی کا موسم اور اونٹوں کا تھکا دینے والا سفر مگر پھر بھی تمام راستے روزے رکھے اور زیادہ

حصہ پیدل چلتے تھے۔ فرطِ شوق میں حضرت کی جو کیفیت تھی وہ قلمبند نہیں ہو سکتی۔ اور وہاں پہنچکر شمع ہدایت کا ایک پروانہ تھا جو بارگاہِ رسالت پر قربان تھا۔

تیسرا سفر ۱۳۵۶ھ ہجری میں حضرت موصوف کی معیت میں ہوا تبلیغی سفر تھا اور اس سفر کے سارے مشاغل تبلیغی سرگرمیاں تھی جو وقت تبلیغ سے بچتا وہ مسجد حرام میں گذرتا تھا۔ ذوقِ عبادت اب بھی وہی تھا مگر اس کا طور و طریق بدلا ہوا تھا اور عبادت کا سال ذوق دعوتِ حق کے ذریعہ پورا ہو رہا تھا۔

قاضی القضاۃ شیخ ابن بلیہد کی تحریک اور وزیر مالیہ شیخ عبداللہ بن سلیمان کی مہربانی سے مدینہ منورہ کے لئے حکومت سعودیہ کی جانب سے کار کا انتظام ہو گیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ موٹر پر سفر کے لئے کسی طرح آمادہ نہ تھے اور اونٹوں پر سفر کا اصرار تھا۔ مگر رفقار کی کج فہمی اور ناعاقبت اندیشی کے باعث بالآخر مجبوراً لاری میں سفر کیا۔ اور شرط یہ کر لی کہ مدینہ منورہ سے ایک منزل پہلے لاری سے اُتر جائیں گے اور باقی راستہ پیدل طے کریں گے۔ ہم نے ساری بات موٹر ڈرائیور کو سمجھا دی اور اس نے وعدہ کر لیا کہ تمہیں "بیر علی" پر اتار دوں گا۔ مگر ہوا یہ کہ اس نے بار بار تقاضوں کے باوجود لاری کو نہ روکا اور سیدھا باب رحمت کے سامنے بازار میں جا کر اتارا۔ اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حزن و ملال اور ندامت و شرمندگی کی کیفیت دیکھی نہ جاتی تھی صرف زبان سے یہ فرمایا: "میاں احتشام یہ کیا ہوا" اسی حالت میں مولانا سید احمد صاحب آگئے اور برجستہ طعنہ دیا یہاں کی حاضری کا یہی ادب اور طریق ہے جو تم نے اختیار کیا: "حضرت نے فرمایا: "واقعی ہم نے بڑا ظلم کیا"! میں نے غصہ میں ڈرائیور سے وجہ دریافت کی تو اس نے نہایت

خوشامد سے کہا: "مجھے معاف کرو۔ گرمی بہت سخت تھی مجھے تمہارے حال پر رحم آیا کہ خواہ مخواہ دھوپ میں پریشان ہو گے۔"

ان بزرگوں کی یہ چند ادائیں بے ساختہ دل میں آئیں اور قلمبند ہو گئیں۔ شاید دوسرے بھی ان نقوش کی پیروی کریں۔

بے ادبی اور بے حُرمتی کا انجام

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تمام محاسن اور محامد کو حاوی ہے۔ اور ان مراتب اور مدارج پر فائز ہے جو انسان کے پرواز کی آخری حد ہے اور ترقی و عروج کا منتہائی نقطہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ کی ذاتِ اقدس انوار و تجلیات الٰہی کا مظہر اتم ہے اور شان عبدیت کا پیکر مجسم ہے اسی لئے آپ اللہ رب العالمین کے حبیب اور محبوب ہیں۔ علیہ الف الف صلوٰۃ وتحیۃ۔ ؎

بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ — صلوا علیہ وعلیٰ آلہٖ

اب بارگاہِ خداوندی تک رسائی کا ذریعہ اور ابدی فلاح کا وسیلہ صرف شانِ محمدیؐ اور ظہور احمدیؐ ہے۔ جو اس در کی خاک نہیں وہ کسی طرح بارگاہِ خداوندی میں باریاب نہیں ؎

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سراست   کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

پس اس بارگاہِ عالی میں جو بات بھی خاکساری اور نیازمندی کے خلاف سرزد ہو گی، وہ بے ادبی اور بے حرمتی شمار ہو گی۔ اور بارگاہِ خداوندی میں ناقابل معافی ہو گی۔ اور کسی حال بھی برداشت نہ ہو گی۔ اور ایک ذرہ بے ادبی عمر بھر کی طاعت و بندگی کو مسترد اور غیر مقبول بنا دے گی چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ الآیۃ۔ یعنی اے ایمان والو تم اپنی آواز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ آپ سے ایسی طرح زور سے بات کرو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہاری اس بے ادبی سے تمہارے سابقہ تمام نیک عمل حبط اور برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک مشورہ کے درمیان حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما میں اختلاف رائے کی وجہ سے تیز گفتگو کی نوبت آگئی اور مجلس نبوی کا پاس ادب باقی نہ رہا۔ اس پر یہ عتاب آمیز آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جب ان حضرات شیخین پر یہ عتاب ہے اور اس قدر جاں نثاروں کو ضبط عمل کی دھمکی ہے تو ہم اور تم تو کس شمار میں ہیں؟

اس آیتہ شریفہ کے نازل ہونے کے بعد مجلس نبوی میں حضرت عمر فاروق کی آواز اس قدر دھیمی ہوتی تھی کہ بعض اوقات مکرر دریافت کرنا پڑتا کہ کیا کہا؟۔

حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو اب آپ سے ایسی طرح گفتگو کروں گا جیسا کوئی راز کی بات کرتا ہو۔

حضرت ثابت بن قیس بلند آواز تھے اس آیتہ کے نازل ہونے کے بعد اس

رنج وغم میں کہ میں ہمیشہ زور سے بولتا ہوں۔ میں تو جہنمی ہو گیا گھر سے نہ نکلتے تھے کئی دن کے بعد حضور اقدس نے دریافت فرمایا تو واقعہ معلوم ہوا آپ نے ان کو تسلی دی اور جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔ (فضائل حج)

بارگاہ نبوی کے ادب وحرمت کی۔ یہ ایک مثال ہے اسی پر دیگر آداب کو قیاس کر لینا چاہیئے۔ بے ادبی اور گستاخی روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے اور اس سے بے توقیری ظاہر ہوتی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور بے توقیری اس سے بدتر کوئی جرم ہو نہیں ہو سکتا۔

عبرت کے لئے چند واقعات عناد اور مخالفت کے لکھے جاتے ہیں جن سے بے ادبی اور گستاخی کا انجام بد آشکارا ہو جاتا ہے۔

(۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں ان کے ایما سے یا بغیر ان کے ایما کے محض تقرب اور خوشنودگی حاصل کرنے کے لئے امیر مدینہ مروان نے یہ چاہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر شریف مسجد نبوی سے اٹھا کر شام میں امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا جائے۔ جب منبر شریف کو اکھڑوانا شروع کیا تو دفعۃً سورج گہن ہو گیا۔ تمام مدینہ پر تاریکی چھا گئی اور تارے نمودار ہو گئے مروان اپنی اس حرکت پر پشیمان ہوا۔ اور اہل مدینہ سے معذرت کی اور خطبہ میں اعلان کیا کہ منبر شریف لے جانے کا ارادہ نہیں بلکہ امیر معاویہ نے ہدایت دی ہے کہ اس کو دیمک لگنے کا اندیشہ ہے اس لئے اس کے نیچے اور سیڑھیوں کا اضافہ کر کے منبر کو اوپر رکھ دیا جائے۔ پھر بڑھئی کو بلا کر چھ سیڑھیاں بنوائی اور انکے اوپر اس منبر شریف کو رکھا جس کی وجہ سے منبر نبوی کی نو سیڑھیاں ہو گئیں۔ ورنہ

اس سے قبل زمانہ نبوت سے کل تین درجے تھے دو سیڑھیاں اور ایک اوپر بیٹھنے کا مقام (فضائل از نزھہ)

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب ملکِ شام سے مدینہ منورہ زیارت کے لئے آئے تو انہوں نے خود منبر نبوی کو ملکِ شام لے جانا چاہا۔ جب یہ حادثہ پیش آیا تو وہ اپنے ارادہ سے باز آئے اور معذرت کی۔ اور چھ درجہ منبر کے بنا کر اکر منبر نبوی کو اس پر رکھا۔ واللہ اعلم

(۲) سلطان نورالدین عادل بادشاہ تھا۔ متقی اور پرہیزگار تھا اور پابندِ وظائف اور اوراد تھا رات کا بیشتر حصہ تہجد اور وظائف میں گذارتا تھا۔ ۵۵۷ھ ہجری میں ایک شب تہجد کے بعد سوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور اقدس ؐ نے دو کیری آنکھوں والے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے سلطان سے فرمایا کہ "ان دونوں سے میری حفاظت کرو"۔ سلطان کی گھبرا کر آنکھ کھل گئی فوراً اٹھ کر وضو کیا۔ اور نوافل پڑھے۔ پھر لیٹے تو فوراً آنکھ لگ گئی اور یہی خواب دوبارہ دیکھا۔ سلطان اٹھے اور وضو کر کے نوافل پڑھے پھر لیٹے ہی تھے کہ فوراً آنکھ لگ گئی اور تیسری بار یہی خواب دیکھا۔ تو کہا اب نیند کی گنجائش نہیں۔ اسی وقت رات کو اپنے وزیر کو بلوایا اور سارا قصہ سنایا۔ وزیر نے کہا۔ اب تاخیر کی گنجائش نہیں فوراً مدینہ طیبہ چلئے اور اس خواب کا کسی سے تذکرہ نہ کیجیے۔

سلطان نے رات ہی کو تیاری کی اور وزیر اور بیس مخصوص خدام اور بہت کچھ مال و متاع ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ اور شب و

روز چل کر سولھویں دن مصر سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ شہر سے باہر غسل کیا۔ اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور روضہ جنت میں دو رکعت نفل پڑھی اور نہایت متفکر بیٹھے سوچتے رہے کہ کیا کریں، وزیر نے اعلان کرایا کہ بادشاہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور اہل مدینہ کی خدمت میں ہدایا پیش کریں گے اور ایک بڑی ضیافت کا انتظام کیا۔ جس میں تمام اہل شہر کو مدعو کیا ضیافت کے بعد ہر ایک کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ سلطان اس وقت بہت غور سے ہر ایک کو دیکھتے رہے تمام حاضرین یکے بعد دیگرے ہدایا لے کر چلے گئے مگر وہ شخص جن کو خواب میں دیکھا تھا نظر نہ آئے۔ سلطان نے کہا کوئی اور باقی رہا ہو تو اس کو بھی بلایا جائے۔

معلوم ہوا کہ کوئی باقی نہیں رہا۔ بہت غور و خوض اور سلطان کے بار بار کہنے پر لوگوں نے کہا دو نیک مرد متقی پرہیزگار مغربی بزرگ ہیں وہ کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے اور خود اہل مدینہ پر بہت زیادہ خیرات کرتے ہیں۔ بالکل یکسو اور گوشہ نشین آدمی ہیں۔ سلطان نے ان کو بھی بلوایا اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دونوں ہیں جو خواب میں دکھلائے گئے تھے۔ سلطان نے ان سے دریافت کیا: "تم کون لوگ ہو؟"

انہوں نے جواب دیا: "مغرب کے رہنے والے ہیں حج سے فراغت کے بعد زیارت کو حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے کی تمنا ہوئی تو یہاں قیام کر لیا۔

سلطان نے ان سے بار بار دریافت کیا مگر انہوں نے ہر بار یہی جواب دیا۔

سلطان نے ان کی قیام گاہ کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ روضہ مطہرہ کے قریب ایک رباط میں قیام ہے۔

سلطان نے ان کو وہیں روکنے کا حکم دیا اور خود ان کی قیام گاہ پر جا کر تجسس اور تفتیش کی مال و متاع اور کتابوں کے سوا وہاں کچھ نہ ملا۔ جس سے خواب کی حقیقت معلوم ہوتی۔

سلطان سخت متفکر اور پریشان تھا۔ ادھر اہلِ مدینہ نے سفارش کی بھرمار کر دی کہ یہ بزرگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور ہر نماز روضہ جنت میں پڑھتے ہیں۔ روزانہ بقیع کی زیارت کرتے ہیں۔ ہر شنبہ کو قبا جاتے ہیں کسی سائل کا سوال رد نہیں کرتے اس قحط سالی میں اہل مدینہ کے ساتھ پوری ہمدردی اور غم گساری کی ہے۔ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔

سلطان ان سب حالات سے متعجب تھے اور ادھر ادھر متفکر پھر رہے تھے کہ دفعتاً کچھ خیال آیا اور ان کے مصلے کو جو بوریہ پر بچھا ہوا تھا اٹھایا اس کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے ایک سرنگ نکلی جو قبر اطہر کے قریب پہنچ گئی ہے۔ یہ دیکھ کر سب حیران ہو گئے اور بادشاہ نے غصہ میں کانپتے ہوئے ان کو پیٹنا شروع کیا اور کہا بالکل صحیح واقعہ بیان کرو۔ تب انہوں نے کہا ہم نصرانی ہیں اور عیسائی بادشاہوں نے بہت مال ہمیں دیا ہے اور بہت کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے ہم حجاج کے بھیس میں آئے ہیں تا کہ جسد اطہر کو یہاں سے لے جائیں۔ رات کو اس سرنگ کو کھودتے ہیں اور جو مٹی نکلتی ہے۔ وہ رات ہی کو مشکیزوں میں بھر کر بقیع میں ڈال آتے ہیں۔

سلطان اس خوشی میں اللہ اور رسول نے ان کو اس خدمت اور حفاظت کے لیے منتخب فرمایا۔ خوب روئے اور ان نصرانیوں کو قتل کرایا۔ اور حجرہ شریف کے چوگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ جو پانی تک پہنچ گئی اور اس میں رانگ یا سیسہ پگھلا کر بھر دیا تاکہ آئندہ کسی کی جسد اطہر تک رسائی نہ ہو (فضائل از وفار)

(۳) شیخ شمس الدین صواب جو خدام حرم کے رئیس تھے کہتے ہیں کہ میرے ایک دوست جن کی امیر مدینہ کے یہاں بہت آمد و رفت تھی ایک روز میرے پاس آئے اور کہا آج ایک بہت سخت حادثہ پیش آیا۔

میں نے کہا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا حلب کے کچھ شیعہ امیر مدینہ کے پاس آئے اور بڑی رشوت دیکر امیر کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ حضرات شیخین کے اجساد مبارکہ کو یہاں سے لے جائیں۔

میں یہ سنکر انتہائی رنج و فکر میں تھا کہ امیر کا قاصد بلانے کے لیئے آیا۔ میں وہاں گیا تو امیر نے مجھ سے کہا آج رات کو کچھ لوگ مسجد میں آئیں گے تم ان سے تعرض نہ کرنا اور جو کچھ وہ کریں ان کو کرنے دینا کسی بات میں دخل نہ دینا۔ میں بہت اچھا کہہ کر چلا آیا مگر سارا دن حجرہ شریفہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے اور روتے ہوئے گذرا۔ ایک منٹ کو آنسو نہ تھمتا تھا۔ اور کسی کو خبر نہ تھی کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے؟ آخر عشا کی نماز کے بعد جب سب چلے گئے اور ہم نے کواڑ بند کر لیئے تو باب السلام سے جو امیر کے گھر کے قریب تھا لوگوں نے دروازہ کھلوا کر اندر آنا شروع کیا۔ میں ان کو گن رہا تھا چالیس آدمی تھے اور ان کے ساتھ پھاوڑے ٹوکریاں اور کھودنے کے آلات تھے۔ وہ اندر داخل ہو کر حجرہ شریف کی طرف چلے۔ خدا کی قسم منبر تک بھی

نہ پہنچے تھے کہ ایک دم ان کو مع سارے ساز و سامان کے زمین نگل گئی اور نشان تک بھی پیدا نہ ہوا۔ امیر نے بہت دیر انتظار کر کے مجھے بلا کر دریافت کیا "صواب وہ لوگ ابھی تک تمہارے یہاں نہیں پہنچے؟ میں نے کہا "ہاں آئے تھے اور یہ قصہ ان کے ساتھ پیش آیا۔

امیر نے کہا "دیکھو کیا کہہ رہے ہو"

میں نے کہا۔ بالکل ایسا ہی ہوا آپ چلیں میں وہ جگہ بتاؤں جہاں یہ واقعہ ہوا۔ امیر نے کہا۔ اچھا یہ بات یہیں تک رہے اگر کسی پر ظاہر ہوئی تو سر اڑا دیا جائے گا۔

اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم سے آداب کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے اور بے ادبی کے وبال سے محفوظ رکھے (فضائل از وفاء)

مسجد نبوی کی زیارت

مسجد نبوی کی زیارت بھی ایک اہم سعادت اور مستقل عبادت ہے اور وہ اعلیٰ فضیلت و منقبت ہے جس کے حصول کی خاطر شد رحال کیا جائے۔ اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا۔ (صحیحین عن ابی ھریرۃ)

نہ رخت سفر باندھا جائے مگر تین مساجد کی طرف مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد بھی انبیاء کی مساجد میں آخری مسجد ہے اور دیگر تمام مساجد کے مقابلہ میں اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی زیارت کے لئے سفر کیا جائے اور سواری پر سوار ہو کر اس تک پہنچا جائے۔ میری اس مسجد میں ایک نماز اس کے علاوہ مساجد کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔
(حسن الختام)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بہترین جگہ جہاں سواریاں جائیں مسجد ابراہیم علیہ السلام اور میری مسجد ہے۔" (ترغیب از احمد وطبرانی وغیرہ)

انبیاء سابقین نے حکم خداوندی سے اللہ رب العزت کی بندگی اور رضا جوئی کے لئے مساجد خداوندی تعمیر فرمائی تاکہ مخلوق خدا وہاں خالق جل جلالہٗ کے سامنے سربسجود ہو اور فریضۂ بندگی ادا کرے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کی بنا رکھی اور بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ اور حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کو تعمیر فرمایا۔ جب سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کیا گیا۔ تو آپ کو اس مقدس مسجد کی تعمیر کا حکم دیا گیا جس پر انبیاء کرام کی مساجد کا اختتام ہو اور وہ انبیاء کرام کی آخری مسجد شمار ہو۔ جس مسجد کا تعمیر کرنے والا تمام انبیاء اور رسولوں کا سردار اور سرتاج ہو

تو اس کی تعمیر کی ہوئی مسجد بھی تمام مساجد کی سردار اور سرتاج ہوگی۔ اور اسی حیثیت سے اس کی زیارت اور خاک بوسی ضروری ہوگی۔ اور اسی حیثیت سے اس کی زیارت کے لئے سفر کرنے میں اجر و ثواب کی زیادتی ہوگی۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جب کوئی شخص اپنے گھر سے میری مسجد کی جانب روانہ ہوتا ہے تو واپسی تک اس کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور ایک خطا معاف کی جاتی ہے (حسن الختام وبحر عمیق از ابن حبان)

مساجد کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ گارے مٹی اور اینٹ پتھر کی تعمیر ہیں۔ اس حیثیت میں کسی مسجد کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ چاہے وہ کچی تعمیر ہو یا پختہ۔ عالی شان عمارت ہو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دونوں ایک درجہ رکھتی ہیں۔ اگر کچھ خصوصیت اور قبولیت ہے تو بانی کے خلوص نیت کو نہ کہ ظاہری زیب و زینت کو۔ پس کسی مسجد کی ظاہری زیب و زینت اور نقش و نگار کی بنا پر اس کے لئے سفر کرنا بیکار اور بے فائدہ اپنے کو تھکانا ہے۔ اور پیسہ ضائع کرنا ہے۔

دوسری حیثیت یہ ہے کہ مساجد خانہ خدا ہیں وہاں اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ کا نام پاک لیا جاتا ہے۔ اور کلام پاک کی تلاوت ہوتی ہے اس حیثیت سے بھی تمام مساجد ایک درجہ رکھتی ہیں۔ اور کسی مسجد کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ مگر یہ کہ وہاں عابدوں اور ذکر اللہ کرنے والوں کی کثرت ہو

جس قدر عبادت گذار ذاکرین کی کثرت ہوگی اسی قدر خیر و برکت میں افزونی ہوگی۔ اس حیثیت سے بھی کسی خاص مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنا کوئی خاص منقبت اور فضیلت نہیں رکھتا اس لئے محض فضول ہے چنانچہ حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے۔

لا تشد الرحال المطي الى مسجد يذكر الله فيه الا الى ثلاثة مساجد۔	نہ سواری تیار کی جائے کسی مسجد کی زیارت کے لئے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو سوائے تین مساجد کے۔

دنیا کی تمام مساجد میں سے صرف تین مساجد کو مخصوص کیا گیا اور ان تینوں مساجد کی جانب سفر کرنے کی اجازت اور ترغیب دی گئی اس لئے کہ ان مساجد کی فی نفسہٖ کچھ خصوصیات ہیں اور ان کے مستقل فضائل اور مناقب ہیں جن کے حصول کے لئے شدِ رحال ضروری ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے کوئی خاص منقبت اور فضیلت حاصل نہیں جسکے حصول کے لئے سفر اختیار کیا جائے۔

ان تینوں مساجد مسجد حرام[1]، مسجد نبوی[2]، مسجد اقصیٰ[3] کی خصوصی شان یہ ہے کہ یہ اللہ رب العزت کے جلیل القدر انبیاء کرام کی جانب منسوب ہیں اور ان کی تعمیران مقدس ہاتھوں سے ہوئی جنہوں نے بندگی کی بنیادیں قائم کی اور ان کی زیارت مستقل عبادت اور سعادت ہے۔

فائدہ: حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلٰثۃ مساجد (نہ سفر کیا جائے مگر تین مساجد کی جانب) کے عموم کی بنا پر بعض علماء محققین فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ قبر اطہر کی نیت سے نہ جائے بلکہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرے اور وہاں پہنچکر تبعاً روضہ اطہر پر بھی حاضر ہو جائے۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک بارگاہ رسالت کی زیارت کی نیت سے

سفر کرنا مستحب اور مستحسن ہے۔ اور مستقل عبادت و سعادت ہے۔ اور مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر مستقل جداگانہ عبادت ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے ارادے سے سفر نہ کیا جائے اس لئے کہ ان تینوں مساجد کی زیارت اہمیت اور خصوصیت رکھتی ہے ان کے علاوہ دیگر مساجد میں کوئی خاص خصوصیت نہیں جس کی بنا پر سفر کیا جائے۔ گویا ان تینوں مساجد کی دیگر مساجد پر فوقیت اور فضیلت اور خصوصیت کا اظہار مقصود ہے نہ کہ مطلق سفر سے ممانعت۔ اور اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جن میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی جانب سفر نہ کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ میں مذکور ہوا۔ اگر حدیث مذکور میں مطلق سفر سے ممانعت مراد لی جائے گی تو ان مساجد کی جانب سفر کے علاوہ دیگر تمام اسفار ممنوع ہوں گے اور حج کے لئے سفر جہاد کے لئے سفر طلب علم کے لئے سفر۔ تجارت کے لئے سفر۔ والدین اور اقربار کی ملاقات کے لئے سفر۔ علمار اور صلحار کی ملاقات اور زیارت کے لئے سفر۔ غرض ہر سفر کی ممانعت ثابت ہوگی حالانکہ ان اسفار کے استحباب اور استحسان میں کسی کو بھی شک و شبہ نہیں تو معلوم ہوا کہ مطلق سفر کی ممانعت مقصود نہیں۔ بلکہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی جانب سفر کرنے کی ممانعت مقصود ہے واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ ولی الدین عراقی کہتے ہیں کہ میرے والد زین الدین عراقی اور شیخ عبدالرحمن بن رجب حنبلی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر کی زیارت کے لئے ساتھ روانہ ہوئے جب شہر کے قریب پہنچے تو شیخ ابن رجب کو کچھ خیال آیا اور کہا کہ "میں نے مسجد ابراہیم میں نماز پڑھنے کی نیت کر لی تاکہ محض قبر کی زیارت کی نیت نہ رہے"

شیخ زین الدین نے کہا: تم نے فرمان رسول کے خلاف کیا اس لئے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی جانب سفر نہ کیا جائے اور تم نے چوتھی مسجد کے لیے سفر کیا۔ اور میں نے فرمانِ رسول کی تعمیل کی اس لیے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ "قبور کی زیارت کیا کرو۔" اور کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ انبیاء کی قبروں کے علاوہ دیگر قبور کی زیارت کیا کرو۔ لہٰذا میں نے ارشاد نبوی کے موافق کیا۔ (فضائل حج)

مسجدِ نبوی کے فضائل اور مناقب

جس مقدس مسجد کی بنیاد سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مقدس اور بابرکت ہاتھوں نے رکھی جن کا ہر نطق وگویائی امر ربانی اور وحی الٰہی تھا۔ وما ینطق عن الہویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ اور پھر انہی مقدس ہاتھوں نے اس کو تعمیر فرمایا اور اسی عمارت میں بیٹھ کر دین الٰہی کی تعمیر فرمائی اور انسانیت کو اوج کمال تک پہنچایا۔ یہیں فریضہ بندگی ادا ہوتا تھا اور یہی امت کی تعلیم و تربیت کا آخر تک مرکز رہا۔ یہاں سے آفتاب اسلام چمکا اور تاریک دنیا میں اجالا کر دیا۔ یہاں سے جیوش اسلامی روانہ ہوئے اور تمام باطل قوتوں کو پاش پاش کر دیا۔ اس مسجد کے بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور محبوب ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ بلا شک و شبہ سید الانبیاء کی مسجد بھی سید المساجد ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ — البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ و پرہیزگاری پر رکھی گئی ہو زیادہ حقدار اسکی کہ تم اسمیں نماز کیلئے کھڑے ہو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت بعض ازواج مطہرات کے حجرہ میں تشریف فرما تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ مسجد تقوی سے کونسی مسجد مراد ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے کنکریاں اٹھا کر ان کو پھینکا اور پھر فرمایا: "وہ تمہاری یہی مسجد ہے مدینہ کی مسجد" (وفار از مسلم)

امام احمد اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ دو شخصوں میں اختلاف ہوا کہ مسجد تقوی سے کونسی مسجد مراد ہے۔

ایک نے کہا مسجد نبوی ہے۔" اس پر دونوں نے حاضر بارگاہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو دریافت کیا۔ آپ نے جواب مرحمت فرمایا وہ بھی مسجد ہے اور مسجد قبا میں بھی خیر کثیر ہے۔" (وفار الوفار)

صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت جن میں حضرت ابن مسیب اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر اور حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ میں مسجد تقوی سے مسجد نبوی مراد ہے۔ اور یہی راجح ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے "مسجد قبا" مراد ہے جسکی دیگر روایات سے بھی تائید ہوتی ہے۔

پس ہر دو روایات کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ مسجد تقوی سے مسجد نبوی اور مسجد قبا دونوں مراد ہیں۔ اس لئے کہ دونوں مساجد کی بنیاد تقوی و پرہیزگاری پر ہے اور دونوں مساجد کی تاسیس اور تعمیر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوئی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ آیۃ کریمہ فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَن تُرفَعَ-

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد چار مساجد ہیں جن کو انبیاء کرام نے تعمیر فرمایا۔ بیت اللہ جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے تعمیر فرمایا۔ اور بیت المقدس جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے تعمیر فرمایا۔ اور مسجد مدینہ اور مسجد قبا جن کی تاسیس و تعمیر تقوی پر ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو تعمیر فرمایا۔

مسجد نبوی کے فضائل اور مناقب میں بکثرت احادیث مروی ہیں جن میں سے چند نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری اس مسجد میں ایک نماز دیگر مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے (یہاں تک بخاری اور مسلم کے الفاظ مشترک ہیں مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ اور زیادہ ہیں) بیشک میں آخر انبیاء ہوں اور میری مسجد بھی آخر مساجد ہے (بحر عمیق) یعنی جیساکہ مجھ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ایسا ہی میری مسجد پر انبیاء کی مساجد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ نہ اب کوئی نبی آئے گا اور نہ اس کی کوئی مسجد ہو گی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں کہ صحیحین کی روایتوں کو ملا کر ارشاد نبوی کا یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز دیگر انبیاء کی مساجد کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے یعنی مسجد اقصیٰ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی مسجد ہے اس سے مسجد نبوی کی نماز ایک ہزار درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ سوائے مسجد حرام کے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مسجد ہے۔

اور دیگر بعض روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ طبرانی معجم کبیر میں ثقہ روات سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ارقم بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور بیت المقدس

جانے کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیوں جا رہے ہو کیا وہاں تجارت کا ارادہ ہے؟"

انھوں نے عرض کیا: "تجارت کا تو ارادہ نہیں وہاں نماز پڑھنے کی نیت سے جا رہا ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری مسجد کی ایک نماز اس مسجد کی ہزار نماز کے برابر ہے۔" اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی ایک نماز دیگر مساجد کی ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ اس حساب سے مسجد نبوی کی ایک نماز دیگر مساجد کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوئی۔

سوائے مسجد حرام کے اس کے معنی میں تین احتمال ہیں اور تینوں کو علماء نے اختیار کیا ہے اول یہ کہ سوائے مسجد حرام کے اس لیے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی ثواب میں برابر ہیں بعض علمائے اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور حضرت ارقم کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ سوائے مسجد حرام کے اس لئے مسجد نبوی کی ایک نماز مسجد حرام کی ایک ہزار نماز سے کم کے برابر ہے بعض مالکیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی امام مالک کی روایت ہے۔ پھر اس کم کی تعین میں اختلاف ہے بعض مالکیہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی ایک نماز مسجد حرام کی سو نمازوں کے برابر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کی ایک نماز مسجد حرام کی نو سو نمازوں کے برابر ہے۔ اور ہر ایک نے کسی نہ کسی حدیث سے استنباط کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ سوائے مسجد حرام کے اس لئے کہ مسجد حرام کی نماز مسجد نبوی کی نماز سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ "مسجد حرام کی ایک نماز مسجد مدینہ کی سو نماز کے برابر ہے۔" اور مسجد نبوی کی ایک نماز دیگر مساجد کی ایک ہزار نماز کے

برابر ہے تو مسجد حرام کی ایک نماز دیگر مساجد کی ایک لاکھ نماز کے برابر ہوئی۔ جمہور علماء نے اسی احتمال کو اختیار کیا ہے اور ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ یہ تفصیل مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز ہزار نماز کے برابر ہے اور بیت المقدس میں نماز پانچسو نماز کے برابر ہے"۔

اجر و ثواب کی زیادتی علیحدہ شے ہے اور مقبولیت و محبوبیت جداگانہ شے ہے۔ بعض مرتبہ ایک تھوڑی شے زیادہ کے مقابلہ میں زیادہ مرغوب و پسندیدہ ہوتی ہے تو مسجد حرام میں اگرچہ اجر و ثواب کی زیادتی ہے لیکن ممکن ہے کہ بارگاہ رب العالمین میں مسجد نبوی کو مقبولیت اور محبوبیت زیادہ حاصل ہو۔ اور یہ خیر قلیل اس خیر کثیر کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ ہو۔

یہ فضیلت و برتری صرف اس حصہ کے لئے ہے جو زمانہ نبوت میں مسجد تھا یا تمام مسجد نبوی کو حاصل ہے۔ جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ یہ فضیلت تمام مسجد نبوی کے ہے چاہے جہاں تک اس کو بڑھا دیا جائے۔ یہی قول راجح ہے اور احادیث نبوی اور اقوال و اعمال سلف کے موافق ہے۔

چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لو بنی ھذا المسجد الی صنعاء لکان مسجدی اگر یہ مسجد صنعا تک بڑھا دی جائے تب بھی میری ہی مسجد ہے۔ اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو ذوالحلیفہ تک بڑھا دیا جائے تو وہ سب مسجد نبوی ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ مسجد نبوی میں زیادتی کے بعد حضرت عمر فاروق اور حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے بلا تکلف محراب نبوی کو چھوڑا اور اس زائد کردہ حصہ میں نماز پڑھائی۔ (جذب القلوب)

فائدہ:۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ ثواب کی کثرت اور فضیلت فرض اور نفل دونوں نمازوں کے لیئے ہے بلکہ ہر وہ خیر وطاعت جو اس عالی مقام میں کی جائے اس کے لئے یہی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے۔ اور مسجد نبوی میں ایک کار خیر شرف قبولیت میں ہزار کے برابر ہے۔ چنانچہ بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری اس مسجد میں نماز ماسوا مسجد حرام کی نماز کے ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ اور میری اس مسجد کا جمعہ ماسوا مسجد حرام کے جمعہ کے ہزار جمعہ سے افضل ہے اور میری اس مسجد میں رمضان ماسوا مسجد حرام کے رمضان کے ہزار رمضان سے افضل ہے۔" (وفاء الوفاء از بیہقی)

ایک روایت میں ہے مدینہ میں ایک رمضان دیگر شہروں کے ہزار رمضان سے بہتر ہے۔ اور مدینہ میں ایک جمعہ دیگر شہروں کے ہزار جمعہ سے بہتر ہے۔ (وفاء از طبرانی)

مسجد نبوی کی ایک نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہونے اور مسجد حرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز کی قدر وقیمت ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور ایک نماز پر ایک ہزار نمازوں کا اجر ثواب ملے گا۔ ایسا ہی مسجد حرام کی ایک نماز کی قدر وقیمت ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا اجر و ثواب ملے گا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسجد نبوی کی ایک نماز ایک ہزار نمازوں کا بدل ہو جائے گی۔ اور مسجد حرام کی

ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کا بدل ہوجائیگی فرض تو ایک ہی ذمہ سے ساقط ہوگا صرف اس کے اجر و ثواب میں زیادتی ہوگی۔

ایک عالم فرماتے ہیں کہ میں نے حساب لگایا تو مسجد حرام کی ایک نماز کا اجر و ثواب پچپن برس چھ مہینہ بیس روز کی نمازوں کے اجر و ثواب کے برابر ہوتا ہے (جذب القلوب)

(۲) امام احمد اور طبرانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص میری مسجد میں چالیس نماز پڑھے کہ درمیان میں کوئی نماز مسجد کی فوت نہ ہو اس شخص کے لئے آگ سے برات اور عذاب سے برات لکھی جاتی ہے۔ اور وہ نفاق سے بری ہوجاتا ہے۔ (فضائل حج)

آٹھ روز کی چالیس نمازیں ہوتی ہیں اگر آٹھ روز مدینہ منورہ میں قیام کرکے اہتمام کے ساتھ ہر نماز مسجد نبوی میں پڑھ لے۔ تو دوزخ کی آگ اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور کفر و نفاق کا اندیشہ جاتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مسلسل چالیس نمازیں مسجد نبوی میں پڑھنا دین پر استقامت اور کمال تعلق کا باعث ہے۔ اور جب استقامت دین اور کمال تعلق حاصل ہوگیا تو کفر و نفاق کا اندیشہ اور خطرہ جاتا رہا جب کفر و نفاق سے بری ہوگیا تو ہر نوع کے عذاب سے مامون اور محفوظ ہوگیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳) حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص وضو کرکے میری مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادہ سے نکلے یہ اس کے لئے ایک حج کے برابر ہے۔ (وفاء الوفا)

یعنی گھر سے وضو کر کے اس ارادہ سے مسجد نبوی میں جانا کہ وہاں نماز ادا کروں گا ایک حج کا ثواب رکھتا ہے۔ اور حج کی برکت و فضیلت جو مکہ مکرمہ سال بھر میں ایک مرتبہ نصیب ہوتی ہے — مدینہ منورہ میں دن بھر میں پانچ مرتبہ حاصل ہو سکتی ہے اور اگر یہاں کسی کا عمرہ کی خیر و برکت حاصل کرنے کو جی چاہے تو مسجد قبا میں جا کر دو رکعت نفل پڑھ لے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ مسجد قبا میں دو رکعت پڑھنا ایک عمرہ کے برابر ہے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص میری مسجد میں اس ارادہ سے آئے کہ کوئی چیز سیکھے یا سکھلائے وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہے اور جو شخص کسی اور غرض سے مسجد میں آئے وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جو غیر کی پونجی کو للچائی نگاہ سے دیکھ رہا ہو"۔۔۔۔ (وفا از ابن ماجہ) یعنی جو شخص نماز کے اوقات کے علاوہ محض تعلیم و تعلّم کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہو وہ اجر و ثواب میں اس شخص کے برابر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے۔ اور جو شخص کسی دوسری غرض سے حاضر ہو وہ اگرچہ خود اس اجر عظیم سے محروم ہے لیکن بہرحال دوسروں کے مال و متاع اور ساز و سامان کو دیکھ کر فرحت حاصل کر رہا ہے۔

رَوضۂ جنّت

حجرہ نبوی اور منبر نبوی کے درمیانی حصہ کو "روضہ جنت" کہتے ہیں۔ اس لئے کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ جنت الفردوس کا باغیچہ ہے اور روضہ باغیچہ کو کہتے ہیں۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة" زاد البخاری من حدیث ابی ھریرة ومنبری علی حوضی (وفاء الوفاء)

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ باغیچہ ہے جنت کے باغات سے اور میرا منبر میری حوض پر ہے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ "میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات کا ایک باغیچہ ہے" اور بعض روایات میں ہے کہ میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات کا ایک باغیچہ ہے۔

اس حدیث کے معنی میں علماء کے مختلف اقوال منقول ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ نزول رحمت اور حصولِ سعادت اور خیر و برکت میں مسجد نبوی کا یہ حصہ روضہ جنت کے مشابہ ہے لیکن اس معنی کے لحاظ سے اس حصہ کی کیا تخصیص تمام مسجد نبوی بلکہ دیگر تمام مساجد میں یہ بات حاصل ہے۔ اسی لئے مساجد کو ریاض جنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا۔ (جب جنت کے باغوں سے گذرو تو اس کے میوے چنو)۔ یعنی جب مساجد میں سے گذرو تو نماز پڑھو اور ذکر اللہ کرو۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اس حصہ میں عبادت کرنا روضہ جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ لیکن اس معنی کے لحاظ سے بھی اس حصہ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ جہاں کہیں بھی اللہ کی عبادت کی جائے گی وہ حصول جنت کا ذریعہ ہوگی انشاء اللہ۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حصہ درحقیقت جنت کا باغیچہ ہے اس لحاظ سے کہ اسکو بعینہٖ جنت میں منتقل کردیا جائے گا اور فنا اور معدوم نہ کیا جائے گا۔ ابن جوزی اور ابن فرحون نے امام مالک سے یہی معنی نقل کئے ہیں۔ اور شیخ ابن حجر اور اکثر علماء حدیث نے اس کو ترجیح دی ہے۔

شیخ ابن ابی حمزہ فرماتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس مقدس حصہ کو ریاض جنت سے اپنے حبیب کے اعزاز میں دنیا میں بھیجا ہو اور قیامت میں پھر اس کو اپنے اصلی مقام پر منتقل کردیا جائے جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے پتھر ہیں ایسا ہی یہ مقدس مقام بھی درحقیقت جنت الفردوس کا ایک حصہ ہے۔ یہ معنی دیگر تمام معانی کو جامع اور حاوی ہیں۔ اور مقتضاء حکمت الٰہی بھی یہی ہے کہ بارگاہِ رب العزت سے جب دیگر انبیاء کرام کو جنت کے تحفے اور ریزے عطا ہوئے تو سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مستقل ایک باغیچہ عطا ہونا چاہیئے جو ہمیشہ جلوہ گاہ نبوی ہو۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ معنی الفاظ حدیث کے زیادہ موافق ہیں اور عقل و قیاس کے مطابق ورنہ دیگر معانی کے اعتبار سے اس مقدس مقام کی کوئی خاص خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ اور ارشاد نبوی سے مقصود اس کی خصوصیت اور منقبت کو نمایاں کرنا ہے۔ پھر جس حصہ زمین پر ہر وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت نشست و برخاست رہتی تھی وہ اگر جنت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس کے شرعی ثبوت کے لئے یہ احادیث بالکل کافی اور وافی ہیں۔

اذا انتمت فیما بین قبری ومنبری   بعیبة فاعرفن ان منزلة الارقی

لقد قمت فی دار النعیم بروضۃ   ومن قام فی دار النعیم فلا یشقی

منبر نبوی

روضۂ جنت کی طرح منبر نبوی بھی خاص اہمیت ومنقبت اور فضیلت رکھتا ہے۔ چنانچہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرا منبر میری حوض پر ہے۔"

دیگر بعض روایات میں ہے کہ "منبری علی ترعۃ من ترع الجنۃ۔ (میرا منبر جنت کے ترعہ پر ہے) ترعہ کا لفظ مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دروازہ کو ترعہ کہتے ہیں اور جو باغیچہ بلندی پر ہو اس کو بھی ترعہ کہتے ہیں۔ اور درجہ اور سیڑھی کو بھی ترعہ کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز منبر شریف پر جلوہ افروز تھے اس وقت ارشاد فرمایا: "اس وقت میرا قدم جنت کے ایک ترعہ پر ہے۔" یعنی درجہ پر ہے۔ تو منبر شریف جنت کے دروازہ پر بھی ہے۔ بلند باغیچہ پر بھی ہے اور جنت کے عالی مقام پر بھی ہے۔ اور حوض کوثر پہ بھی ہے بلکہ حوض کوثر کے منبع اور سرچشمہ پر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اس وقت اپنے ارشاد فرمایا: "میں اس وقت اپنے حوض کے عقر پر ہوں۔" اور عقر اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے حوض میں پانی داخل ہو۔

جبکہ یہ مقدس مقام جنت الفردوس کا حصہ ہے تو جنت کی کچھ خصوصیات بھی اس میں ہونی ضروری ہیں جنت کی اہم خصوصیت یہ ہے لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا (نہ سنیں گے اس میں بیہودہ بات اور نہ جھوٹ) اسی لئے اس عالی مقام میں جھوٹ اور لغویات کی سخت ممانعت ہے۔ ارشادِ نبوی ہے جو

شخص میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے تاکہ مسلمانوں کا حق تلف کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے ہ" ایک روایت میں ہے " اس شخص پر اللہ کی لعنت۔ فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت "۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقدس مقام میں جو سکون و طمانیت اور راحت و فرحت نصیب ہوتی ہے وہ کسی دوسری جگہ حاصل نہیں۔ اور جو لطف عبادت اور ذوق طاعت یہاں حاصل ہوتا وہ کسی دوسری جگہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہاں پہنچکر انسان آغوش رحمت میں آجاتا ہے۔ اور سراپا رحمت بن جاتا ہے۔

اگر حقیقت شناس نگاہیں ہوں تو یہی جنت الفردوس کا عالی مقام ہے یہی حوض کوثر کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے جہاں سے رشد و ہدایت کی پیاسی مخلوق کو سیراب کیا گیا اور پوری دنیا کو سرسبز و شاداب بنا دیا۔ اور آج بھی تشنہ قلوب جہاں سے سیراب ہو رہے ہیں۔ اور روز حشر بھی اسی جگہ سے ہر پیاسے کو سیراب اور شاداب کیا جائے گا۔ حکمت خداوندی نے حجر اسود اور مقام ابراہیم کی طرح اس روضہ جنت کی اصلی حقیقت کو نگاہوں سے پوشیدہ کر رکھا ہے۔ اور مخلوق کی کوتاہ چشمی آخرت کی اشیا کی حقیقت کا ادراک کر بھی نہیں سکتی۔ ورنہ اگر اس عالی مقام کی حقیقت ظاہر ہو جاتی تو کل کائنات اس پر نثار ہو جاتی۔

مسجد نبوی کا موجودہ منبر سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اس کے چودہ زینے ہیں جسکو سلطان مراد خاں بن سلطان سلیم خاں نے ۹۹۸ھ ہجری میں پیش کیا ہے۔ منبر ٹھیک اسی جگہ قائم کیا گیا ہے۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تھا۔ اگرچہ نیچے کے زینے بڑھے ہوئے ہیں لیکن خطیب کے کھڑے ہونے کی جگہ وہی ہے ۔

مسجد نبویؐ کے خصوصی ستون

روضۂ جنت میں جس قدر ستون ہیں وہ خصوصی اثرات اور برکات رکھتے ہیں صحابہ کرام اہتمام کے ساتھ ان کے متصل نماز اور دعا میں مشغول ہوتے تھے۔ ان میں سے آٹھ ستون خاص طور پر متبرک ہیں۔

(۱) اسطوانہ مخلقہ یہ سب سے زیادہ بابرکت مقام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھتے تھے۔ اس کو اسطوانہ حنانہ بھی کہتے ہیں۔ اس جگہ کھجور کا ایک تنا تھا جس پر منبر بننے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہارا لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب منبر شریف تیار ہوا اور حضور اقدس خطبہ کے لئے اس پر رونق افروز ہوئے تو اس تنہ سے چیخ کر رونے کی آواز آئی کہ اس کے رونے سے تمام مسجد گونج گئی اور جو صحابہ مسجد میں تھے وہ بھی رونے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تب رونا بند ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کے پاس جو اللہ کا ذکر ہوتا تھا۔ اب منبر بن جانے کی وجہ سے اس سے محروم ہوگیا۔ اسی رنج میں رو رہا ہے۔ اگر میں اس پر ہاتھ نہ رکھتا تو قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ یہ واقعہ بہت مشہور و معروف ہے اور دس صحابہ کرام سے منقول ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اسطوانہ حنانہ کہتے ہیں۔ حنانہ دراصل رونے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ یہ تنہ چونکہ اونٹنی کی طرح رویا اور چلایا اس لئے اس کا نام بھی حنانہ پڑ گیا۔ اس تنے کو ایک مرتبہ

کچھ غلاظت لگ گئی تھی جس کی وجہ سے اس کو خلوق ملوایا گیا۔ جو ایک مرکب خوشبو تھی۔ اسی مناسبت سے اس کو اسطوانہ مخلقہ (خلوق ملا ہوا ستون) بھی کہتے ہیں

حضرت امام مالک رح فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں نماز کے لیے سب سے افضل جگہ یہی ہے۔" اسی جگہ محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے محراب بنا دی گئی جو زمانہ نبوت میں نہ تھی۔ امیرالمومنین ولید بن عبدالملک کے زمانہ امارت میں امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب مسجد نبوی کو تعمیر کرایا تو اس جگہ محراب نبوی بنوا دی۔ (فضائل حج)

(۲) اسطوانہ عائشہ رض

"اسطوانہ مہاجرین" بھی کہتے ہیں۔ تحویل قبلہ کے بعد اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھائی۔ پھر نماز کے لیے اس جگہ کو منتخب فرمایا جہاں محراب نبوی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس مسجد میں ایک جگہ ایسی ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی عظمت و فضیلت کا حال معلوم ہو جائے تو کثرت ہجوم کی وجہ سے قرعہ ڈالنا پڑے" لوگوں نے حضرت عائشہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے بتانے سے انکار فرما دیا۔ پھر بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے اصرار پر ان کو بتایا۔ اسی مناسبت سے اس ستون کو "اسطوانہ عائشہ" اور "اسطوانہ قرعہ" کہتے ہیں۔ اس ستون کو "اسطوانہ مہاجرین" بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ مہاجرین کی اکثر نشست اس جگہ رہتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض اور دیگر مہاجرین عظام اہتمام کے ساتھ یہاں نماز پڑھتے تھے اور دیر تک بیٹھتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس مقام پر دعا قبول ہوتی ہے۔ (فضائل وجذب القلوب)

(۳) اسطوانہ توبہ

اس کا دوسرا نام "اسطوانہ ابو لبابہ" ہے حضرت ابو لبابہؓ جو کبار صحابہ سے ہیں ان سے ایک لغزش سرزد ہو گئی تھی جس کی پاداش میں انھوں نے ایک زنجیر سے اپنے کو اس ستون سے باندھ لیا تھا۔ اور توبہ قبول ہونے کے بعد ان کو کھولا گیا۔ وہ غلطی کیا تھی؟ اس کے متعلق دو واقعہ منقول ہیں۔

مشہور واقعہ یہ ہے کہ جب یہود بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا تو مجبور ہو کر انہوں نے ہتھیار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابو لبابہؓ کے ساتھ پہلے سے ان یہود کے خصوصی تعلقات تھے اس لئے ان کو مشورہ کے لئے بلایا تاکہ اپنے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عندیہ معلوم کریں۔ یہ جب وہاں پہنچے تو سب مرد وعورت ان کو دیکھ کر رونے لگے۔ یہ ان کی آہ وزاری سے متاثر ہوئے اور از راہ بشریت گلے کی جانب اشارہ فرمادیا یعنی تمہارا انجام ذبح حلق ہوگا۔ بعد میں متنبہ ہوا کہ یہ بڑی غلطی اور سخت خیانت سرزد ہوئی اور وہاں سے واپس آکر اس ستون سے باندھ دیا کہ جب توبہ قبول ہوجائے گی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اپنے دست مبارک سے کھولیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "اگر میرے پاس پہلے سے آجاتے تو میں ان کے لئے بارگاہ رب العزت میں استغفار کرتا۔ اور اب وہ براہ راست اپنی توبہ کے قبول پر مدار رکھ چکے ہیں تاوقتیکہ توبہ قبول نہ ہو میں کیسے کھول سکتا ہوں؟ کئی روز اسی حالت میں گزر گئے ضروریات بشری اور نماز کے لئے ان کے گھر والے ان کو کھول لیتے اور پھر باندھ دیتے۔ نہ کھانا نہ پینا اور ہر وقت رونا اور آہ وزاری کرنا جس سے بینائی کمزور ہو گئی اور اونچا سنائی دینے لگا۔ ایک شب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر آرام فرماتے کہ تہجد کے وقت ان کی توبہ قبول ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ۔ الآیۃ۔

صحابہ کرام نے فوراً ان کو خوش خبری سنائی اور کھولنا چاہا مگر انہوں نے منظور نہ کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو ان کو اپنے دست مبارک سے کھولا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ غزوہ تبوک میں جو صحابہ شرکت سے رہ گئے تھے ان میں حضرت ابولبابہؓ بھی تھے۔ اسی رنج وغم میں انہوں نے اپنے کو اس ستون سے باندھ دیا تھا جب آیۃ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِہِمْ نازل ہوئی تب ان کو کھولا گیا۔

بعض دیگر صحابہ کرام نے بھی اپنی تقصیرات کی بناء پر اپنے کو اس ستون پر باندھا ہے۔

ابن زبالہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس نوافل پڑھتے تھے اور بعد نماز فجر اس جگہ تشریف رکھتے تھے اور طلوع آفتاب تک غرباء ومساکین اور نووارد مہمان اور اصحاب صفہ سے باتیں فرماتے اور جس قدر قرآن رات کو نازل ہوتا وہ ان کو سناتے اور احکام ربانی ان کو تعلیم فرماتے۔ ان غرباء کا قیام اسی جگہ رہتا تھا۔ یہیں سوتے اور رہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون کے قریب قبلہ کی جانب اعتکاف بھی فرمایا ہے۔ (فضائل حج وجذب القلوب)

(۴) **اسطوانۃ سریر** ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس جگہ بھی اعتکاف فرمایا ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے زمانہ میں اس جگہ رات کو آرام فرمایا کرتے تھے۔ اور کھجور کی شاخوں کا بنا ہوا ایک سریر (تخت) تھا۔ وہ کبھی کبھی آپ کے لئے اس جگہ بچھایا جاتا تھا۔ ورنہ بیشتر آپ بوریہ پر آرام فرماتے تھے۔ (فضائل وجذب)

(۵) اسطوانہ علیؓ

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بیشتر اسی جگہ پر نماز پڑھتے تھے اور اس جگہ رات کو بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی اور پہرہ داری کرتے تھے۔ اسی لئے اس کو "اسطوانہ محرس" اور "اسطوانہ حرس" بھی کہتے ہیں۔ حرس کے معنی حفاظت اور نگہبانی کے ہیں۔ بعض دیگر صحابہ کرام نے بھی اس جگہ نگہبانی اور پہرہ داری کی خدمت انجام دی ہے۔

(۶) اسطوانہ وفود

بارگاہِ نبوی میں تعلیم شریعت اور دعوتِ حق کے لئے جو وفود باہر سے آتے تھے ان کو اس جگہ شرف باریابی عطا ہوتا تھا۔ اور احکام ربانی پہنچائے جاتے تھے۔

(۷) اسطوانہ تہجد

عشاء کے بعد جب سب لوگ چلے جاتے تو اس جگہ ایک بوریا بچھا دیا جاتا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے۔ اسی لئے اس ستون میں "محراب تہجد" بنی ہوئی ہے۔

(۸) اسطوانہ جبرئیلؑ

اس کو "مقام جبرئیل" بھی کہتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر اوقات اسی جگہ وحی الٰہی پہنچاتے تھے۔ یہ ستون اس وقت حجرہ شریفہ کی تعمیر کے اندر آگیا۔ اس لئے باہر سے اس کی زیارت نہیں ہو سکتی۔

یہ آٹھ ستون دیگر ستونوں کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت اور خصوصیت رکھتے ہیں اور علماء خاص طور پر ان کو بیان کرتے ہیں۔ ورنہ مسجد نبوی کا ہر ستون بلکہ ہر حصۂ مسجد خیر و برکات کو مشتمل ہے۔ کوئی ستون اور کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں صحابہ کرام نے نماز نہ پڑھی ہو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جلیل القدر صحابہ کرام کو دیکھتا تھا کہ مغرب کے وقت ہر ایک کسی نہ کسی ستون کے پاس پہنچتا اور وہاں نماز پڑھتا تھا۔ (جذب القلوب)

مقامِ صفّہ اور اصحابِ صفّہ

قاضی عیاض رحؒ لکھتے ہیں کہ صفہ ایک سایہ دار جگہ تھی مسجد نبوی کے پائیں میں غرباء اور مساکین صحابہ وہاں رہتے تھے اسی لئے ان کو اصحاب صفہ کہتے تھے"۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ "تحویل قبلہ سے پہلے قبلہ شمال کی جانب تھا اور اس کا ایک احاطہ تھا۔ تحویل قبلہ کے بعد اس احاطہ کو باقی رکھا گیا۔ تاکہ غرباء اور مساکین جن کا کہیں ٹھکانا نہیں اس جگہ قیام کریں"۔

اصحاب صفہ کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی اور شب و روز ان کا قیام اسی جگہ رہتا تھا۔ ان کا مشغلہ صرف تعلیم و تعلم تھا۔ کھانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دوسرے مسلمانوں کا مہمان بنا دیتے تھے۔ اور جو بچ جاتے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے تھے۔ اسی لئے ان کا لقب "اَضیافُ المسلمین" تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے ساتھ خصوصی مجالست اور موانست اور ملاطفت فرماتے تھے۔ اور یہی وہ برگزیدہ جماعت تھی جس کے متعلق یہ آیۃ کریمہ

نازل ہوئی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الآية۔ (اور روکے رکھو اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو) جذب القلوب)

مسجد نبویؐ کی تعمیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو ابتدا میں قبا میں قیام فرمایا جہاں مسجد قبا کی بنیاد ڈالی گئی پھر چند روز قیام کے بعد مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے۔ ناقہ مبارک خود بخود مسجد نبوی کے مقام پر بیٹھ گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہی قیام گاہ ہے انشاء اللہ"

پھر حضرت ایوب انصاری رضؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ یہ جگہ دو یتیموں کی ملک تھی آپ نے اس کو خرید فرمایا اور حکم ربانی اور وحی الٰہی سے مسجد کی تعمیر خام اینٹ سے شروع ہوگئی۔ صحابہ کرام نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا۔ اور خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعمیر کرنے میں شریک ہوئے آپ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ اور صحابہ کرام کی تسلی اور تشفی اور دل بڑھانے کے لئے فرماتے

اللّٰهم لا عيش الا عيش الآخرة (یا اللہ نہیں عیش مگر آخرت کا عیش پس تو فارحم الانصار والمهاجرة انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔

اس وقت مسجد ستر ہاتھ لابنی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی۔ مسجد کی دیوار سات ہاتھ اونچی تھی۔ کھجور کے تنے کے ستون تھے اور چھت کھجور کی شاخوں سے پاٹی گئی تھی۔ یہ مسجد کی سادگی بے مائیگی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ حکم ربانی اسی طرح کی بنا کا تھا۔

مسجد میں دوبارہ توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد ۷ھ میں توسیع کا ارادہ فرمایا اور ایک انصاری سے جو مسجد کے قریب رہتے تھے۔ ارشاد فرمایا بہشت کے ایک گھر کے عوض یہ جگہ ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔" انھوں نے عذر کیا کہ یا رسول اللہ میں غریب عیالدار آدمی ہوں اور اس کے سوا میرے پاس کوئی جگہ نہیں۔ آپ نے ان کے عذر کو قبول فرمایا۔ حضرت عثمان غنی کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے دس ہزار درہم میں اس جگہ کو خریدا، اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ میں اس کو بہشت کے گھر کے عوض فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قیمت پر خرید کر اس زمین کو مسجد میں داخل کیا اور از سر نو مسجد کی تعمیر فرمائی۔ بنیاد میں پہلی اینٹ اپنے دست مبارک سے رکھی اور دوسری حضرت ابوبکر صدیق سے رکھوائی اور تیسری اور چوتھی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان سے رکھوائی۔ یہ تعمیر بھی صحابہ کرام کے ہاتھوں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تعمیر کرانے میں حصہ لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اینٹ لا رہے تھے ایک بار میری نگاہ پڑی تو دیکھا کہ آپ نے بہت ساری اینٹیں شکم مبارک سے سینہ مبارک تک بھر کر اٹھائی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے دے دیجئے۔ میں لے چلوں ارشاد فرمایا: "اینٹ بہت پڑی ہیں تم بھی اٹھا لاؤ۔ اور یہ مجھے لے جانے دو۔"

پھر ارشاد فرمایا: "اباھریرۃ لا عیش الا عیش الآخرۃ۔
(ابو ہریرہ عیش تو صرف آخرت ہی کا عیش ہے۔) اس مرتبہ بھی تعمیر کچی اینٹ سے ہوئی

پہلے کی طرح چھت پڑی اور مسجد کو طول اور عرض میں بڑھایا گیا۔ اب مسجد سو ہاتھ طویل اور سو ہاتھ عریض ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مسجد نبوی میں کوئی اضافہ یا تغیر نہ فرمایا ہاں بعض ستون جو بوسیدہ ہو گئے تھے ان کی جگہ پر نئے ستون کھجور کے تنے ہی کے نصب کر دیے۔
لیکن امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ۱۷ھ میں طول میں چالیس ہاتھ اور عرض میں بیس ہاتھ اضافہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ کی سمت اضافہ کا ارادہ تھا۔ اس لیے اس جانب اضافہ کیا گیا۔ اگر آپ کا ارادہ نہ ہوتا تو میں ہرگز اس کا ارادہ نہ کرتا۔ نیز فرمایا اگر اس مسجد کو ذوالحلیفہ تک بڑھا دیا جائے تب بھی یہ ساری مسجد نبوی شمار ہو گی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ تو مسجد کو بڑھانا اس لیے میں نے بڑھائی ورنہ میں ہرگز مسجد نبوی میں تغیر نہ کرتا۔ جتنی چاہے لوگوں پر تنگی ہوتی۔

امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی مسجد کو کچی اینٹ سے تعمیر کرایا۔ اور کھجور کے تنوں کے ستون نصب کیے اور کھجور کی شاخوں سے چھت کو پاٹا۔ اور قبلہ کی جانب اور مغرب کی جانب میں اضافہ کیا۔ مشرق کی جانب میں امہات المومنین کے حجرے تھے۔ ان کو بدستور باقی رکھا۔ اب مسجد نبوی شمال و جنوب میں ایکسو چالیس ہاتھ ہو گئی اور مشرق و مغرب میں ایک سو بیس ہاتھ۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ کے دن لوگوں کو

جگہ کی بہت تنگی ہوئی۔ آپ نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر ان سے مشورہ کیا اور جب سب متفق الرائے ہو گئے تو آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ میں لوگوں کو مسجد کی توسیع کی ضرورت اور ذی رائے صحابہ کا اس پر اتفاق رائے ظاہر فرما دیا۔ اور اس کے جواز اور استحسان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور حضرت عمر فاروق کے قول اور عمل سے استدلال فرمایا۔ جب سب مطمئن ہو گئے تو معماروں کو بلا کر تعمیر کا کام شروع کرایا۔ خود بھی رات کو شب بیداری کرتے اور دن کو روزہ رکھتے۔ اور تمام دن مسجد میں رہتے اور اپنے ہاتھ سے تعمیر کا کام کرتے۔ ربیع الاول ۲۹ھ میں از سر نو تعمیر شروع ہوئی اور اوائل محرم ۳۰ ہجری میں اختتام کو پہنچی۔ اس مرتبہ دیواریں بجائے خام اینٹ کے پتھر کی بنائی گئیں۔ کھجور کے تنے کی جگہ پھول دار پتھر کے ستون لگائے گئے۔ اور چھت ساج اور آبنوس کی لکڑی سے تیار کی گئی۔

بعض لوگوں میں اس وقت کچھ اختلاف اور انکار پیدا ہوا جس کا مبنیٰ غالباً تعمیر کا پختہ ہونا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروق کے طرز کے خلاف تھا۔ شاید اسی لئے اس تعمیر کے اختتام پر فتنوں کا آغاز ہو گیا اس تعمیر کے دوران میں حضرت کعب احبار فرمایا کرتے تھے کہ کاش یہ تعمیر پوری نہ ہو سکے۔ ایک جانب سے بنے تو دوسری جانب سے منہدم ہو جائے۔ لوگوں نے دریافت کیا آخر یہ کیوں۔ کیا آپ ہی نے یہ حدیث نہیں سنائی کہ اس مسجد کی ایک نماز ایک ہزار نماز کے برابر ہے؟"

حضرت کعب نے فرمایا ہاں یہ بالکل صحیح ہے لیکن اس تعمیر پر ایک فتنہ رکا ہوا ہی جو تعمیر کے اتمام کا انتظار کر رہا ہے۔ اور وہ فتنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کی شہادت اور عام قتل و غارت گری ہے۔ چنانچہ تعمیر کے اختتام کے بعد لوگ فتنہ انگیزی پر اتر آئے۔ اور فتنوں کا آغاز ہو گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی امہات المومنین کے حجروں کو بجنسہ باقی رکھا اور قبلہ کی جانب اور مغرب کی جانب میں اضافہ فرمایا۔

۸۸ھ ہجری میں خلیفہ ولید کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو اس وقت امیر مدینہ تھے۔ پھر از سر نو مسجد نبوی کو تعمیر کرایا۔ اور ولید کے حکم سے امہات المومنین کے حجروں کو منہدم کر کے مسجد میں داخل کر دیا۔ یہ مکانات یادگار رسالت مآب تھے اور سب قلوب کو محبوب تھے ہر ایک کو ان کے انہدام کا رنج ہوا۔ اور بے اختیار رو دیا۔ مگر ولید کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز مجبور تھے۔ غرض چاروں طرف سے مسجد کو وسیع کیا گیا۔ سنگ مرمر کے ستون نصب کئے گئے۔ اور چھت کی لکڑی اور دیواروں اور ستونوں کو طلائی نقش ونگار سے مزین کیا گیا۔ صرف سمت قبلہ کی دیوار کے نقش ونگار پر پینتالیس ہزار دینار صرف ہوا۔

اس تعمیر میں مسجد کے چار مینار بھی تعمیر کئے گئے ورنہ اس سے قبل کوئی مینارہ نہ تھا۔ ۱۶۰ھ ہجری میں خلیفہ بغداد مہدی عباسی نے مسجد نبوی کے صحن کو بڑھایا اور صحن کے دونوں جانب دالان بنوائے۔

۸۸۶ھ ہجری میں مسجد نبوی پر بجلی کا صدمہ پہنچا اور از سر نو تعمیر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت مصر کے سلطان قائتبائی نے تعمیر کی سعادت حاصل کی۔ خلیفہ ولید کی تعمیر دو کم سات سو برس تک قائم رہی۔ اس طویل مدت میں

مختلف سلاطین نے مرمت طلب حصص کی مرمت یا بعض حصہ کی تزئین اور وسعت البتہ کی ہے لیکن از سرِنو تعمیر ولید کے بعد قائتبائے ہی نے کی ہے۔

کچھ عرصہ بعد چھت کی لکڑی بوسیدہ ہوگئی اور تجدید سقف کی ضرورت محسوس ہوئی اس وقت خاندان عثمان کا چشم و چراغ سلطان عبدالمجید خاں خادم الحرمین الشریفین تھا۔ اس نے چھت میں لکڑی لگانا نامناسب خیال کیا لہٰذا سلطان قائتبائے کی عمارت کو شہید کر کے از سرِنو تعمیر کی گئی۔ ہنوز تعمیر کا کام باقی تھا کہ سلطان عبدالمجید نے داعی اجل کو لبیک کہا اور سلطان عبدالعزیز خاں تخت نشین ہوئے۔ انھوں نے بھی اسی حوصلہ سے کام جاری رکھا۔ اور ۱۲۷۷ھ ہجری میں پندرہ سال کی مدت میں یہ عمارت بنکر تیار ہوئی اس وقت وہی عمارت موجود ہے جس کو خاندان عثمانیہ کے دو بادشاہوں نے تعمیر کیا ہے۔

اب ۱۳۷۰ھ ہجری میں پھر مسجد نبوی کی عمارت مرمت طلب ہے مبصرین کی رائے ہے کہ روضہ اطہر کے بائیس ستون کمزور ہوگئے۔ سلطان عبدالعزیز ملک الحجاز والنجد اور دیگر سلاطین اسلام اس جانب متوجہ ہیں۔ دیکھئے یہ سعادت کس کو نصیب ہو۔

مسجدِ نبویؐ کی موجودہ عمارت

یہ عمارت بہ شکل مستطیل ہے جس میں پانچ دروازے ہیں۔ جانب غرب دو دروازے ہیں۔ ایک کا نام "باب السلام" ہے اور دوسرے کا "باب رحمت"

ہے۔ شرق کی جانب بھی دو دروازے ہیں۔ ایک کا نام باب جبرئیل اور دوسرے کا باب النساء ہے۔ اسی جانب مدرسہ علوم شرعیہ ہے۔ جانب شمال میں صرف ایک دروازہ ہے جس کا نام "باب مجیدی" ہے۔

مسجد نبوی کی ساری عمارت سُرخ پتھر کی ہے سنگی ستونوں پر چھت لداؤ کی ہے۔ کل تعداد ستونوں کی تین سو ستائیس ہے۔ جن میں سے بائیس ستون مقصورہ شریفہ کے اندر ہیں ہر چہار سمت مسجد کے متعدد دالان ہیں۔ غرب کی جانب تین دالان ہیں اور شمال و شرق کی جانب دو دالان ہیں۔ مسجد کا مسقف حصہ طول میں ایک سو چالیس گز اور عرض میں قریب بیاسی گز کے انگریزی گز سے ہے۔ صحن مبارک جسے حصوہ کہتے ہیں اس پیمائش میں داخل نہیں۔

صحن مسجد میں سُرخ پتھر کی باریک کنکریاں بچھی ہوئی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں وادی عقیق سے کنکریاں منگوا کر بچھوائی تھیں۔ اس وقت صحن میں کنکریاں اسی تاریخی واقعہ کی یادگار ہیں۔

مسجد نبوی کے ستونوں میں بعض بعض میں خاص صنعت رکھی ہے۔ جو تاریخی واقعات کا پتا بتاتی ہے۔ مثلاً (۱) جن ستونوں پر سات ہاتھ کی بلندی تک طلائی خطوط ہیں۔ یہ علامت اس بات کی ہے کہ عہد رسالت میں مسجد نبوی کی بلندی سات ہاتھ تھی۔

(۲) بعض ستونوں پر طلائی خطوط کے علاوہ طلائی پھول بھی ہیں۔ یہ مسجد کی اس حد کو بتاتے ہیں جو فتح خیبر سے پہلے تھی۔

(۳) جن ستونوں پر نیچے سے سات ہاتھ سنگ مرمر لگایا گیا ہے اور ان پر طلائی

نقش و نگار ہیں "روضہ جنت" کی حد بتاتے ہیں۔ مشہور اور متبرک ستونوں پر ان کے نام لکھ دیے گئے۔

(۴) روضہ جنت کے جنوب یعنی قبلہ کی سمت میں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جس قدر اضافہ فرمایا تھا اسے پیتل کا جنگلہ روضہ جنت سے علیحدہ کر دیتا ہے۔

(۵) اسی دالان شرقی کے جنوب کی طرف ایک چبوترہ ہے جو خدام حرم کی خاص نشست گاہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسی مقام پر اصحاب صفہ رہتے تھے۔

یہ عمارت نہایت خوبصورت اور نہایت نازک اور صناعی کا بہترین نمونہ ہے جا بجا مطلا نقش و نگار اور پھول بوٹے ہیں۔ دروازوں پر بہترین خوشنما خط میں آیات قرآنی لکھی گئیں۔ مسجد کے ستونوں کے اندرونی حصہ میں پورا قصیدہ بردہ لکھا گیا اور ان کے گوشوں پر اسماء باری تعالیٰ اور اسماء نبوی ؐ اور صحابہ کرام کے اسماء لکھے گئے اور ہر نوع کی ظاہری زیب و زینت سے ایسا آراستہ کیا گیا کہ دیکھنے والا مبہوت و حیران رہ جاتا ہے۔

وہ عالی مقام جو ابتدا سے انوار ربانی۔ فیوض یزدانی، تجلیات الٰہی کا مرکز ہے اور مضطرب دلوں کی آماجگاہ ہے اور تشنہ قلوب کی سیراب گاہ ہے اور پشیمان انسانوں کی آخری پناہ گاہ ہے۔ وہ آج ظاہر بیں نگاہوں کے لئے سامانِ فرحت و سرور بھی ہے۔ مگر افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ ظاہری نگاہوں کو بند رکھے تاکہ باطن کی نگاہیں کھل جائیں اور قلوب ان چیزوں کا مشاہدہ کریں جو اس مقام کی اصلی

خصوصیات اور اعلیٰ برکات ہیں۔ اللھم ارزقنا منہا۔ اگر باطن کی توجہ تام ہوگی تو خصوصی رحمتوں اور نعمتوں سے بیش از بیش، مالامال اور سرفراز ہوگا۔ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گل حسنِ تو بسیار
گل چیں بہارِ توز تنگی دامان گلہ دارد

روضۂ مطہرہ

(علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ)

بلغ العلےٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وعلیٰ اٰلہٖ

یہ وہ عالی مقام ہے جو رشکِ خلدِ بریں ہے۔ کائنات کے عز و شرف کا اصلی مرکز اور منبع ہے۔ نبوت و رسالت کی آخری آماجگاہ ہے اور سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین کی آرام گاہ ہے۔ یہاں اللہ اور رسولؐ کے شیدائوں کا ہجوم رہتا ہے اور ہزاروں فرشتے ہر وقت حاضر باش رہتے ہیں۔ اور درود و سلام میں مشغول رہتے ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جب بھی فجر طلوع ہوتی ہے آسمان سے ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور قبر مبارک کو گھیر لیتے ہیں اور درود و سلام میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ شام تک اسی طرح صلوٰۃ و سلام میں مشغول رہتے ہیں جب شام ہوجاتی ہے تو یہ آسمان پر چلے جاتے ہیں اور دوسرے ستر ہزار فرشتے آسمان سے اتر کر قبر کو گھیر لیتے ہیں اور درود و سلام میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ طلوع فجر تک اسی

اسی طرح صلوٰۃ وسلام میں مشغول ہو رہتے ہیں طلوع فجر کے بعد یہ آسمان پر چلے جاتے ہیں اور دوسرے ستر ہزار فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں اسی طرح ستر ہزار فرشتے دن میں حاضر باش رہتے ہیں اور ستر ہزار رات میں حتیٰ کہ جب زمین شق ہو گی تو رسول اللہ ؐ اسوقت کے حاضر باش ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب)

یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں سے ہر سمت کرامت و شرافت کو تقسیم کیا گیا اور اس وجود با جود کی خاطر دوسروں کا وجود گوارا کیا گیا۔ جس کی عظمت و رفعت کو نمایاں کرنے کے لئے سارا قرآن مجید موجود اور محفوظ ہے۔ وہ منشاء ربانی کا اظہار تھا یہ منشاء ربانی کا ظہور ہے اور وہ احکام الٰہی کا علمی مجموعہ ہے اور یہ احکام الٰہی کا عملی مجسمہ اور بندگی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کان خلقہ القرآن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قرآن مجید ہے)

قرآن مجید کی ہر ہر ادا سے شان محمدی ہویدا اور نمایاں ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یارب صلّ وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبك خیر الخلق کلّھم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے اور مسجد نبوی کو تعمیر فرمایا تو مسجد کے شرق میں اپنے لئے دو حجرے بھی تعمیر کرائے ایک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اور دوسرا ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا۔ اس وقت دو ہی ازواج مطہرات تھیں۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے جنوب اور شرق میں متفرق اوقات میں۔ دیگر ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر ہوئے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر کا حجرہ حضرت

عائشہ کے حجرہ کے جنوب میں بالکل متصل تھا۔ اور دونوں حجروں میں ایک طاق کھلا ہوا تھا جہاں سے دونوں باتیں کرتی تھیں۔ حجرہ عائشہ کے شمال میں حضرت فاطمہ زہرا کا حجرہ تھا اور اس میں ایک کھڑکی تھی جو حجرہ عائشہ میں کھلتی تھی۔

یہ سب حجرے کچی اینٹ سے بنے ہوئے تھے اور چھتیں قد آدم سے ایک بالشت اونچی کھجور کی شاخوں سے پٹی ہوئی تھیں۔ اور دروازوں پر کمبلی کے پردے آویزاں تھے اور سب دروازے مسجد کی جانب تھے۔

خلیفہ ولید کے حکم سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان سب حجروں کو مسجد نبویؐ میں داخل کر دیا۔ ان حجروں کے شرق میں حضرت عثمان غنی کا مکان تھا جہاں انھوں نے جام شہادت نوش فرمایا اور بیت عثمانی کے متصل جانب جنوب میں حضرت ایوب انصاری کا وہ مکان تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً نزول اجلال فرمایا اور شرف قیام سے مشرف فرمایا۔

تمام مہاجرین صحابہ کے مکانات مسجد کے چوگرد تھے اور اکثر کے دروازے مسجد میں بنے ہوئے تھے جن کو آخر زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بند کرا دیا۔ صرف حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ کے دروازوں کو باقی رکھا گیا۔ حضرت عمر فاروق اور ان کی اولاد کے مکانات مسجد کے جنوب میں تھے اور حضرت عباس اور حضرت جعفر اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے مکانات مسجد کے غرب کی جانب تھے۔

یہ مختصر کیفیت اس لئے بیان کی گئی تاکہ عہد رسالت کا کچھ اجمالی نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے۔ امہات المومنین کے مقدس حجروں میں حضرت عائشہ صدیقہؓ

کے مبارک حجرہ کو وہ حیات ابدی عطا ہوئی کہ قیامت تک اس کا وجود قائم اور باقی ہے۔ ظاہری صورت تو اس کی یہ تھی ایک کوٹھری خام اینٹ کی تھی خشت خرما سے پٹی ہوئی لیکن تا قیام قیامت چونکہ باقی رہنا قادر قیوم نے اس کے حصہ میں عطا فرمایا تھا۔ اس لیئے یہ حجرہ سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دا بگاہ اور آرام گاہ قرار پایا اور ہمیشہ کے لیئے جلوہ گاہ نبوی بنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو انہیں بھی اسی رشک فردوس حجرہ میں جگہ دی گئی۔ جب دفن کی اجازت طلب کی گئی تو حجرہ شریفہ سے آواز آئی ۔ اوصلوا الحبیب الی الحبیب (حبیب کو حبیب سے ملا دو۔)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مطہر کے مقابل ہے۔

اس کے بعد خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو انکے نصیب میں بھی وصال ابدی لکھا ہوا تھا چنانچہ اس حجرہ شریفہ میں دفن کیئے گیئے۔ آپ کا سر مبارک صدیق اکبر کے سینہ مطہرہ کے مقابل ہے۔ تینوں حق و صداقت کے آفتاب حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ شریفہ میں غروب ہوئے اور ان کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ ابھی ایک اور قبر کی جگہ باقی ہے جہاں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے۔ ان کے علاوہ کسی اور کی اس قدر قرب و معیت کی مجال نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرہ مقدسہ صرف ایک کوٹھری تھا۔ اسی میں

آپ رہتی تھیں اور یہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما تھے۔ لیکن بعد میں جب لوگ زیارت کے لئے آنے لگے تو آپ نے بیچ میں دیوار کرکے اس کے دو حصے کر لئے۔ ایک میں خود رہتی تھیں اور دوسرے میں آفتاب رسالت و نبوت جلوہ فرما تھا جہاں آمد و رفت کے لئے دروازہ بنا ہوا تھا۔ لیکن جب لوگ کثرت سے قبر اطہر و انور کی خاک پاک اٹھا کرلے جانے لگے تو حضرت عائشہ صدیقہ نے اس دروازہ کو بند کر دیا۔ اور زیارت کے لئے ایک دریچہ کھول دیا۔ اور بعد میں اس کو بھی مصلحت سے بند کر دیا۔

ولید کے دور خلافت میں حجرہ شریفہ کی شرقی دیوار بارش کی وجہ سے گر گئی والی مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آکر فوراً قبور پر پردہ ڈلوا دیا اور اس دیوار کو تعمیر کرایا پھر ولید کے حکم سے حجرہ شریفہ کے گرداگرد نہایت قیمتی پتھر کا مکان بنایا اور اس سنگی عمارت میں کوئی دروازہ کسی طرف سے نہیں رکھا گیا۔ اب حجرہ شریفہ بھی حجاب میں آگیا زائرین صرف اس سنگی عمارت کی زیارت سے مستفیض ہوتے تھے۔ یہ عمارت مخمس یا مسدس شکل کی بنائی گئی تاکہ خانہ کعبہ کی مشابہت نہ ہونے پائے۔

کچھ دنوں بعد اس عمارت کے گرداگرد صندل کا بنا ہوا چوبی جنگلہ لگا دیا گیا۔ جس میں مختلف سلاطین اپنے عہد میں تحفظ اور استحکام کی غرض سے تبدیلیاں کرتے رہے۔ بالاخر ۶۷۸ھ ہجری میں سلطان قلاؤن صالحی کے زمانہ میں ایک احاطہ سنگ خام کے ستونوں اور محرابوں کا تیار کیا گیا اور انھیں ستونوں پر قبہ شریف کی بنیاد قائم کی گئی۔ اس سے قبل گنبد نہ تھا۔ ہر محراب کے نیچے دروازے بنائے اور ہر دروازہ میں کواڑ لگائے گئے۔ سنگی عمارت اور اس محرابی احاطہ کے درمیان تقریباً پانچ یا چھ ہاتھ کا فاصلہ تھا اس فاصلہ کی چھت پاٹ کر اسے مسقف کر دیا گیا اور اس محرابی احاطہ

پر ریشمی غلاف ڈال دئے گئے اس ساری عمارت کا نام "مقصورہ شریفہ" ہے۔ اور گنبد شریف کو "گنبد خضرا" کہتے ہیں۔

پھر مقصورہ شریفہ کے گرداگرد فولاد کی جالیاں لگادی گئیں۔ غرض جوں جوں مخلوق کے اندر سے جمال محمدی کے دیدار کی صلاحیت کم ہوتی گئی۔ قادر و قیوم کیجانب سے ظاہری حجابات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

اب واضح طور پر یوں سمجھئے کہ زائر کے پیش نظر زرد جالیاں ہیں جالیوں کے بعد محرابی احاطہ ہے۔ ریشمیں غلاف سے ملبوس۔ اس کے بعد سنگی عمارت ہے اس سنگی عمارت کے اندر حجرہ شریفہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس حجرہ شریفہ میں تین مقدس مطہر قبریں۔ اللھم صل علی حبیبک محمد و علی صاحبیہ بارک وسلم

ان مقدس و مطہر اور متبرک قبور کی ہیئت اور صورت کے متعلق کتب احادیث اور سیرت میں سات شکل منقول ہیں جن میں علماء کے نزدیک دو راجح ہیں اور باقی مرجوح ہیں۔ ان دو راجح صورتوں کو یہاں لکھا جاتا ہے۔ ان میں سے بھی پہلی شکل راجح اور مشہور ہے۔

شکل نمبر ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

شکل نمبر ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	

ے

یا خیر من دفنت فی الترب اعظمہ — فطاب من طیبہن القاع و الاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ — فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

انت الشفیع الذی نرجی شفاعتہ — علی الصراط اذا ما زلت القدم

وصاحباک فلا انساہما ابدا — منی السلام علیکم ما جری القلم

خانہ کعبہ پر غلاف تو اسلام سے پہلے ہی سے چڑھایا جاتا تھا۔ جسے خود اسلام نے بھی کعبہ کا احترام قرار دے کر جاری رکھا۔ لیکن مقصورہ شریفہ پر ابتداءً کوئی غلاف یا چادر نہ تھا۔ خلیفہ ہارون رشید کی ماں جب زیارت سے مشرف ہوئی تو سب سے پہلے اسی خاتون نے مقصورہ شریفہ پر ریشمین پردے چڑھائے۔ اس کے بعد سے سلاطین کی جانب سے برابر مقصورہ شریف پر غلاف چڑھتے رہے۔ اور اب تک یہ دستور قائم ہے۔

حرمِ نبویؐ

بیت اللہ کے لئے ایک مخصوص قطعہ صحن اور فنا ردار کا حکم رکھتا ہے اور خاص طو
معزز اور محترم ہے جس کو حرم مکہ اور حرم کعبہ کہتے ہیں۔ اسی طرح بیت رسول اللہ کے
بھی ایک مخصوص قطعہ صحن اور فنا ردار کا حکم رکھتا ہے اور خاص طور پر معزز و محترم ہے
جس کو "حرم مدینہ" اور "حرم رسولؐ" کہتے ہیں۔ اللہ رب العالمین نے ان دونوں مقا
کو روز ازل سے عزت و حرمت عطا فرمائی اور تمام روئے زمین سے ممتاز بنا
لیکن ایک کی عزت و حرمت کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زبانی بیان
فرمایا اور دوسرے کی عزت و حرمت کو حبیب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان فرمایا اس لئے ایک "حرم ابراہیمی" ہے تو دوسرا حرم
محمدیؐ ایک خلیل اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ تو دوسرا حبیب اللہ کی دعاؤں
ثمرہ ہے اور اسی انتساب سے دونوں مقاموں کی عزت و حرمت قیامت تک
کے لئے ثابت اور قائم ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

ان ابراهيم حرّم مكة ودعا لها وانى حرمت المدينة كما حرّم ابراهيم مكة۔
(خلاصۃ الوفاء عن الصحیحین)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی حرمت کو قائم کیا اور اس کے لئے دعا کی اور مدینہ کی حرمت کو قائم کرتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کی حرمت کو قائم

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مدینہ کی دونوں جانب جو کنکریلی زمین ہے اس کا

حصہ میری زبانی باحرمت قرار دیا گیا۔"

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "الہٰی میں مدینہ کی دو پہاڑوں کے درمیانی حصہ کو باحرمت قرار دیتا ہوں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو باحرمت قرار دیا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ "الہٰی ابراہیم نے مکہ کو باحرمت قرار دیا اور اس کو حرم بنایا اور میں مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں نہ اس حصہ میں خون بہایا جائے اور نہ لڑائی کے لئے ہتھیار اٹھایا جائے اور نہ اس کا درخت کاٹا جائے۔ مگر جانوروں کو چرانے کے لئے۔"

اور ان دو پہاڑوں سے مراد جبل عیر اور جبل ثور ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ اور جبل ثور جبل احد کے قریب ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔

پس حرم مدینہ کی حدود شرق اور غرب میں دو ریتلی وادیاں ہیں اور شمال و جنوب میں دونوں پہاڑ جبل عیر اور جبل ثور ہے ان کا درمیانی حصہ باحرمت ہے اور حرم نبوی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد تقریباً بارہ میل حصہ کو محفوظ اور مامون قرار دیا۔ اور اس کو حرم بنایا اگر میں اس مقام پر ہرن کو پاؤں تو اس کو نہ بھڑکاؤں۔" (خلاصۃ الوفاء)

غرض بہت کثرت کے ساتھ احادیث وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے ...کہ اللہ رب العزت نے بیت رسول کی عظمت، وحرمت کو قائم رکھنے کے لئے اس کے ماحول کو بھی باحرمت اور حرم قرار دیا اور شاہی آداب کا تقاضا بھی یہی ہے

اب دونوں حرم کی ایک حیثیت ہے. یا ان میں کچھ امتیاز اور تفریق ہے؟ ائمہ ثلاثہ یہ فرماتے ہیں کہ دونوں حرم کا ایک ہی حکم ہے اور کوئی امتیاز و تفریق نہیں۔ اور امام اعظم رح فرماتے ہیں کہ ادب و حرمت میں دونوں حرم برابر ہیں البتہ دونوں کے حکم میں یہ فرق ہے کہ حرم مکہ میں یہ چیزیں ناجائز ہیں اور ان کی تلافی اور جزا ضروری ہے۔ اور حرم مدینہ میں یہ چیزیں خلاف اولیٰ اور خلاف ادب ہیں۔ لیکن ان کی تلافی اور جزا ضروری نہیں۔ جیسا کہ دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

حرمِ نبویؐ کی تعیین اور تخصیص کی حکمت

رہا یہ امر کہ اس مخصوص مقام کو کیوں حرم قرار دیا گیا؟ اور اس کی تعیین اور تخصیص کی کیا حکمت ہے؟ اور دیگر مواضع پر اس کو کیوں امتیاز ہے؟

اس تعیین اور تخصیص اور شرف امتیاز کی مختلف وجوہ تک فہم نارسا کی رسائی ہوتی ہے۔

(۱) اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھوں ایک گھر تعمیر کرایا اور اس کو اپنی خصوصی تجلیات کا مرکز بنایا اور اپنی شان جلالی اور شانِ کبریائی کا مظہر اتم بنایا پھر اس کی عظمت و شرافت کو نمایاں کرنے کے لئے اس کے ماحول کو "حرم" قرار دیا جہاں ہر وقت انوار و فیضان اور خیر و برکت کی فراوانی رہتی ہے اسی طرح جب اپنے حبیب اور اپنے خاص بندے اور رسول اور محبوب ترین مخلوق کی قیام گاہ مدینہ منورہ کو بنایا۔ تو اس کو بھی اپنی رحمتوں اور نعمتوں اور خصوصی

تجلیات کا مرکز بنایا اور اپنی شان جمالی اور شانِ کریمی کا مظہر اتم بنایا پھر اس قیام گاہِ نبوی کی عظمت و شرافت کو نمایاں کرنے کے لئے اس کے ماحول کو بھی "حرم" قرار دیا۔ جہاں ہر وقت رحمتوں اور نعمتوں کا نزول ہوتا ہے اور انوار و فیضان اور خیر و برکت کی فراوانی رہتی ہے اور یہاں کا باشندہ پوری طرح آغوشِ رحمت کا پروردہ ہوتا ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ربانی اور وحی الٰہی سے ان حدود کا تعین فرمایا جو خصوصی انوار خیر و برکات کا مظہر ہے۔ اور یہی اقرب ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و عمل حکم الٰہی اور وحی خداوندی کے مطابق ہوتا تھا۔

اور ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں جہاں تک ان فیوض و انوار اور خیر و برکات اور رحمتوں اور نعمتوں کی خصوصی فراوانی کو مشاہدہ فرمایا وہاں تک کا تمام حصہ "حرم" قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی حصہ کو اپنے مشاہدہ اور ادراک کی بنا پر "حرم" قرار دیدینا۔ اللہ رب العالمین کی جانب سے تعین کے حکم میں ہے۔

(۲) اللہ رب العالمین نے جب اس مقدس شہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ اور قیام گاہ بنایا۔ تو آپ کی حفاظت پاسبانی اور نگہبانی کے لئے چاروں طرف فرشتوں کو متعین فرمایا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لیس نقب من انقابہا الا علیہ الملائکۃ صافین یحرسونہا (مشکوٰۃ عن بخاری) مدینہ کی ہر گھاٹی پر فرشتے صف بستہ کھڑے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اب جن جن مقامات پر فرشتوں کا تعین اور تقرر ہے وہی حدودِ حرم ہیں۔

(۳) اللہ رب العزت نے روضہ جنت اور مقام قبر اطہر کو جو ریاض جنت سے

بھی اشرف و اعظم ہے جب روئے زمین پر پہنچا یا اس کی روشنی سے عالم منور ہو گیا۔ جہاں تک آنکھیں اس روشنی کا ادراک کر سکیں وہی حصہ "حرم نبوی" قرار دیدیا گیا۔ جیسا کہ حجرِ اسود جب دنیا میں نازل ہوا تو جہاں تک بھی اس کی روشنی کا ادراک ہو سکا اس کو "حرم کعبہ" قرار دیدیا گیا۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو سارا مدینہ پر نور ہو گیا اور ہر چیز روشن اور منور ہو گئی۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس دن کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔

ما رأیت مثل ذلک الیوم قط — میں نے اس دن جیسا کبھی بھی نہیں دیکھا۔

واللہ لقد اضاء منہا کل شئی (وفاء الوفاء) — خدا کی قسم مدینہ کی ہر چیز چمک رہی تھی۔

اس وقت جہاں تک جمال جہاں آرا کی روشنی کا صحابہ کرام نے مشاہدہ اور معائنہ کیا وہی "حرم نبوی" کی حدود قرار پائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مدینہ منورہ کی فضیلت اور فوقیت

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

علماء امت کا اس امر پر اتفاق اور اجماع ہے کہ دنیا کے تمام شہروں سے افضل و اشرف دو شہر ہیں۔ (۱) مکہ مکرمہ۔ (۲) اور مدینہ منورہ۔ ان دونوں شہروں کو تمام بلاد پر ہر نوع سے فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ اور زمین کا وہ حصہ جو جسد اطہر و انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملحق ہے تمام اجزاء زمین سے افضل و اعلیٰ ہے

حتیٰ کہ کعبہ محترمہ سے بھی افضل و اعلیٰ ہے اور بعض علمار نے یہاں تک کہا ہے کہ
عرش و کرسی اور آسمانوں سے بھی افضل ہے۔ (عرش و کرسی کو جو کچھ شرف و عزت
حاصل ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب انتساب کی بناء پر ہے ورنہ اللہ رب العزت
ہر کون و مکان سے مستغنی اور بے نیاز ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ اور بارگاہِ نبوی
کا اللہ رب العزت کی جانب انتساب یقیناً انتساب سے بڑھا ہوا ہے) علاوہ اس مقام عالی اور
بقعہ نور کے باقی مدینہ منورہ پر کعبہ محترمہ کو ہر طرح کی فوقیت اور برتری حاصل ہے
ان اجماعی اور متفقہ مسائل کے بعد پھر اس امر میں علمار امت کا اختلاف ہے کہ آیا
شہر مکہ مکرمہ افضل ہے یا شہر مدینہ منورہ ؟

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن عمر اور کثیر صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم اور امام مالک رح اور دیگر علمار مدینہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ شہر
مدینہ منورہ شہر مکہ مکرمہ سے افضل ہے اور اس شہر مقدس کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے وجود سراپا نور کی بدولت شہر مکہ محترمہ پر فوقیت اور برتری حاصل
ہے۔ جس کا ثبوت ان روایات اور احادیث سے ہوتا ہے۔ جو مدینہ منورہ کے
فضائل میں بکثرت وارد ہیں جو آئندہ بیان ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ان سب دلائل کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ سید الانبیاء والمرسلین حبیب
رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شہر مدینہ منورہ دیگر تمام شہروں سے زیادہ
محبوب اور دل پسند تھا۔ یہاں آپ نے سکونت فرمائی اور جن فتوحات اور کمالات
اور درجات عالیہ کا آپ سے وعدہ کیا گیا تھا سب اسی شہر میں حاصل ہوئے۔
اسلام کو قوت اور عروج حاصل ہوا۔ سارے دین کی تکمیل اور ترویج ہوئی! انسانیت

کو پورا عروج نصیب ہوا۔ اور ہر خیر و خوبی اور تمام کمالات ظاہری اور باطنی اول یہاں سے نمودار ہوئے پھر تمام عالم میں پھیلے اور شائع ہوئے۔

سب سے بڑھ کر فضیلت یہ کہ خلاصہ کائنات ہیزدہ ہزار سالہ عالم کا ماحصل سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود سراپا نور اسی بابرکت شہر میں ودیعت ہے اور جمالِ محمدی جلوہ افروز ہے جو ہر نعمت و فضیلت سے بالاتر ہے۔ اور وہ خاک پاک جس کو نورِ محمدی کے ظہور کا ذریعہ اور واسطہ بنایا گیا اسی شہر مقدس کی ہے۔ اس لئے کہ متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ انسان کی پیدائش اسی مٹی سے ہوتی ہے جہاں وہ دفن ہو اور حضرات شیخین اور حضرت ذوالنورینؓ اور دیگر دس ہزار صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم اور لاکھوں اولیاء اور علماء اور صالحین جو اس شہر میں آرام فرما ہیں اسی خاکِ پاک کے کرشمے اور جواہر ریزے ہیں۔ اور یہ وہ فضائل اور مناقب ہیں جو کسی دوسرے شہر کو حاصل نہیں (جاذب القلوب)

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء کے نزدیک شہر مکہ محترمہ شہر مدینہ منورہ سے افضل ہے۔ جیسا کہ پہلے حصہ "تجلیاتِ کعبہ" میں بیان ہو چکا ہے۔

مدینہ منوّرہ کے فضائل اور مناقب

جو شہر مقدس و مطہر جمال ہم نشین سے سرفراز ہو اور حبیب ربّ العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خصوصی جلوہ گاہ ہو۔ اور خلاصہ کائنات سرتاج انبیاء کی

آرام گاہ اور قیام گاہ ہو۔ اس کے فضائل اور مناقب کا کیا شمار ہو سکتا ہے۔

اللہ رب العالمین نے ساری مخلوقات میں سے ایک برگزیدہ ہستی کو اپنے خصوصی تجلیات اور الطاف و انعامات کے لئے منتخب فرمایا اور ہر نوع کی سیادت شرافت کرامت عزت حرمت عظمت و فضیلت کو اس پر ختم کردیا تو ان کی سکونت اور قیام کے لئے بھی اس مقدس مقام کو منتخب اور تجویز فرمایا جو اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے پیارا اور بڑا اچھا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس شہر کا نام "طابہ" اور "طیبہ" رکھ دیا یعنی پاکیزہ اور عمدہ۔

جو شہر رب العالمین کی بارگاہ میں پاکیزہ اور عمدہ ٹھہرا ہو اس کے حسن و خوبی کو کیونکر ادا کیا جا سکتا ہے؟

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک کو اپنے محبوب اور پسندیدہ شہر (مکہ مکرمہ) سے ہجرت کا حکم فرمایا اور اس شہر مدینہ میں پہنچایا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین پسندیدہ ترین اور برگزیدہ ترین شہر تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت اپنے محبوب شہر اور وطن کو چھوڑ رہے تھے اور بخوبی سمجھ رہے تھے کہ اس محبوب شہر کو چھڑا کر اس سے زیادہ محبوب شہر میں پہنچایا جا رہا ہے۔ اسی لئے اس وقت آپ کی دعا یہ تھی۔

اللّٰهم انك اخرجتني من احب البقاع الی فاسكنی فی احب البقاع الیك (جذب القلوب عن الحاکم)	الٰہی تو نے مجھے اس شہر سے ہجرت کا حکم دیا ہے جو مجھے تمام شہروں سے محبوب ہے۔ اب اس شہر میں میرا قیام کر جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر مکہ سے لے جا کر اس شہر میں آپ کو ٹھیرایا گیا جو روز ازل سے آپ کے قیام اور سکونت کے لئے منتخب شدہ تھا۔ تاکہ تجلیات ربانی کے دو مستقل مرکز ہو جائیں اور ہر مرکز سے مستقل انوار و فیضان کی فراوانی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ بہت زیادہ مرغوب اور محبوب تھا۔ اور اس کی معطر ہوائیں آپ کو ہمیشہ مسرور کرتی تھیں۔ اور در و دیوار سے فرحت و نشاط ہوتا تھا۔

مدینہ منورہ کے فضائل اور مناقب میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالٰی سمی المدینۃ طابۃ (مشکوۃ عن مسلم)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالٰی نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے" اور ایک روایت میں طیبہ آیا ہے یعنی پاکیزہ اور عمدہ۔

اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سکونت اور قیام کے لئے مدینہ منورہ کو ہر نوع کی ظاہری اور باطنی نجاست اور خباثت سے پاک و صاف فرما کر ہر نوع کی طہارت اور نظافت کو اس میں ظاہر فرما دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس کو "طابہ" اور "طیبہ" کا خطاب عطا ہوا۔ جس شہر کو خالق کائنات نے پاکیزہ اور عمدہ بنایا کوئی دوسرا شہر کس طرح اس کی ہمسری اور برابری کر سکتا ہے؟ جب اللہ اور رسول، دونوں کی بارگاہ میں مدینہ منورہ محبوب اور پسندیدہ ہے تو

ہر چیز اور خوبی کو جامع اور حاوی ہے۔ اسی لئے اس کے ایک ہزار کے قریب نام ہیں اور ہر نام کو مسمّی کے ساتھ مناسبت ہے۔ علامہ سمہودی فرماتے ہیں:۔

کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمیٰ۔

ناموں کی کثرت مسمّی کی بزرگی پر دلالت کرتی ہے۔

علامہ سمہودی نے نوے سے زیادہ نام وفاء الوفاء میں شمار کئے ہیں پھر ہر نام کی وجہ اور مناسبت بیان کی ہے جس کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ مدینہ طیبہ کی خیر و برکت کا احاطہ کرنے سے انسان عاجز ہے۔

(۲)

عن ابی هریرة رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم امرت بقریة تاکل القریٰ یقولون یثرب وهی المدینة تنفی الناس کما ینفی الکیر خبث الحدید۔

(مشکوٰۃ عن الصحیحین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے ایسی بستی میں سکونت کا حکم دیا گیا جو دوسری بستیوں کو فنا اور کالعدم کردے گی۔ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ خبیث لوگوں کو اس طرح باہر نکال دیتا ہے جیسا بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔

ارشاد نبوی سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے لئے مدینہ طیبہ کو اختیار کرنا محض اپنی پسندیدگی سے نہ تھا بلکہ امر ربانی اور حکم خداوندی کے ماتحت تھا۔

دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اختیار دیا گیا کہ مدینہ، بحرین، قنسرین، ان تینوں بستیوں سے جہاں چاہے ہجرت کرو۔ پھر خوابوں کے ذریعہ آپ کو مقام ہجرت دکھلایا گیا۔ اور بالآخر ہجرت کے لئے مدینہ منورہ کا تعین ہوگیا۔

(۲) اس بستی اور مقام ہجرت کی شان یہ ہے کہ یہ دوسری تمام بستیوں کو فنا اور کالعدم کر دیگی اور اس کی شان و شوکت اور عظمت و رفعت کے مقابلہ میں کسی بستی کی کوئی حیثیت اور رفعت نہ ہوگی۔

(۳) زمانہ جاہلیت میں اس بستی کا نام یثرب تھا۔ اس لئے عموماً لوگ اس کو یثرب کہتے تھے۔ یثرب ایک بُت کا نام تھا یا اس شخص کا نام تھا جو اول اس جگہ آباد ہوا۔ بہرحال وجہ تسمیہ کچھ ہو اس کے مادہ ثرب میں فساد و ہلاک کے معنیٰ پائے جاتے ہیں۔ جو مدینہ طیبہ کی شان کے مناسب نہیں فساد و ہلاکت خبیث طبائع میں پیدا ہوتا ہے۔ اور یہاں کے لوگ پاک طینت پاکیزہ فطرت ہوتے ہیں خبیث انسانوں کو تو مدینہ کی سرزمین قبول ہی نہیں کرتی۔ اور نکال باہر کر دیتی ہے۔ اسی لئے اس کو مدینہ کہتے ہیں کہ یہاں سراسر اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اور سرکشی کا نام تک نہیں اور مدنیت کی اصلی جان اور روح رواں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابی معنی کی وجہ سے اس نام کو ناپسند فرمایا اور یا اس لئے اس کو رد فرمایا کہ یہ نام زمانہ جاہلیت کی یادگار تھا۔ بہرحال اب اس نام سے مدینہ طیبہ کو یاد کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

(۴) مدینہ منورہ کی یہ بھی ایک خاص خصوصیت اور منقبت ہے کہ یہاں برے لوگوں اور خبیث طبیعتوں کو قرار نہیں۔ یہاں تو وہی پاکیزہ نفوس رہ

سکتے ہیں جو جوار رسول کے اہل ہوں اور اللہ رسول کی بارگاہ میں مقبول ہوں۔

(۵) دنیا کی تمام بستیوں میں بلا کسی استثناء کے مدینہ منورہ افضل و اعظم ہے۔ اسی بناء پر بعض علماء نے مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ سے افضل قرار دیا ہے۔ جیسا پہلے بیان ہوا۔

(۳) عن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ خیر لهم لو کانوا یعلمون لا یدعها احد رغبة عنها الا ابدل اللہ فیها من هو خیر منه ولا یثبت احد علی لاوائها وجهدها الا کنت له شفیعاً او شهیداً یوم القیامة۔ (مشکوٰۃ عن مسلم)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مدینہ ان کے لئے بہتر ہے کاش وہ واقف ہوتے۔ اور جو کوئی بھی مدینہ کے قیام کو اعراض اور بے رغبتی کی بناء پر چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل یہاں بھیجدے گا۔ اور جو شخص بھی یہاں کی مشکلات اور مشقت پر ثابت قدم رہے گا میں قیامت میں اس کا سفارشی یا گواہ بنوں گا۔

ارشاد نبوی میں چند مضامین ہیں۔

(۱) مدینہ منورہ کی عظمت و شوکت ایمانی اور روحانی فائدوں کی بناء پر ہے ظاہری آرائش و آسائش کی وجہ سے نہیں۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت سفیان بن زہیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"قریب ہی یمن فتح ہوگا بعض لوگ وہاں کے حالات کی تحقیق کریں گے پھر اپنے اہل و عیال اور متبعین کو لیکر وہاں چلے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا کاش وہ جانتے اور ملک شام فتح ہوگا۔ بعض لوگ وہاں کے حالات سن کر اہل و

عیال اور متبعین کو لے کر وہاں منتقل ہو جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش وہ جانتے۔ اور عراق فتح ہوگا بعض لوگ وہاں کے حالات سنکر اپنے اہل وعیال اور متبعین کو لیکر وہاں منتقل ہو جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش وہ جانتے ۔" (مشکوٰۃ شریف)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"ایک زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ سرسبز و شاداب شہروں کی طرف نکلیں گے وہاں جاکر کھانے اور پہننے کو خوب ملے گا۔ کثرت سے سواریاں ہوں گی۔ تو اپنے گھر والوں کو لکھیں گے تم حجاز کی قحط زدہ زمین میں پڑے ہو یہاں آجاؤ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ کاش وہ جانتے ۔" (فضائل حج)

یہ اور اس نوع کی دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ مدینہ منورہ کے مقابلہ میں دیگر شہروں میں مادی منافع اور دنیوی فوائد کی انتہائی فراوانی اور کثرت ہوگی اور بعض لوگ ان منافع اور فوائد کو دیکھ کر اور ظاہری راحت و آرام اور عیش و عشرت کے گرویدہ ہو کر وہاں منتقل بھی ہو جائیں گے لیکن مدینہ منورہ کے روحانی اور ایمانی فوائد اور منافع اور خیر و برکات کے مقابلہ میں یہ ظاہری منافع اور فوائد کوئی بھی حقیقت اور حیثیت نہیں رکھتے۔

دولت و ثروت کے ہزاروں انبار ایمان کے ایک ذرہ کی بھی ہمسری نہیں کر سکتے۔ اور مدینہ منورہ میں ایمانی ذرات کی انتہائی فراوانی ہے جس سے واقفیت کے لئے چشم بینا درکار ہے۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ کی سکونت اور قیام کو بلا عذر

محض اعراض اور بے رغبتی کی بنا پر چھوڑتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس سے بہتر شخص کو اس کی جگہ مدینہ منورہ بھیج دیتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے قیام سے بے رغبتی اور اعراض کا پیدا ہونا خباثت باطن کی نشانی ہے اس لئے اس کو مدینہ سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ اور اس شخص کو یہ سعادت عطا کر دی جاتی ہے۔ جو پاک طینت اور صاف باطن ہو۔ اور جن صحابہ کرام اور تابعین نے مدینہ منورہ کی سکونت ترک کرکے دوسرے شہروں کی سکونت اختیار فرمائی اس کا منشا اعراض اور بے رغبتی نہ تھا بلکہ دینی ضرورت اور دعوت اسلام کی اہمیت تھی وہ حضرات مجبوراً مدینہ منورہ سے باہر گئے اور اطراف عالم میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کو پھیلایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد تھا۔ پس انھوں نے جوارِ رسول کو کارِ رسول اور مقاصدِ رسول کے لئے چھوڑا ورنہ کسی حال ان کو جدائی گوارا نہ تھی اور یہ بے رغبتی نہیں بلکہ نہایت رغبت اور فرطِ تعلق ہے۔ ؎

کہ دوری نہ شرطِ صبوری بود　　　　کہ بسیار دوری ضروری بود

علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ بات ان حضرات کے لئے ہے جو وہاں کے باشندے اور مستقل رہنے والے ہیں اور جو لوگ محض زیارت کے لئے دوسری جگہ سے آئے ہوں وہ اس میں داخل نہیں۔ اور علامہ ابن عبد البر اور قاضی عیاضؒ نے اس کو زمانہ رسالت کے ساتھ خاص بتایا ہے (فضائل)

تیسرا مضمون یہ ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ کی مشکلات اور مشقتوں پر ثابت قدم رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز حشر اس کے سفارشی یا گواہ ہونگے۔ یہ خود اس بات کو بتلا رہا ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام میں آسائش ہی نہیں بلکہ آزمائش

بھی ہو گی ۔ مدینہ منورہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں، متوالوں شیدائی اور جاں نثاروں کا اصلی مرکز اور ٹھکانا ہے اور عشق ومحبت کا دستور مسلسل آزمائش اور امتحان ہے ۔ اسی سے محبوب خوش ہوتا ہے ۔ اسی میں عاشق صادق ذوق ولذت محسوس کرتا ہے اور اسی ذریعہ عشق ومحبت کی تکمیل ہوتی ہے ۔ اور خامی اور خام خیالی دور ہوتی ہے ۔ جب کوئی شخص ان آزمائشوں میں ثابت قدم رہ کر وادی عشق کو عبور کر لیتا ہے تو پھر نگاہِ لطف وکرم کا سزاوار ہوتا ہے ۔ اور خصوصی انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے ۔ جس کا اصلی ظہور روز حشر ہوگا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح اس کے ذمہ دار ہوں گے خطا کار ہو گا تو خصوصی سفارشیں فرماویں گے ۔ اور نیکو کار ہو گا تو اس کی نیکو کاری اور حسن کارکردگی شہادت اور گواہی دیں گے ۔ اور اس کے لئے وہ خصوصی مراعات اور احسانات ہوں گے ۔ جو دوسروں کو حاصل نہ ہوں گے ۔

(۴) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا (فضائل عن البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " ایمان مدینہ کی جانب اس طرح کھنچ آتا ہے جیسا سانپ اپنے سوراخ کی طرف کھنچ آتا ہے ۔

ارشاد نبوی کے معنی اور مقصود میں علماء کے تین قول ہیں ۔

پہلا قول یہ ہے کہ یہ زمانہ رسالت کا بیان حال ہے جب کہ جذبہ ایمانی رکھنے والے صحابہ کرام جوق درجوق ذوق وشوق کے ساتھ اطراف سے بارگاہ نبوی

میں حاضر ہوتے تھے اور اسلامی تعلیمات کو سیکھتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہر زمانہ کا حال ہے کہ جس شخص میں بھی ایمانی جذبات اور ذرات موجود ہیں وہ اللہ اور رسول کے تعلق کی بناء پر ذوق و شوق کے ساتھ بارگاہ رسالت کی زیارت اور آثار نبوی کے دیدار کے اشتیاق میں مدینہ کی جانب کھنچا آرہا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آخر زمانہ کا حال ہے جب ایمان ساری دنیا سے سمٹ سمٹا کر مدینہ منورہ میں آجائے گا۔ اور ساری بستیاں دولت ایمان سے خالی ہو جائیں گی
اس معنی کی تائید حضرت ابو ہریرہ کی دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اسلام کی بستیوں میں سب سے آخری بستی جو قیامت کے قریب ویران ہوگی وہ مدینہ طیبہ ہوگا"

یعنی مدینہ منورہ کی ویرانی تمام اسلامی بستیوں کی ویرانی اور بربادی کے بعد بالکل قیامت کے قریب واقع ہوگی۔ بہر حال ارشاد نبوی سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایمان کا اصلی مرکز اور مستقل قیام گاہ "مدینہ منورہ" ہے۔

(۵) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال (مشکوٰۃ عن الصحیحین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ کی گھاٹیوں پر فرشتے متعین ہیں تاکہ اس میں نہ طاعون داخل ہو اور نہ دجال۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: "مکہ اور مدینہ کے سوا کوئی شہر بھی ایسا نہیں جس کو دجال نہ روندے مدینہ کی ہر گھاٹی پر فرشتے صف بستہ کھڑے ہیں اور اس کی نگہبانی کرتے ہیں"
(مشکوٰۃ شریف از بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قیام میں خواب دیکھا کہ ایک سیاہ فام عورت بال بکھرے ہوئے مدینہ سے نکل کر جحفہ میں چلی گئی۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کی تعبیر یہ لی ہے کہ مدینہ کی وبا جحفہ کی جانب منتقل ہو گئی (مشکوٰۃ شریف از بخاری)

ارشادات نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے مدینہ منورہ کو ہر قسم کے وبائی امراض اور شیطانی اثرات اور ایمانی خطرات سے محفوظ فرما رکھا ہے اور اپنے رسول کی اظہار عظمت و کرامت کے لئے مدینہ منورہ کے چاروں طرف فرشتوں کو دربان مقرر کر رکھا ہے۔ جو قیام گاہ نبوی کی پاسبانی اور نگہبانی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

(۶)

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قدم من سفر فنظر الی جدرات المدینۃ اوضع راحلتہ وان کان علی دابۃ حرکھا من حبّہا۔
(مشکوٰۃ عن البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو فرطِ شوق اور محبت سے اپنی سواری کو تیز کر دیتے اور گھوڑے یا خچر وغیرہ پر سوار ہوتے تو اس کو حرکت دیکر تیز کرتے تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی آبادی کو دیکھتے چہرہ انور پر سرور و فرحت کے آثار نمایاں نظر آتے (بحر عمیق)

اس واقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کے ساتھ غایت تعلق اور غایت شفقت کا پتا چلتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار مدینہ منورہ کے ساتھ محبت و شغف کی اللہ رب العزت سے دعا مانگی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار یہ دعا مانگی "الہی ہمیں مدینہ منورہ ایسا ہی محبوب بنا دے جیسا ہمیں مکہ محبوب تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و ہوا کو درست فرما اور اس کے مد او صاع میں خیر و برکت عطا فرما اور اس کے امراض جحفہ کی جانب منتقل فرما۔" (مشکوٰۃ از بخاری و مسلم)

اور مدینہ منورہ میں زائد از زائد نزول خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ پہلا پھل دیکھتے تو اسکو بارگاہِ نبوی میں لاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لے کر ارشاد فرماتے "الہی ہمارے پھل میں برکت دے اور ہمارے شہر میں برکت دے اور ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مد میں برکت دے۔ الہی ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے۔ اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں، ابراہیم نے مکہ کے لئے تجھ سے دعا مانگی اور میں مدینہ کے لئے تجھ سے دعا مانگتا ہوں جتنی انہوں نے مکہ کے لئے مانگی اور اتنی اور زیادہ" پھر کسی چھوٹے بچہ کو بلا کر یہ پھل اس کو مرحمت فرما دیتے۔ (مشکوٰۃ از مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ مکہ مکرمہ کی برابر اور اس سے دو چند زیادہ خیر و برکت عطا فرما۔ اور یہ دعائیں مدینہ کی افضلیت کے واضح قرائن ہیں۔

(۷) عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة قبة الاسلام ودار الایمان وارض الهجرة ومثوی الحلال والحرام (الترغیب عن الطبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مدینہ اسلام کا قبہ ہے اور ایمان کا گھر ہے اور ہجرت کا مقام ہے اور حلال وحرام معلوم ہونے کا ٹھکانا ہے۔

ارشاد نبوی میں مدینہ منورہ کی وجوہ فضیلت کو بیان فرمایا کہ ایمان واسلام کا مرکز یہی شہر ہے اور سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قیام گاہ اور مقام ہجرت یہی شہر ہے اور دینی تمام تعلیمات اور حلال وحرام کے واضح ہونے کا اصل منبع یہ شہر ہے۔ نہ یہ خصوصیات کسی دوسرے شہر کو نصیب ہیں۔ اور نہ کوئی دوسرا شہر فضیلت ومنقبت میں مدینہ منورہ کے مساوی ہے۔

(۸) حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور مدینہ منورہ میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی کہ ایک شخص قبر پر آیا اور کہا: "مومن کے لئے کیا ہی برا ٹھکانا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تو نے بہت برا کہا"۔

اس شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ میرا یہ مقصود نہیں بلکہ میرا مقصد شہادت فی سبیل اللہ کے مقابلہ میں ہے"۔ یعنی مومن کی اصل شان تو اللہ کی راہ میں شہادت ہے۔ اس کے مقابلہ میں گھر پر مرنا بڑا ٹھکانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

نے ارشاد فرمایا۔

لا مثل القتل فی سبیل اللہ	مدینہ کی موت قتل فی سبیل اللہ جیسی نہیں
وما علی الارض بقعۃ احبُّ	بلکہ اس سے افضل ہے کوئی قطعہ زمین ایسا
الیّ ان یکون قبری منہا	نہیں جہاں مجھے اپنی قبر پسند ہو سوائے
	مدینہ کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکرر سہ کرر ارشاد فرمایا۔ (مشکوٰۃ از امام مالک)

ارشاد نبوی کا ظاہری اور واضح مطلب تو یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں مرنا اور پردیس میں دفن ہونا مدینہ کی موت اور مدینہ میں دفن سے بہتر اور افضل نہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کے علاوہ اور کسی مقام پر قبر اطہر کا ہونا پسند نہیں۔ جب قبر اطہر وانور مدینہ منورہ میں ہوگی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی اور رفاقت سے بڑھ کر کوئی فضیلت ومنقبت نہیں ہوسکتی۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث کے معنی یہ ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہادت مدینہ منورہ کی موت سے بہتر اور افضل ہے لیکن اگر شہادت نصیب نہ ہو تو مدینہ منورہ میں دفن ہونا دیگر تمام شہروں میں دفن ہونے سے افضل واعلیٰ ہے۔ (المعات) بہر تقدیر دیگر شہروں پر مدینہ منورہ کی افضلیت عیاں اور ظاہر ہے۔ علامہ نورالدین السمہودی نے وفا رالوفا رمیں مدینہ منورہ کی ننانوے خصوصیات اور مناقب شمار کیے ہیں جن میں سے بعض حرم مکہ اور حرم مدینہ میں

مشترک ہیں اور بیشتر حرم مدینہ کے ساتھ خاص ہیں۔

مَدینہ مُنوّرہ کا پھل

شہر مدینہ منورہ تمام ظاہری اور باطنی خیر و برکت کو شامل ہے۔ اس لئے وہاں کی پیداوار اور پھل میں بھی ہر نوع کی خیر و برکت موجود ہے۔ اور تمام امراض روحانی اور جسمانی کے لئے پیام شفا اور تریاق ہے اور ہر نوع کی تقویت اور صحت کے لئے بہترین دوا اور عمدہ غذا ہے۔

چنانچہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من تصبح بسبع تمرات عجوۃ لم یضرہ فی ذلک الیوم سم ولا سحر۔ (وفاء الوفاء)

جو شخص علی الصباح عجوۃ کھجور کے سات دانہ کھائے اس کو اس روز نہ زہر نقصان دے گا اور نہ سحر۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے "جو شخص علی الصباح مدینہ کی دونوں ریتلی وادیوں کے درمیان سے سات کھجور کھائے اس کو شام تک کوئی چیز نقصان نہ دے گی" (وفاء الوفاء)

امام احمد کی روایت میں ہے۔ جو شخص مدینہ کی دونوں ریتلی وادیوں کے درمیان سے نہار منہ سات دانہ عجوۃ کھجور کے کھائے اس کو شام تک کوئی شئ نقصان نہ دے گی اور اگر شام کو کھائے تو صبح تک کوئی شئے نقصان نہ دے گی" (وفاء الوفاء)

صحیح مسلم میں ہے "مقام عالیہ کی عجوۃ شفاء ہے اور اس کو نہار منہ کھانا تریاق

ہے۔" (وفاء الوفاء)

امام احمد کی ایک حدیث میں ہے "خبردار رہو کماۃ (نام ایک ترکاری) آنکھ کی ہر بیماری کی دوا ہے۔ اور عجوۃ جنت کا پھل ہے۔" (وفاء الوفاء)

امام نسائی اور ابو داؤد طیالسی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ "کہ کماۃ (نام ایک ترکاری) منّ سے ہے (جو آسمانی غذا ہے) اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔ اور عجوۃ جنت کا پھل ہے اور وہ زہر سے شفا ہے۔" (وفاء الوفاء)

عجوۃ ایک کھجور کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ اور کماۃ مدینہ منورہ کی ایک ترکاری کا نام ہے۔

ایک روایت میں ہے خیر تمرکم البرنی یخرج الداء ولا داء فیہ۔ (تمہاری بہترین کھجور برنی ہے ہر بیماری کو دور کرتی ہے اور اس میں کوئی بیماری نہیں)

...... برنی کھجور کی ایک قسم ہے۔

احادیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کی پیداوار اور پھلوں میں بھی خیر و برکت ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عائشہ جس گھر میں عجوۃ نہ ہو وہ گھر والے فاقہ زدہ ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا "جن گھر والوں کے یہاں کھجور رہوں وہ بھوکے نہیں رہ سکتے۔" (وفاء الوفاء از مسلم)

اور مدینہ منورہ کے پھل پھول بھی ہر بیماری کے لئے شفا اور تریاق ہیں جہاں کی خاک پاک بھی شفا اور تریاق ہو وہاں کی پیداوار کے تریاق اور شفا ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے؟۔

مدینہ منورّہ کا غبار

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ رب العالمین نے مدینہ منورہ کی خاک پاک اور غبار میں بھی شفاء اور تریاق کی تاثیر رکھی ہے۔ جہاں کی ایمان افزا زمین باطنی خباثتوں کو نکال کر باہر پھینک دیتی ہے۔ وہ ان ظاہری امراض کو کیونکر باقی رکھ سکتی ہے؟ جو خاک سراپا پاکیزہ اور ہر حیثیت سے عمدہ ہے اس میں یقیناً ہر خرابی کو دور کرنے کی خاصیت موجود ہے۔

حضرت سعد فرماتے ہیں "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس لوٹ رہے تھے تو بعض مسلمان جو پیچھے تھے آپ سے آ کر ملے جس کی وجہ سے گرد و غبار اڑا اور آپ کے بعض ہمراہیوں نے اس کی وجہ سے ناک اور منہ پر کپڑا رکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے کو ہٹایا اور فرمایا:-

والذی نفسی بیدہ ان فی غبارها شفاء من کل داء (الترغیب)

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے غبار میں ہر بیماری سے شفا ہے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غبار مدینہ برص جذام کے لئے بالخصوص شفاء اور دوا ہے۔ خصوصاً وادی صعیب کی مٹی بخار وغیرہ امراض میں مفید اور مجرب ہے۔ یہاں کی مٹی کو پانی میں ملا کر اس سے غسل کرنا موجب شفا ہے جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہے اور سلف صالحین کا تجربہ ہے۔ حضرت ثابت بن قیس فرماتے ہیں کہ میں جب بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لائے

اور فرمایا اذہب الباس رب الناس (لوگوں کے پروردگار بیماری کو دور کردے) پھر وادی بطحاء کی مٹی بقدر ایک مٹھی لے کر ایک پیالہ پانی میں ملوایا اور ان پر چھڑکوایا (وفاء الوفاء)

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی بیمار آتا یا کسی کے دنبل اور زخم ہوتا تو آپ شہادت کی انگلی کو خاک پر رکھتے، پھر فرماتے :-

بسم اللہ تربۃ ارضنا بریق	اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی
بعضنا لیشفی سقیمنا باذن	ہمارے تھوک کے ساتھ ہمارے بیمار کو
ربنا (وفاء الوفاء)	ہمارے پروردگار کے حکم سے شفا دیتی ہے

اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کی انگلی کو لعاب مبارک لگا کر خاک پر رکھتے پھر اس کو اٹھا کر یہ پڑھتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے پیر میں دنبل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوریے کا کونا اٹھایا اور شہادت کی انگلی کو لعاب مبارک لگا کر خاک پر رکھا اور فرمایا بسم اللہ ریق بعضنا بتربۃ ارضنا لیشفی سقیمنا باذن ربنا۔ پھر انگلی اٹھا کر دنبل پر رکھا جو فوراً اچھا ہو گیا اور پٹی کھول دی گئی۔ (وفاء الوفاء)

روایات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کی خاک پاک بھی شفاء اور تریاق کا حکم رکھتی ہے اور انسان کے ظاہری اور باطنی امراض اور خباثت کو دور کرتی ہے۔

اہلِ مدینہ کی عظمت و حرمت

اس خاک پاک کی اصل پیداوار وہ مقدس ہستیاں ہیں جو یہاں کی پروردہ ہیں اور اس مقدس سرزمین کے باشندے ہیں جو شرافت و کرامت کے مجسمے ہیں اور انسانی تمام جواہرات اور کمالات کو ان میں سمویا ہوا ہے۔ یہ اچھے اخلاق و کردار کے پتلے ہیں اور انسانیت کے نمونے ہیں۔ اللہ رب العالمین نے سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قرب اور ہمسائیگی کی وجہ سے جب خاک پاک مدینہ کو اس قدر نوازا ہے اور ہر طرح اس کو پاکیزہ اور عمدہ بنایا ہے تو جو مقدس ہستیاں اصل پاسبان بارگاہِ رسالت ہیں، ان کی پاکیزگی اور عمدگی کا کس طرح اندازہ ہو سکتا ہے۔؟ اگر ان میں ذرا بھی باطنی خباثت اور نجاست ہوتی تو ان کو بارگاہِ رسالت کے قرب اور ہمسائگی کی سعادت سے نوازا جاتا اور سرزمین مدینہ ان کو باہر نکال دیتی جیسا کہ متعدد روایات سے ثابت ہے۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

المدینۃ کالکیر تنفی خبثہا و تنصع طیّبہا (مشکوٰۃ عن الصحیحین)۔ مدینہ بھٹی کی طرح ہے خبیث کو نکال دیتا ہے۔ اور پاکیزہ کو خالص کر دیتا ہے۔

اہلِ مدینہ کی عظمت و حرمت کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ کہ وہ بارگاہِ رسالت کے دربان اور پاسبان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا جوار اور پڑوس قرار دیا ہے اور ان کی حفاظت و نگہبانی اور

عزت افزائی اور قدردانی کا امت مسلمہ کو حکم فرمایا ہے۔

حضرت معقل بن یسار فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے اسی میں میری آرام گاہ ہوگی۔ اور یہاں سے میں روز حشر اٹھوں گا۔ میری امت پر میرے پڑوسیوں کے حقوق کی حفاظت لازمی ہے۔ جب تک وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں جو شخص ان کے حقوق کی حفاظت اور نگہبانی کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی بنوں گا۔ اور جو شخص ان کے حقوق کو ضائع کرے گا وہ طینۃ الخبال سے پلایا جائے گا۔ اور طینۃ الخبال جہنمی لوگو کا نچوڑ ہے" (وفاء الوفاء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اور اسی زمین میں میری آرام گاہ ہوگی۔ میری امت پر حق ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کا اکرام کریں اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو طینۃ الخبال پلائے گا" (وفاء از طبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اسی میں میری آرام گاہ ہوگی اور یہیں سے میں نکلوں گا میری امت پر حق ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کے حقوق کی حفاظت کریں جو شخص میری اس وصیت کو محفوظ رکھے گا میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ بنونگا اور جو شخص اس کو ضائع کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ حوض خبال میں ڈالیں گے۔" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ "حوض خبال" کیا ہے۔ ارشاد فرمایا "وہ حوض جس میں اہل جہنم کا خون پیپ وغیرہ ہوگا" (وفاء الوفاء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کو میری ہجرت کی جگہ بنایا ہے۔ اسی میں میری آرام گاہ ہوگی اور یہیں سے روز حشر اٹھوں گا۔ میری امت پر میرے پڑوسیوں کے حقوق کی حفاظت ضروری ہے جب تک بھی وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں جو شخص ان کے بارہ میں میری حرمت کی حفاظت کرے گا میں قیامت میں اس کا سفارشی بنوں گا اور جو شخص ان کے بارے میں میری حرمت کو ضائع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو حوض خبال میں داخل کرے گا۔" (وفاء الوفاء)

اسی قسم کی بکثرت احادیث ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو اپنا پڑوسی قرار دیا اور اپنے پڑوس کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے اکرام و احترام کی ذمہ داری اپنی نیابت میں اپنی امت کے سپرد کی۔ پس جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت اور حرمت کی نگہبانی کرے گا اور حضور اقدس کے پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی قدردانی اور عزت افزائی کرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز حشر اس کو خصوصی الطاف سے نوازیں گے اور اس کے بارے میں اللہ رب العزت میں خصوصی سفارش یا خصوصی شہادت فرماویں گے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت اور حرمت کو ضائع کرے گا وہ بارگاہ رب العزت سے سخت ترین عذاب اور بدترین ٹھکانے کا مستحق ہوگا۔

حضرت مصعب فرماتے ہیں جب خلیفہ مہدی مدینہ منورہ آیا تو حضرت امام مالک اور دیگر عمائدین نے شہر کے باہر اس کا استقبال کیا۔ جب خلیفہ مہدی نے

امام مالک کو دیکھا ان کو سلام کیا اور معانقہ کیا اور ان کے ساتھ چلا۔ اسوقت امام مالک نے فرمایا: "امیر المومنین تم اس وقت مدینہ میں داخل ہو رہے ہو تمہارے دائیں بائیں وہ لوگ ہوں گے جو مہاجرین اور انصار کی اولاد ہیں تم خود ان کو سلام کرنا روئے زمین پر نہ مدینے سے افضل کوئی جگہ ہے اور نہ اہل مدینہ سے بہتر لوگ ہیں۔" مہدی نے کہا: "یہ آپ نے کہاں سے فرمایا؟"

امام مالک نے فرمایا: "روئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے علاوہ کسی اور نبی کی قبر کا تعین یقینی نہیں۔ اور جن لوگوں کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر ہو ان کی دوسروں پر فوقیت اور برتری عیاں ہے۔"

امام مالکؒ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اہل مدینہ کی عظمت و حرمت کے لئے بس یہی کافی ہے کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر و انور ہے۔ اور وہ اس کے مجاور اور پاسبان ہیں" (وفا۔)

یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ کی ایذا رسانی اور ان کی بے عزتی اور بے حرمتی بدترین جرم ہے جس سے مردود و خلائق ہوتا ہے۔ اور فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول کی بارگاہ سے لعنت اور پھٹکار رہتی ہے۔ اور اس کی ہر عبادت و طاعت نامقبول ہوتی ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

من آذی اھل المدینۃ آذاہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ولا یقبل منہ صرف ولا عدل (رواہ عن الطبرانی)	جو شخص اہل مدینہ کو ایذا پہنچائے اللہ تعالیٰ اس کو ایذا دیتے ہیں اور اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت اور اس سے نہ فرض طاعت قبول ہوگی اور نہ نفل

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اہل مدینہ کو ظلماً خوف زدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خوف میں مبتلا فرماتے ہیں اور اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت اور اللہ تعالیٰ نہ اس سے فرض قبول کرے گا اور نہ نفل۔ (وفاء الوفاء)

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ کسی قسم کی بھی برائی اور بدخواہی کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ہلاکت و بربادی کی دعا فرمائی۔ حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی جانب متوجہ ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو دعا کے لئے اتنا بلند اٹھایا کہ بغلوں کی خوب صورتی نمایاں نظر آنے لگی یہ ارشاد فرمایا۔

اللّٰھم من ارادنی واھل بلدی بسوء فعجل ھلاکہ (وفاء الوفاء)

الٰہی جو شخص میرے اور میرے اہل شہر کے لئے برائی کا ارادہ کرے تو اس کو جلد تر ہلاک فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللّٰھم من ظلم اھل المدینۃ و اخافھم فاخفہ۔ (وفاء الوفاء عن الطبرانی)

الٰہی جو شخص اہل مدینہ پر ظلم و تعدی کرے اور ان کو خوف زدہ کرے تو اس کو خوف میں مبتلا کر۔

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط تعلق کی بنا پر اہل مدینہ کے ساتھ برائی اور ظلم و تعدی اور خوف رسانی کو اپنے ساتھ برائی اور خوف رسانی سے تعبیر فرمایا ہے۔ جب بعض شریر امراء مدینہ منورہ آئے تو اس وقت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ظاہری بصارت جاتی رہی تھی لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ اس وقت مد

سے باہر کسی مقام پر چلا جانا مناسب ہے۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹوں کو ساتھ لیکر نکلے راستہ میں ایک جگہ ٹھوکر لگی تو فرمایا: "وہ شخص ہلاک ہو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف پہنچایا ہے۔" بیٹوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا چکے اب آپ کو کس طرح خوف پہنچ سکتا ہے؟"

حضرت جابرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا۔

من اخاف اھل المدینۃ فقد اخاف ما بین جنبی (وفاء الوفاء عن احمد) — جس شخص نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اس نے گویا میرے دل کو خوف زدہ کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ کے ساتھ مکر و فریب اور برائی کرنے والا بالآخر گھل کر برباد اور بے نام و نشان ہو جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ مکر و فریب کرتا ہے اس طرح گھل جاتا ہے جیسا نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔" (بخاری)

ایک روایت میں ہے: "جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دیتے ہیں، جیسا نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔" (وفاء الوفاء)

بیان مذکورہ سے اہل مدینہ کی عظمت و حرمت کا قدرے اندازہ ہو جاتا ہے ورنہ ان مہ پاروں کی قدر و منزلت کا پورا ادراک دشوار ہے۔

مدینہ منوّرہ میں سکونت

اس مقدس سرزمین کی رفعت و شوکت کی بنا پر یہاں کے قیام اور سکونت کے مستقل فضائل اور مناقب ہیں اور بے شمار فوائد اور منافع ہیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور مجاورت کا شرف حاصل ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری نعمتیں اور راحتیں قربان ہیں ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں　　　بہ کہ با بیگانگان در بوستاں

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من صبر علی لأوائها وشدتها کنت له شهیداً أو شفیعاً یوم القیامة۔ (وفاء الوفاء)

جو شخص مدینہ کے مصائب اور وہاں کی شدت پر صبر کرے میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت سعید مولی المہری رح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتنہ حرہ کے موقع پر حاضر ہوئے اور مدینہ منورہ سے باہر جانے کے متعلق مشورہ کیا وہاں کی گرانی اور اپنے کنبہ کی کثرت کی شکایت کی اور بتلایا کہ اب مدینہ منورہ کی شدت اور مصائب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کمبخت میں تجھے اس کی کسی حال بھی اجازت نہیں دے سکتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی مدینہ منورہ کے مصائب اور مشقتوں

صبر کرے اور ثابت قدم رہے میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ ہونگا
(وفاء الوفاء)

حضرت یحنیس مولی مصعب بن زبیر فتنہ کے زمانہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے، کہ ایک لونڈی آئی اور سلام کے بعد عرض کیا: ابو عبد الرحمن ہمارے پر بہت سخت وقت گذر رہا ہے اب میں نے مدینہ سے جانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو صبر سے بیٹھی رہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص مدینہ کے مصائب اور شدائد پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی ہونگا
(وفاء الوفاء از مسلم و ترمذی)

بکثرت روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفارشی یا گواہ ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مطیع و فرمانبردار رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اطاعت و فرمانبرداری پر شہادت اور ....
گواہی دیں گے اور جو لوگ عاصی اور خطاکار رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سفارش فرمادیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یا کے معنی اور کے ہوں جیسا کہ بعض روایات میں اور کا لفظ آیا ہے۔ اس تقدیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے اچھے اعمال کی شہادت دیں گے۔ اور برے اعمال کے متعلق سفارش فرمادیں گے۔ اور یہ سفارش اور شہادت بھی ان کے رتبہ کے موافق خصوصی سفارش اور شہادت ہو گی جو ان کے شایان شان ہو گی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی سفارش تو ہر مسلمان کے لئے ہو گی

اللّٰهم ارزقنا شفاعتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومحبتہ ولا تحرمنا

بندہ ناچیز کے خیال میں یہ سفارش اور شہادت اس امر کی ہو گی کہ جب دنیا کی زندگی میں اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار اور پڑوس کو اختیار کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ آخرت کی زندگی میں اس کو رسول اللہ علیہ وسلم کا قرب و جوار عطا نہ ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ان کے مسلمان ہونے اور اپنا پڑوسی ہونے کی شہادت دیں گے اور آخرت میں اپنا پڑوسی بنانے کی سفارش فرما دیں گے۔

بعض روایات سے ثابت ہے کہ بارگاہِ رسالت کی زیارت کرنے والا جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ہو گا جیسا کہ فضائل زیارت کے ضمن میں بیان ہوا پس جب عام زائرین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہوگا تو مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کرنے والے تو ہر وقت کے حاضر باش ہیں اور واقعی پڑوسی ہیں۔ ان کے لیے تو اور بھی زیادہ خصوصی قرب و جوار ہوگا۔

مدینہ منورہ کے قیام میں مصائب اور مشکلات کا آنا ایک ناگزیر امر ہے اس لیے کہ اس سرزمین مقدس پر وہی شخص قیام کر سکتا ہے جس کو اللہ اور رسول کے ساتھ فرط تعلق ہو اور مصائب و مشکلات عشق و محبت کے لوازمات سے ہیں سے وفاؤں کے پردے میں ہونگی جفائیں + سناتا رہے گا بہر طور کوئی

محنتِ جگر کھانے کو اور خونِ جگر پینے کو   یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

اور عاشقِ زار اور محب صادق کو اسی میں لذت و حلاوت محسوس

ہوتی ہے۔ ؎

الفت میں برابر ہے جفا ہو کہ وفا ہو — ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

مزہ اس ہی میں آتا ہے نمک چھڑکو نمک چھڑکو ؎
قسم لیلو نہیں عادت میرے زخموں کو مرہم کی

دردِ دل کا مزا سارے دردوں کو بھلا دیتا ہے اور عشق کی لذت و حلاوت ہر مشکل کو ذائقہ دار بنا دیتی ہے ؎

دردِ دل نے اور سب دردوں کا درماں کر دیا
عشق کی مشکل نے ہر مشکل کو آسان کر دیا!

یہی وجہ ہے کہ ایک مدنی بارگاہِ رسالت کا شیدائی سب کچھ جھیل جائے گا مگر اس کو کسی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت اور جدائی گوارا نہ ہوگی۔ ایک شرف اور بڑا فائدہ مدینہ منورہ کی سکونت میں یہ بھی ہے کہ روزِ محشر جب ساری مخلوق پریشان اور سرگرداں ہوگی۔ سب سے پہلے اہلِ مدینہ کی سفارش ہوگی جب ان کو خلاصی نصیب ہو جائیگی تب دوسرے لوگوں کی سفارش ہوگی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:۔

اول من اشفع من امتی اہل المدینۃ ثم اہل مکۃ ثم اہل الطائف (وفاء عن الطبرانی) — اپنی امت میں سب سے پہلے میں جن لوگوں کی سفارش کرونگا وہ اہل مدینہ ہیں پھر اہل مکہ پھر اہل طائف۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے: "اپنی امت میں سب سے پہلے میں جن لوگوں کی سفارش کروں گا وہ اہل مدینہ اور اہل مکہ اور اہل طائف ہیں" (وفاء الوفاء)

ممکن ہے کہ تمام شہروں کے مقابلہ میں اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ اور اہلِ طائف کو اولیت اور سبقت حاصل ہو۔ پھر ان تینوں میں بھی درجات ہوں اور اولیت اہلِ مدینہ کو حاصل ہو پھر اہلِ مکہ کو پھر اہلِ طائف کو جیسا کہ پہلی حدیث کا مقتضیٰ ہے۔

محشر کی ایک ساعت بھی صد یوں سے زیادہ کٹھن اور دشوار ہوگی پس وہاں سبقت حاصل ہوجانا اور جلد خلاصی نصیب ہوجانا بڑی اہم نعمت ہے۔

غرض مدینہ منورہ کا قیام اور سکونت سراسر رحمت اور نعمت ہے۔ یہاں بھی سکون و اطمینان اور وہاں بھی راحت و آرام۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ یہاں کے قیام میں آئینِ صحبت اور قوانینِ شریعت کی پوری پابندی ہو نہ کوئی بات ایسی سرزد ہو جس سے بے تعلقی اور بے غبتی کا اظہار ہو اور نہ کسی چھوٹے بڑے گناہ کا صدور ہو۔ کہ یہ دونوں امر اس دربارِ عالی کی شان کے منافی ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فمن احدث فیہا حدثا او آوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفاً ولا عدلاً و لفظ البخاری لا یقبل منہ صرف ولا عدل (وفاء الوفاء)	جو شخص مدینہ میں کسی گناہ کا ارتکاب کرے یا کسی مرتکب گناہ کی حمایت اور پاسداری کرے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے نہ فرضِ طاعت قبول کرے گا اور نہ نفل۔

ارشاد نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں ادنیٰ خطا اور معمولی گناہ بھی جرم عظیم اور گناہ کبیرہ کا حکم رکھتی ہے اس لئے کہ لعنت اور اس قدر سخت وعید

گناہ کبیرہ ہی پر ہوتی ہے۔ اور یہ بات ہے بھی ظاہر اور قرین قیاس اس لیے کہ شاہوں کے حضور میں ادنیٰ بے التفاتی اور نافرمانی بھی سخت ترین جرم ہوتی ہے۔ اور دربارِ شاہی کی توہین شمار ہوتی ہے۔ اللھم احفظنا منہ۔

ملا علی قاری شرح مناسک میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو حکم مکہ معظمہ کی مجاورت اور سکونت کا ہے وہی حکم مدینہ منورہ کی مجاورت اور سکونت کا ہے یعنی جو شخص یہاں کے قیام کے آداب اور شرائط کا تحمل کرسکتا ہو اس کے لئے یہاں کی مجاورت اور سکونت سراسر فضیلت و عظمت اور نعمت و سعادت ہے۔ اور جو شخص یہاں کے آداب شرائط کو بجا نہ لاسکے اس کے لئے دور ہی رہنا بہتر ہے پھر جمہور علماء کے نزدیک مکہ مکرمہ کا قیام مدینہ منورہ کے قیام سے افضل ہے۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ میں ہر عمل خیر کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔ امام مالک رح اور دیگر علماء شافعیہ فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ بکثرت اجر و ثواب مکہ مکرمہ میں ہے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و جوار کی وجہ سے مدینہ منورہ کا قیام مکہ مکرمہ کے قیام سے افضل و اعلیٰ ہے۔ البتہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ مدینہ منورہ کی موت مکہ مکرمہ کی موت سے افضل و اعلیٰ ہے۔ پس مدینہ منورہ کا قیام چونکہ وہاں کی وفات کا ذریعہ ہے اس لئے اس حیثیت سے یقیناً مدینہ منورہ کا قیام افضل و اعلیٰ ہے۔

مدینہ منورہ کی موت

آخری نعمت و سعادت اور شرافت و کرامت یہ ہے کہ کوئی خوش نصیب اس سرزمین مقدس میں پیوند خاک اور دائمی وصال سے سرفراز ہو جائے مگر سے

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں کی مٹی سے اسکی پیدائش ہوئی ہے۔ پس کسی شخص کا مدینہ منورہ میں دفن ہونا اس امر کا کھلا ثبوت ہے۔ کہ اس تودہ خاک کو اسی خاک پاک سے بنایا گیا تھا جو نور محمدی کے ظہور کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اور جس خمیر سے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان اور اہل بیت عظام اور دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجسام مطہرہ ترتیب دئے گئے۔ وہی پاکیزہ خمیر اس کی آرائش و زیبائش میں بھی خرچ کیا گیا۔

سرزمین مدینہ چونکہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں بہت زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی آرام گاہ کے لئے اسی کو محبوب اور پسند رکھتے تھے۔ ارشاد نبوی ہے:

ما علی الارض بقعۃ احبّ الیّ من ان یکون قبری بھا منھا۔

زمین پر مدینہ کے علاوہ کوئی قطعہ ایسا نہیں جہاں مجھے اپنی قبر کا ہونا زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر سہ کرر یہی ارشاد فرمایا:

(وفاء الوفاء از موطا امام مالک) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

• کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے دعا فرمائی:

اللّٰھم لا تجعل منایانا بمکۃ

الٰہی ہماری موت کہیں واقع نہ فرما یہاں تک

جتنے تخرجنا منہا (وفاء الوفاء عن مسند امام احمد) ہمیں یہاں سے نکال کر (مدینے نہ پہنچادے)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہادت کی بھی آرزو تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر میں پیوند خاک ہونے کی بھی تمنا تھی۔ چنانچہ آپ یہ دعا فرماتے۔

اللّٰہم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک (بخاری) الٰہی مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب
واجعل موتی فی بلد رسولک (وفاء الوفاء) فرما اور اپنے رسول کے شہر میں موت دے

اگرچہ بظاہر اس کا امکان نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے فاروق اعظم کی دعا کو قبول فرمایا شہادت بھی نصیب ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب بھی عطا ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام جب حج کے لئے تشریف لے جاتے تو دو چار روز سے زیادہ مکہ مکرمہ میں قیام نہ کرتے اور جلد مدینہ منورہ واپس ہو جاتے امام مالک رحنے ایک فرض حج کے علاوہ دوسرا حج نہ کیا۔ کہ مبادا مدینہ منورہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ موت آجائے۔

مدینہ منورہ میں مرنے والوں کی ایک اہم منفعت اور بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کا حشر و نشر سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہر دشوار گذار گھاٹی سے ان کو پار اتار دیں گے۔

ابن رزین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انی اول من تنشق عنہ الارض ثم اول مجھ سے زمین شق ہوگی پھر ابوبکرؓ سے

ابوبکر ثم عمر ثم آتی اهل البقیع پھر عمر پھر میں اہلِ بقیع کے پاس آؤں گا اور فیحشرون ثم انتظر اهل مکۃ وہ اٹھیں گے۔ پھر میں اہلِ مکہ کا انتظار کروں گا فاحشر بین اهل الحرمین (وفاء الوفاء) پس میری روانگی اہلِ حرمین کے ساتھ ہو گی۔

اور ابن بخار کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"میں اور ابوبکر اور عمر تینوں اہلِ بقیع کے پاس جائیں گے تب ان کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ پھر اہلِ مکہ اٹھائے جائیں گے۔" (وفاء الوفاء)

جب سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہمراہی اور ہمرکابی نصیب ہو گی تو پھر اس مسافر آخرت کو کیا غم؟ اور کس بات کی فکر؟

ع چہ باک از موج بحر آن را کہ باشد چوں تو کشتی بان"

اسی لئے متعدد احادیث میں مدینہ منورہ میں مرنے کی ترغیب دی گئی ہے ارشاد نبوی ہے۔

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بها فمن مات بالمدینۃ کنت له شفیعاً وشهیداً (وفاء عن البیهقی)

جو شخص مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ مدینہ ہی میں مرے اس لئے کہ جو شخص مدینہ میں ریگا میں اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔

امام ترمذی اور ابن حبان اور ابن ماجہ وطبرانی۔ نے اس مضمون کو متعدد روایات میں مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور احادیث میں اہلِ بقیع کے متعدد فضائل اور مناقب آئے ہیں جن کی بنا پر علماء امت کا اجماع ہے کہ مدینہ منورہ کی موت دیگر تمام شہروں کی موت سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہے۔

اللّٰھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک آمین

مدینہ منورہ کے خصوصی مقامات

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وجود سراپا نور کی بدولت تمام مدینہ مقدس مطہر منور ہے اور اس کا ہر ذرہ اس قدر تاباں اور درخشاں ہے جسکے سامنے آفتاب و ماہتاب کا نور بھی ہیچ اور بے حیثیت ہے۔ پھر اس مقدس زمین اور بقعہ نور میں جس مقام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی خاص نسبت ہے۔ وہ نورٌ علیٰ نور ہے اور اس مناسبت کی بقدر ممتاز اور اعلیٰ ہے۔ اور محبت و تعلق کا اصلی تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی جانب ادنیٰ انتساب کی بھی قدردانی اور عزت افزائی کی جائے۔

مدینہ منورہ کی مساجد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صرف چند مساجد تھیں۔ بعد میں جن مقامات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنا ثابت ہوا وہاں تبرکاً بطور یادگار مسجد بنا دی گئی۔ جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور مورخین نے شرح و بسط کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر اب اکثر مساجد کا وجود تاریخ کے اوراق پر رہ گیا ہے۔ سطح زمین پر ان کا نام و نشان نہیں۔ بعض مشہور مساجد کا تذکرہ کیا جاتا ہے اگر خدا توفیق دے تو ان کی زیارت کرے اور وہاں نوافل ادا کرے۔

مسجد قبا

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے روانہ ہوئے تو مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل تین روز یا زیادہ قبا میں قیام فرمایا جو قبیلہ بنی عمرو بن عوف کی مختصر آبادی تھی۔ یہاں آپ نے مسجد کی بناء کا ارادہ فرمایا اور یہاں کے باشندوں نے بھی اس کی خواہش ظاہر کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمت قبلہ کی تعیین کے لئے ایک خط کھینچا۔ اور صحابہ کرام کو پتھر جمع کرنے کا حکم دیا اور خود بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے پھر اپنے دست مبارک سے ایک پتھر بنو میں رکھا اور حاضرین کو حکم فرمایا کہ ہر ایک اپنے ہاتھ سے ترتیب وار ایک ایک پتھر رکھے۔ یہ اس مقدس مسجد کی ابتدا تھی اور یہ اسلام میں پہلی مسجد ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں بنیاد ڈالی اور نبی آخر الزماں کے ہاتھوں سے تعمیر ہوئی۔ جس کے متعلق یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ

(سورہ توبہ)

بیشک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقوی اور پرہیزگاری پر رکھی گئی زیادہ مستحق ہے اس بات کی کہ آپ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ میں مسجد نبوی کا تذکرہ ہے اور بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ آیۃ کریمہ سے مقصود دونوں مساجد ہیں اس لئے کہ ان دونوں مساجد کی بناء پہلے ہی دن سے خلوص و تقوی پر رکھی گئی۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سوار یا پیادہ مسجد قبا کو تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نفل ادا فرماتے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کو مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بھی اتباع سنت میں ہمیشہ مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد قبا کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ آپ نے فرمایا "خدائے پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس مسجد کی بنا کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ پتھر ڈھو رہے تھے۔ واللہ اگر یہ مسجد دنیا کے کسی گوشہ میں ہوتی تو ہم اس کی زیارت کے لئے سفر کرتے اور اپنی سواریوں کو تھکاتے۔ پھر آپ نے کھجور کی چند شاخوں سے جھاڑو بنا کر مسجد کی صفائی شروع کی۔ رفقاء نے عرض کیا "امیر المومنین کیا ہم اس خدمت کو انجام نہیں دے سکتے؟" آپ نے فرمایا "تم ہرگز اس سعادت کے لئے کافی نہیں ہو۔ یعنی یہ خدمت ایک بڑی سعادت ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ میں اس کو چھوڑ کر تمہارے پر اکتفا کروں۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسجد قبا کو ہم سے قریب بنایا۔ اگر یہ مسجد دنیا کے کسی گوشہ میں ہوتی تو ہمیں وہاں سفر کر کے جانا پڑتا۔"

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "دو رکعت نفل مسجد قبا

میں ادا کرنا مجھے دو مرتبہ بیت المقدس کی زیارت سے زیادہ محبوب ہے اگر تم لوگ اس کی اصلی حقیقت سے واقف ہو جاؤ تو بہت کچھ مشقت اس کی زیارت کے لیے برداشت کرو۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مسجد قبا میں نماز پڑھنا عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔"

متعدد احادیث اور آثار صحابہ کی بنا پر مسجد قبا کی زیارت خاص اہمیت اور فوقیت رکھتی ہے۔

مسجد کے متصل حضرت سعد بن خیثمہ کا گھر ہے۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا وضو کیا اور نماز پڑھی۔ بیر اریس بھی یہیں واقع ہے جس کا تذکرہ آگے کنوؤں کے بیان میں آئے گا۔

مسجدِ جمعہ

اس کو "مسجد وادی" اور "مسجد عاتکہ" بھی کہتے ہیں۔ یہ قبیلہ بنی سالم بن عوف کی مسجد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز قبا سے روانہ ہوئے اور جب قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پہنچے۔ تو جمعہ کا وقت ہو گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز ادا فرمائی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو اسلام میں ادا کیا گیا۔

مسجدِ فضیخ

اس کو "مسجد شمس" بھی کہتے ہیں مسجد قبا کے قریب پورب کی طرف اونچی زمین پر بغیر چھت کا احاطہ ہے۔

بنی نضیر یہودیوں کے محاصرہ کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ مبارک اس کے قریب نصب کیا گیا تھا۔ اس وقت حضور اقدس نے اس جگہ

پر چھ روز تک نماز ادا فرمائی۔

مسجد بنی قریظہ یہ مسجد باغات کے منتہی پر حرہ شرقیہ کے قریب مسجد شمس کے شرق میں واقع ہے۔ یہود بنی قریظہ کے محاصرہ کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ فروکش ہوئے اور نماز بھی ادا فرمائی۔

مسجد ماریہ قبطیہ اس کو مسجد مسجد ام ابراہیم بھی کہتے ہیں۔ مسجد بنی قریظہ کے شمال کی جانب حرہ شرقیہ کے قریب نخلستان کے درمیان محض ایک چار دیواری ہے۔

یہ ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا والدہ ماجدہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ تھا جس میں ان کا قیام رہتا تھا۔ حضرت ابراہیم بھی یہیں پیدا ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھنے کے لیے یہاں تشریف لے جاتے تھے۔ اور اس جگہ نماز بھی ادا فرمائی۔

مسجد بنی ظفر جنت البقیع سے پورب کی طرف واقع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کے ہمراہ قبیلہ بنی ظفر میں تشریف لے گئے اور نماز ادا فرما کر ایک پتھر پر جلوہ افروز ہوئے اور ایک شخص کو قرآن پاک کی تلاوت کا حکم فرمایا۔ جب قاری آیۃ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا پر پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور عرض کیا۔ "خداوندا میں ان لوگوں پر گواہ ہوں جو میرے سامنے موجود ہیں اور جن لوگوں کو میں نے نہیں دیکھا ان پر کس طرح گواہ بنوں؟"

مسجد اجابہ:۔ بقیع سے شمال کی جانب بلندی پر واقع ہے۔ ایک روز رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عالیہ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کا گذر اس طرف ہوا تو آپ نے یہاں دو رکعت نفل ادا فرمائی۔ آپ کے اتباع میں حاضرین نے بھی نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دیر تک دعا مانگی جب وہاں سے واپس ہوئے تو ارشاد فرمایا۔

"میں نے پروردگار عالم سے تین دعا کی اول یہ کہ میری امت کو عمومی قحط میں ہلاک نہ فرمائے دوسرے یہ کہ عذاب غرق ان پر مسلط نہ فرمائے۔ تیسرے یہ کہ میری امت آپس میں قتال نہ کرے۔ حق تعالیٰ نے پہلی دو دعا کو قبول فرمایا اور تیسری دعا پر فرمایا تیری امت کی ہلاکت باہم خونریزی کر ہو گی۔"

مسجد نافلہ

اس کو مسجد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں پڑا ہوا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر تشریف لے جاتا ہوا دیکھا۔ میں اٹھ کر پیچھے پیچھے ہو لیا۔ رسول اللہؐ ایک باغ میں تشریف لے گئے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور ایک طویل سجدہ کیا۔ حتیٰ کہ میں اس خیال سے کہ شاید آپ اس دار فنا سے رخصت ہو چکے رونے لگا۔ پھر بہت دیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور مجھ سے رونے کا باعث دریافت فرمایا۔ میں نے اپنے رونے کا باعث ظاہر کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور رب العزت کا یہ پیام لائے کہ جو شخص تجھ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کر دوں گا

اور جو شخص تجھ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی بھیجوں گا۔ پروردگار کی اس نعمت پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔"

مُصلّٰی عید باب مصری کے قریب واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ عیدین کی نماز اور استسقار کی نماز ادا فرمائی۔ اور نجاشی کی نماز جنازہ بھی یہاں پڑھی ہے۔

مسجد فتح یہ مسجد اور جو مساجد اس کے قریب ہیں سب مسجد فتح کہلاتی ہیں لیکن درحقیقت مسجد فتح وہ مسجد ہے جو کوہ سلع سے پچھم کی جانب بلندی پر ہے۔ اور مشرق و شمال کی جانب اس کی سیڑھیاں ہیں اس کو مسجد احزاب اور مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی لڑائی کے موقع پر مسجد فتح میں تین روز متواتر (دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ) دعا مانگی۔ چہارشنبہ کو اجابت دعا کی بشارت ہوئی جس سے سرور فرحت کے آثار چہرے مبارک پر ظاہر ہو رہے تھے۔

حضرت معاذ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح اور ان مساجد میں جو اس کے متصل ہیں نماز ادا فرمائی۔

پہلی مسجد اس کے پیچھے ہے اس کو مسجد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور جو پہاڑ کی جڑ میں قبلہ کی جانب سب سے چھوٹی مسجد ہے اسکو مسجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ غالباً ان حضرات نے غزوہ خندق کے موقع پر ان مواضع میں قیام کیا ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے تبرکاً ہر جگہ نماز پڑھی ہوگی جس کی یادگار میں یہ مساجد تعمیر کی گئیں۔

مسجد بنی حرام

مسجد فتح کو جاتے ہوئے تقریباً نصف راستہ پر جبل سلع کی گھاٹی میں واقع ہے۔ یہاں ایک غار بھی ہے۔ ایام غزوہ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رونق بخشی۔ اور بعض راتیں بھی اس میں بسر فرمائیں۔

مسجد قبلتین

مسجد فتح سے پچھم کی جانب تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر وادی عقیق اور بیر رومہ کے قریب واقع ہے۔ یہ بنی سلمہ کی مسجد تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز ظہر ادا فرمارہے تھے، کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تحویل قبلہ کی بشارت سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ہی میں بیت المقدس سے بیت اللہ کی جانب رُخ کر لیا اور آخر کی دو رکعت بیت اللہ کی جانب منہ کرکے ادا فرمائی اسی لئے اس کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔

دیگر بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مسجد قبا میں پیش آیا واللہ اعلم۔

مسجد فرباب

اس کو "مسجد رابہ" بھی کہتے ہیں۔ شام کے راستہ پر ایک بلند جگہ پر واقع ہے۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ مبارک نصب کیا گیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز بھی پڑھی ہے۔

مسجد فسیح

مشہد امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے شمال کی جانب جبل احد کی جڑ میں

واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ آیتہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا الآیتہ۔ اسی جگہ نازل ہوئی اور جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر اور عصر اسی جگہ ادا فرمائی۔

یہ چند مساجد کا بیان ہے ان میں سے بھی بیشتر حکومت سعودیہ کے ابتدائی دور میں اتباع سنت کے جذبہ میں شہید کر دی گئیں۔ اب صرف ان کے کھنڈرات اور نشانات باقی ہیں۔ افسوس ہے کہ جہاں ابتداءً ہر کام میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو سامنے رکھا جاتا تھا۔ اب وہاں ہر کام میں یورپ کی تقلید ہو رہی ہے ع

ببیں تفاوت رہ کجا ست تا بہ کجا

اور مرکز اسلام الحاد بے دینی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ خوا اسفا علی ما فرطنا فی جنب اللّٰہ۔

ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کنوؤں کا بیان

جن کنوؤں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرف اور متبرک فرمایا ان کی تعداد بہت ہے۔ جن میں سے سات اس وقت بھی موجود ہیں۔ باقی کا اب نام و نشان نہیں رہا۔

بیر اریس مسجد قبا کے قریب واقع ہے۔ پہلے اس کا پانی شور تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک اس میں ڈالا جس کی وجہ سے پانی شیریں ذائقہ دار ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اس کی من پر کوئیں میں پیر لٹکائے بیٹھے تھے پھر حضرت ابو بکر صدیق حاضر ہوئے۔ وہ بھی آپ کے برابر اسی طرح پیر لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضؓ حاضر ہوئے اور وہ حضرت صدیق اکبر کے برابر اسی طرح پیر لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمان غنی حاضر ہوئے تو اس جانب جگہ پُر ہو گئی تھی۔ اس لئے آپ دوسری جانب اسی طرح پیر لٹکا کر بیٹھ گئے۔

وہ انگوٹھی جس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیب دست مبارک تھی۔ پھر صدیق اکبر رضؓ کے پاس رہی پھر فاروق اعظم رضؓ کے پاس رہی پھر حضرت عثمان غنی رضؓ کے پاس گئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس سے اس کنویں میں گر گئی تھی ہر چند تلاش کیا گیا ہر سعی رائیگاں گئی اور وہ انگشتری مبارک نہ ملنی تھی نہ ملی۔ اور اس وقت سے نظامِ خلافت میں خلل واقع ہو گیا۔

بیر غرس مسجد قبا سے شمال کی جانب تقریباً نصف میل ہے۔ نبی کریم صؐ نے اس کوئیں پر وضو فرمایا اور بچا ہوا پانی اس میں ڈال دیا ایک مرتبہ اپنا لعابِ دہن اور کچھ شہد بھی اس میں ڈالا ہے۔ حضور اکرم صؐ ہمیشہ اس کوئیں کے پانی کو استعمال فرماتے تھے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کو حکم فرمایا تھا کہ مجھے غسل اسی پانی سے دیا جائے۔ چنانچہ جسد اطہر و انور کو اسی کے پانی سے غسل دیا گیا۔

بیر رومہ مسجد قبلتین سے شمال کی جانب وادیٔ عقیق میں واقع ہے۔

پانی نہایت لطیف اور شیریں ہے۔ مدینہ منورہ میں شیریں پانی کی کمی تھی اور اس کوئیں کا یہودی مالک پانی فروخت کرتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۳۵ ہزار درہم میں اس کو خرید کر وقف فرمایا۔

بیر بضاعۃ باب شمالی کے قریب ایک باغ میں واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک ڈول پانی کھنچوا کر وضو فرمایا اور بچا ہوا پانی معہ لعاب دہن کے اس میں ڈالا۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضؓ فرماتی ہیں جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہم اس کو تین روز بیر بضاعۃ کے پانی سے نہلاتے وہ اس کی برکت سے صحتیاب ہو جاتا۔

بیر حاء مسجد نبوی کے شمال کے جانب قلعہ کی دیوار کے قریب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات وہاں تشریف لے جاتے اور اس کے درختوں کے سایہ میں آرام فرماتے اور اس کا پانی نوش فرماتے تھے۔

بیر بصہ جنت البقیع کے قریب شہر پناہ کے پیچھے واقع ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ جمعہ کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے اور سر مبارک دھونے کا ارادہ ظاہر فرمایا میں آپ کے ہمراہ بیر بصہ پر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک دھویا اور دھون کو بیر بصہ میں ڈال دیا۔

بیر عہن عوالی مدینہ میں ایک باغ میں واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یہاں تشریف لائے اور وضو کرکے نماز ادا فرمائی۔

ان متبرک کنوؤں کا پانی رسول اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا اور اپنا لعاب مبارک اور وضو کا بچا ہوا پانی ان میں ڈالا ہے۔ تاکہ جب تک بھی یہ کنوئیں باقی رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا پانی امت کو نصیب ہوتا رہے اور ہر ایک ان کی خیر و برکت سے سرفراز ہو۔

مدینہ منورّہ کے مزارات

قاضی عیاض رح امام مالک رح سے نقل کرتے ہیں کہ دس ہزار صحابہ کرام اس سرزمین میں رونق افروز ہیں اور اسی قدر سادات اور تابعین غیر سادات ہیں۔ لیکن اس کثیر تعداد میں وہ بہت کم ہیں جن کا اصلی مرقد صحیح طور پر معلوم ہو۔ البتہ قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بیشتر حضرات جنت البقیع میں آرام فرما ہیں اس لیئے کہ وہی قدیمی بابرکت قبرستان ہے۔ جس کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

جنت البقیع

یہ مدینہ منورہ کا قدیمی قبرستان ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تشریف لے جاتے تھے اور یہاں والوں کے لیئے دعائے مغفرت کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کہ اس قبرستان سے ستر ہزار افراد بے حساب جنت میں جائیں گے جن کے چہرے ماہ نیم ماہ سے زیادہ چمکدار ہونگے یہاں والوں کا حشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے ساتھ روضہ

اطہر سے اٹھ کر یہاں تشریف لائیں گے اور یہاں والوں کو ساتھ لیکر آگے تشریف لے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جو شخص مدینہ میں انتقال کرے اور بقیع میں دفن ہو میں روزِ حشر اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا۔"

دیگر احادیث سے بھی یہاں دفن ہونے والوں کی بڑی فضیلت اور منقبت معلوم ہوتی ہے۔

غرض اس چھوٹے سے خطۂ زمین میں ہزاروں صحابہ کرام اور ہزارہا سادات تابعین اور تبع تابعین اور لاکھوں اولیاء کرام اور علماء عظام آرام فرما ہیں جن کی صحیح تعداد اور مدفن کا علم علیم وخبیر کو ہے۔ البتہ چند مزارات معلوم اور مشہور ہیں مثلاً حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خلیفہ ثالث امیر المومنین حضرت عثمان غنی۔ حضرت عباس بن عبد المطلب۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف۔ حضرت عثمان بن مظعون۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود امام حسن بن علی۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر۔ حضرت جعفر بن معاذ۔ حضرت ابو سعید خدری۔ حضرت عائشہ صدیقہ۔ حضرت صفیہ۔ حضرت رقیہ۔ حضرت فاطمہ زہرا۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ارضاہم۔ ان مزارات پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور فاتحہ پڑھے۔

شہدائے اُحد جبل احد کے قریب ایک احاطہ کھنچا ہوا ہے۔ جس میں ان صحابہ کرام کے مزارات ہیں جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے اور منزل مقصود کو پہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شروع سال میں یہاں تشریف لاتے اور فرماتے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ؀

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "جو شخص شہدار احد پر گذرے اور ان پر سلام بھیجے تو وہ قیامت تک اس پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔"

اس احاطہ کے قریب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار چچا سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی آرام گاہ ہے۔

جبل احد

اس پہاڑ کی بھی زیارت کرے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لاتے اور قیام فرماتے تھے۔ اور اس پہاڑ کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل احد کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

هذا جبل يحبنا ونحبه — یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک جبل احد پر پڑی تو اللہ اکبر کہا اور ارشاد فرمایا۔

"یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ جنت کے دروازوں سے ایک دروازہ پر قائم ہوگا۔ اور یہ جبل عَیر ہم سے عداوت رکھتا ہے

اور ہم اس سے نفرت کرتے ہیں دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہوگا۔" (جذب القلوب)

عیبر اور احد دونوں مدینہ منورہ کے پہاڑ ہیں اور آمنے سامنے واقع ہیں۔ جبل عیبر منافقین اور معاندین کی قیام گاہ تھا اور جبل احد حبیب رب العالمین کی جلوہ گاہ اسی مناسبت سے جبل عیبر میں عداوت و نفرت جاگزیں تھی اور جبل احد محبت رسول اللہ میں مست و سرشار تھا۔ اسی وجہ سے آج بھی جبل عیبر پر وحشت و ظلمت برستی ہے۔ اور جبل احد پر نور و سرور نمایاں نظر آتا ہے۔ جبل عیبر اپنی عداوت و نفرت کی وجہ سے جہنم کے دروازے پر ہوگا۔ اور جبل احد اپنے تعلق و محبت کی بنا پر جنت الفردوس کے دروازہ پر ہوگا۔

بعض علماء اس کو مجازی معنی پر محمول کرتے ہیں اور مختلف تاویل کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمادات اور نباتات بھی ذی روح اور ذی شعور ہیں اگرچہ ہم اس سے بے شعور ہیں ارشاد ربانی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ۔ اور نہیں ہے کوئی بھی شے مگر پاکی بیان کرتی ہے۔ اس کی حمد کے ساتھ۔

جب ہر شے ذی روح اور ذی شعور ہے تو لامحالہ جذبہ عداوت اور جذبہ محبت سے بھی معمور ہوگی۔ اور اس کے تمام اثرات اور نتائج بھی مرتب ہوں گے

؎ سر حبت ازلی در ہمہ اشیا رجاری ست
ورنہ بر گل نزدے بلبل مسکین فریاد

یہی وجہ ہے کہ جمادات اور نباتات نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

اور رسالت کی شہادت دی اور آپ پر بار بار سلام عرض کیا۔ اور استوانہ حنانہ فراق رسول میں زار و قطار رو دیا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل احد پر تشریف فرما تھے کہ وہ فرطِ نشاط سے جھومنے لگا اور حرکت کرنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

اسکن یا احد انما علیک نبی   اے احد سکون اختیار کر تجھ پر نبی جلوہ
او شہید۔   فرما ہے یا شہید۔

ایک روایت میں ہے کہ احد ایک پہاڑ ہے جنت کے پہاڑوں سے جب تم اسی پر سے گذرو تو اس کا پھل کھایا کرو"

اور اگر کوئی پھل نہ ملے تو اس کی گھاس یا پتا ہی حصولِ برکت کے لئے کھالے۔

واپسی

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

جب واپسی کا قصد ہو تو بصد حسرت و یاس غمگین اور اندوہگین اوّل مسجد نبوی سے رخصت ہو اور روضہ جنت میں داخل ہو کر محراب نبوی کے سامنے یا اس کے متصل دو رکعت نفل ادا کرے اور خوب ذوق و شوق گریہ و زاری کے ساتھ دعا مانگے۔ پھر ادب و احترام اور عجز و نیاز کے ساتھ روضہ اطہر پر رخصتی اور وداعی سلام کے لئے حاضر ہو۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد بیقراری اور دلسوزی کے ساتھ اپنے لئے اور اپنے اعزا اور احباب اور

اہل وعیال کے لئے دعا مانگے اور حج وزیارت کی قبولیت کی درخواست کرے اور یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنْ عَمَلِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضَاهُ۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا آخِرَ الْعَهْدِ بِنَبِیِّکَ وَمَسْجِدِهٖ وَحَرَمِهٖ وَیَسِّرْ لِیَ الْعَوْدَ اِلَیْهِ وَالْعُکُوْفَ لَدَیْهِ وَارْزُقْنِیَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَرُدَّنَا اِلٰی اَهْلِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ۔

یا اللہ ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں اور اس عمل کی توفیق مانگتے ہیں جو تجھے محبوب اور پسند ہو۔ یا اللہ تو اس سفر کو اپنے نبی اور ان کی مسجد اور ان کے حرم کا آخری دیدار نہ کیجو اور میرے لئے جہان کی واپسی اور بارگاہ نبوت میں قیام کو سہل فرما دیجئے۔ اور عطا کر مجھ کو دارین کی معافی اور عافیت اور اپنے اہل وعیال تک سلامتی کے ساتھ پہنچا کہ ہم تیری نعمتوں سے بھرپور ہوں۔

اور اس ظاہری مفارقت اور جدائی پر خوب روئے اور ہر ہر ادا سے رنج وغم حسرت ویاس کے آثار نمایاں ہوں اور اندرونی اضطراب وبیقراری عیاں ہو کہ یہ قبولیت دعا مقبولیت زیارت کی علامت ہے۔ اور فرطِ تعلق کا تقاضا ہے اور اہل محبت کا شیوہ ہے۔ اگر رونا نہ آئے تو بہ تکلف رونے کی کوشش کرے اور اپنی حالتِ زار پر نفرین اور ملامت کرے کہ مجھ سے زیادہ سنگدل بدبخت کون ہوگا۔ کہ بارگاہِ نبوی اور دربار رحمت وشفقت سے رخصت

ہو رہا ہوں پھر بھی بے قرار اور بے تاب نہیں ہوں۔

روانگی سے قبل اہل مدینہ اور جوارِ رسول پر دل کھول کر مال و زر قربان کرے حسرت و یاس و الفت کے ساتھ گنبدِ خضراء اور مدینہ منورہ کے در و دیوار کو تکتا ہوا روانہ ہو جائے۔

حسبِ توفیق اپنے اہل و عیال اور اعزاء و احباب کے لئے یہاں کے تبرکات خریدے خود یہاں کی پیداوار اور مصنوعات کو ترجیح دے۔ کھجور یہاں کا بہترین تحفہ ہے۔ اس خرید و فروخت میں بھی اہل مدینہ کی خدمت گذاری اور ان کی اقتصادی حالت کی درستی پیشِ نظر اور اصلی مقصد ہو۔

اور سب سے بڑھ کر تحفہ جو ہمیشہ کام آئے اور دارین کی سرخروئی اور شادابی کا باعث بھی ہو یہ ہے کہ بارگاہِ رسالت میں اپنی باقی زندگی کو اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری اور رضا خوشنودی کے مطابق گذارنے کا پختہ عہد اور عزم بالجزم کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ زندگی کو رواج دینے اور دینِ حق کو دنیا میں پھیلانے اور اسلام کی سرسبزی اور سربلندی کی جد و جہد کرنے کو اپنا اصل مقصدِ زندگی اور وظیفۂ حیات بنانے کا پختہ ارادہ کرے۔ اور ان مقاصد میں کامیابی کے لئے بارگاہِ رب العزت سے توفیق اور اعانت اور بارگاہِ رسالت سے استعانت اور شفاعت کا خواستگار ہو۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ مبارک سفر چند سعادتوں اور گوناگوں نعمتوں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک مستقل عبادت اور اہم فضیلت اور منقبت ہے۔ اور ہر ایک کے انوار و اثرات مستقل اور جداگانہ ہیں جن کو قادر قیوم نے اپنے لطف و کرم اور فضل و احسان سے جمع فرما رکھا ہے اور ایک بار کی مشقت سفر میں انسان سب کو حاصل کر لیتا ہے۔

اول روضہ مقدسہ اور قبر اطہر و انور کی زیارت، جو تمام سعادتوں اور نعمتوں کا اصل مرکز اور منبع ہے۔ اسی آفتاب رسالت و نبوت کے واسطہ سے ہر نور کی شعاع نمودار ہوتی ہے۔ اور اسی مرکز رشد و ہدایت سے ہر سعادت و نعمت تقسیم ہوتی ہے۔

قبر اطہر و انور کی زیارت کرنا انہی خیر و برکات اور انوار و فیضان پر مشتمل ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حاصل ہوتے تھے آپکی وفات محض ایک ظاہری اور نمائشی پردہ ہے ورنہ درحقیقت آپ کی حیات اور وفات میں کوئی فرق و امتیاز نہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس آنے والے کا ہر طرح اعزاز و اکرام کرتے ہیں۔ شرف قرب اور جواب و سلام سے سرفراز فرماتے ہیں اور گوناگوں الطاف و انعامات سے نوازتے ہیں۔

دوسرے مسجد نبوی کی زیارت۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی تین مساجد ہیں۔

مسجد حرام - مسجد اقصیٰ - مسجد نبوی - اسی لئے ان کو دیگر مساجد پر فوقیت اور برتری حاصل ہے - اور ان کی ہر عبادت میں اجر و ثواب کی کثرت ہے۔

مسجد نبوی سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین نبی آخری الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اسی لئے تمام مساجد کی سرتاج ہے جس پر انبیاء کی مساجد کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ پس جو عظمت و حرمت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات پر حاصل ہے۔ وہی عظمت و حرمت اس مسجد کو دیگر مساجد پر حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنا اور شد رحال کرنا ایک مستقل عبادت اور اہم فضیلت اور سعادت ہے۔

تیسرے مسجد قبا کی زیارت - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اول مسجد قبا کو اپنے دست مبارک سے تعمیر فرمایا اور اس میں نماز ادا فرمائی اور پھر بار بار وہاں تشریف لے گئے۔ پس یہ مسجد بھی سرتاج انبیاء کی تعمیر کردہ مسجد ہے۔ اسی لئے اس میں دو رکعت پڑھنا اجر و ثواب میں ایک عمرہ کے برابر ہے اور جس طرح عمرہ ادا کرنے کے لئے سفر کرنا عبادت اور سعادت ہے اسی طرح مسجد قبا کی زیارت کے لئے سفر کرنا اور اس میں جا کر نماز پڑھنا عبادت اور سعادت ہے۔ اتنی اہم عبادت اور سعادت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسجد دنیا کے کسی دور دراز گوشہ میں ہوتی تب بھی اس کی زیارت کے لئے سفر اختیار کیا جاتا اور ہر نوع کی تکالیف اور مشقتوں کو برداشت کرنا پڑتا۔

چوتھے اہل بقیع کی زیارت - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کی

زیارت کا حکم فرمایا ہے۔ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر اہلِ بقیع کی زیارت کے لیۓ تشریف لے جاتے۔ کبھی دن میں اور کبھی رات میں۔ اور ان کے لیۓ دعاءِ مغفرت فرماتے تھے۔

یہ وہ گنجینۂ ایمانی اور دفینۂ اسلامی ہے جہاں ہزار دں ایمان کے علمبردار اور اسلام کے شہسوار آرام فرما ہیں جن کی زیارت سراسر سعادت و کرامت ہے۔

پانچویں شہر مدینہ منورہ کی زیارت وہ مقدس اور برگزیدہ شہر ہے جس کو اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب کی قیام اور ہجرت کے لیۓ منتخب اور پسند فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس کو مرغوب اور محبوب رکھا یہاں سے انسانیت کا درس شروع ہوا اور دنیا کو حق و صداقت کا سبق پڑھایا گیا۔ اور رموزِ شرافت و کرامت سے آشنا کیا گیا۔ اور عالم میں احکامِ ربانی اور اوامر خداوندی کا بول بالا ہوا۔ یہی شہرِ مقدس ایمان کا قبہ ہے اور اسلام کا مرکز اور منبع ہے۔ اور حرام و حلال کی نشر گاہ ہے۔ اگر وہاں اور کچھ بھی نہ ہوتا تو اس شہر کی عظمت و حرمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی زیارت کی جائے۔ اور سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم کے شہر کو آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بنایا جائے اور اس سعادت کے حصول کے لیۓ مستقل سفر اختیار کیا جائے۔ اور اب تو وہاں سب کچھ ہے۔ اور ہر شرف و کرامت کو جامع ہے۔ اور ہر خیر و خوبی کو حاوی ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

خاتمہ

صلوٰۃ وسلام کی اہمیت اور تاکید

صلوٰۃ وسلام کی کثرت محمود اور مرغوب ہے۔ اور تقرب خداوندی اور بارگاہِ رسالت کے ساتھ تعلق اور مناسبت کا اعلیٰ ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اور ایک اہم عبادت اور فوز وسعادت اور شرافت وکرامت ہے۔ بالخصوص اس مقدس سفر میں تو صلوٰۃ وسلام کی کثرت گویا اس سفر کے لوازمات اور ضروریات سے ہے جس قدر اس مبارک سفر میں صلوٰۃ وسلام کی عظمت ومحبت اور ذوق وشوق کے ساتھ مداولت ہوگی۔ اسی قدر اس سفر کی خیر وبرکت اور انوار وفیوض سے سرفراز ہوگا اسی لئے مناسب معلوم ہوا کہ خاتمہ میں صلوٰۃ وسلام کا مختصر تذکرہ ہوجائے۔

اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام میں اپنے مومن بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام کا تحفہ بھیجتے رہیں، تاکہ اس کے ذریعہ بارگاہِ رسالت کی قدردانی کا بھی اعتراف ہوتا رہے۔ اور آپ کے حقوق کی بھی فی الجملہ ادائیگی ہوجائے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:۔

لے یہ تمام مضامین اپنی کتاب "حقیقتِ ذکر" سے نقل کئے گئے۔ کہیں کہیں کتاب جذب القلوب سے لیا گیا جس کا حوالہ دے دیا گیا ہے ۱۲ منہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو تم بھی رحمت بھیجو ان پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمام مومنوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم صادر فرمایا اور مزید تاکید اور ترغیب کے لئے یہ بھی بیان فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں یعنی مومنوں کو نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ خدانخواستہ نبی کو ان کے صلوٰۃ وسلام کی احتیاج ہے۔ جس ذاتِ عالی پر مالک الملک رب العالمین اور اس کے تمام فرشتے رحمت بھیجتے ہوں اور وہ خود بھی سراپا رحمت ہو تو وہ مومنوں کی صلوٰۃ وسلام کا کب محتاج ہوسکتا ہے؟ بلکہ اس سے مقصود مومنوں کی عزت افزائی اور سرفرازی ہے کہ ان کو ایسے کام میں شریک کیا گیا جو اللہ رب العالمین اور اس کے فرشتوں کی جانب سے ادا ہو رہا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کے تعلق کا اظہار اور استقرار ہوجائے اور ان انعامات اور احسانات کی ایک گونہ شکرگذاری اور مکافات ہوجائے جو بارگاہِ رسالت کے ذریعہ مومنوں پر نازل ہوئے ہیں۔

امام ابواللیث سمرقندی رح فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا دیگر تمام عبادات سے افضل واعلیٰ ہے اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اول خود نبی کریم صلعم پر صلوٰۃ بھیجی پھر مومنوں کو صلوٰۃ وسلام کا حکم فرمایا اور یہ اسلوب بیان کسی دوسری عبادت

کے لئے اختیار نہیں کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا دیگر تمام عبادات سے فائق ہے۔

صلوٰۃ وسلام کا مفہوم

صلوٰۃ کے معنی دعا اور رحمت ہیں۔ جو حمد و ثنا کو متضمن ہو۔ اور صلوٰۃ النبی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی ثنا و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ ہو۔ پھر جس کی طرف منسوب ہو گی اسی کی شان اور مرتبہ کے لائق ثنا و تعظیم اور رحمت و عطوفت مراد لیں گے جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر اور بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں ہے۔ اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ کی ثنا اور اعزاز و اکرام فرماتے ہیں۔ اور فرشتے بھی آپ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان اور مرتبے کے موافق ہوتی ہے۔

پھر مومنوں کو حکم ہے کہ تم بھی نبی کریم پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجو اس کی حیثیت اور نوعیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہیئے۔

علمائے نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا ہے۔ اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا ہے اور مومنوں کی صلوٰۃ دعاء رحمت کرنا ہے۔

(تفسیر علامہ عثمانی)

شیخ حلیمی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کے معنی آپ کی تعظیم ہے پس "اللہم صلّ علیٰ محمد" کا مطلب یہ ہے کہ الٰہی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بڑھا دنیا میں آپ کے نام کی سربلندی ہو اور آپ کا دین سرسبز ہو اور آپ کی شریعت ہمیشہ قائم رہے اور آخرت میں آپ کو عالی مقام عطا ہو، اور آپ مقامِ محمود پر فائز ہوں۔ لہذا آیتہ صلوا علیہ کے معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ کو طلب کرو۔ اور صلوٰۃ سے مقصود حکم خداوندی کی بجاآوری اور آپ کے حقوق کی فی الجملہ ادائیگی ہے۔ (مواہب لدنیہ)

شیخ محی الدین بن عربی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کا فائدہ خود بھیجنے والے کو زیادہ ہوتا ہے۔ عقائد صحیح ہوتے ہیں۔ خلوص نیت حاصل ہوتا ہے اور تعلق ومحبت کا اظہار ہوتا ہے۔ طاعات پر مداومت نصیب ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وحرمت راسخ ہوجاتی ہے۔ (مواہب لدنیہ)

شیخ عز الدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنا اور آپ کے لیے رحمت کی دعا کرنا یہ ہماری جانب سے سفارش نہیں اور نہ ہم جیسا آپ جیسے عالی مرتبت کے حق میں سفارش کر سکتا ہے۔ لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اور انعامات کی شکر گزاری اور مکافات کا حکم فرمایا ہے اور ہم چونکہ اس شکر گزاری اور مکافات سے ہر طرح قاصر اور عاجز ہیں اس لیے بارگاہِ خداوندی میں ہمیں التجا کرنی چاہیے کہ وہ حق شکر گزاری اور احسانات نبوی کا بدلہ اپنی جانب

سے ادا فرمائے۔ یہی صلوٰۃ کا مقصود ہے اور اس شکر گزاری اور حقوق نبویؐ کی ادائیگی کے لئے ہمیں صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا گیا ہے۔ (نزہۃ الناظرین)

اور سلام علی النبی کا مفہوم دو امر ہیں ایک آفات سے سلامتی کی دُعا، اور دوسرے تعریف و ثنا۔ اس لئے کہ عرف میں لفظِ سلام مستحق ثنا ہی کے لئے بولا جاتا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تو دونوں معنی پائے جاتے تھے اور بعد میں صرف ثنا اور تعریف کا اظہار ہے۔ اور اگر سلام سے مقصود سلامتی کی بشارت ہو تو یہ معنی اب بھی بلا تکلف صحیح ہو سکتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ خدایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سلامتی کی بشارت پہنچا جو آپ کے لئے موعود اور موہوب ہے۔ (بیان القرآن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ذات پر ہر وقت اور ہر آن حق سبحانہ و تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں اور کرامت و سلامت کا بیش از بیش ظہور اور ورود ہوتا ہے اور ابد الآباد تک ہوتا رہے گا خواہ کوئی صلوٰۃ و سلام بھیجے یا نہ بھیجے۔ مومنوں کو طلب رحمت و سلامت اور صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اس ناچیز ہدیہ کے ذریعہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت و تعلق کا ذائقہ نصیب ہو جائے۔ اور بارگاہ رسالت سے ایک گونہ قرب اور مناسبت حاصل ہو جائے اور حقوق رسالت کی فی الجملہ ادائیگی ہو جائے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے تو صلوٰۃ و سلام دونوں بھیجے ان میں سے ایک پر اکتفا مناسب نہیں۔ صلوٰۃ کی تکمیل تسلیم سے ہوتی ہے اور تسلیم صلوٰۃ کا تتمہ ہے۔

صلوٰۃ وسلام کے فضائل اور مناقب

صلوٰۃ وسلام کے بے شمار مناقب اور فضائل ہیں جن میں سے چند نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ سلام بھیجنے والے کا اللہ رب العزت کی جانب سے تین طرح اعزاز کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ صلوٰۃ و سلام بھیجنے پر حق سبحانہ وتعالیٰ دس مرتبہ اس پر صلوٰۃ وسلام نازل فرماتے ہیں اور اس کی دس خطائیں معاف فرماتے ہیں اور قیامت میں اس کے دس درجے بلند فرمائیں گے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

من صلی علی صلوٰۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات وحطت عنہ عشر خطیئات ورفعت لہ عشر درجات (مشکوٰۃ عن النسائی)	جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجتا ہے حق تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں اور اس کی دس خطائیں معاف کی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کئے جائیں گے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا تمہارا رب فرماتا ہے اے محمد کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہاری امت میں سے جو بھی تم پر ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجوں گا۔ اور جو بھی امتی تم پر

سلام بھیجے گا میں اس پر دس سلام بھیجوں گا۔" (مشکوٰۃ از نسائی)

درود شریف کا غایت اعزاز یہ ہے کہ ادھر زبان سے "صلوٰۃ و سلام" نکلا اُدھر بارگاہِ خداوندی سے دس گنا صلوٰۃ و سلام درود پڑھنے والے پر نازل ہو گیا یہ ہاتھ کے ہاتھ دس گنا مزدوری کی ادائیگی ہے قیامت میں خطاؤں کی معافی اور درجات کی ترقی مزید برآں ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے صلوٰۃ و سلام نازل فرمانے کا یہ مطلب ہے کہ حق تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کے اجر و ثواب کو دس گنا فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔ جو کرتا ہے ایک نیکی اس کے لئے اس کا دس گنا ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صلوٰۃ سے اس کے ظاہری معنی مراد ہوں اور جیسا بندہ نے نبی کریم پر صلوٰۃ بھیجی ہے ویسا ہی حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی شان کے مناسب اس پر دس صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں تاکہ فرشتوں میں درود بھیجنے والے کی کرامت و عظمت کا اظہار ہو جائے۔ جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ ارشاد ربانی ہے:

من ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ۔ جو مجمع میں مجھے یاد کرتا ہے میں اس کو اس سے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔

پھر جس قدر صلوٰۃ و سلام میں بندہ کی جانب سے اضافہ ہوگا اسی قدر حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے اس کے اعزاز میں زیادتی ہو گی۔ چنانچہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص مجھ پر ایک بار صلوٰۃ بھیجتا ہے حق تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں اور جو شخص دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجتا ہے حق تعالیٰ اس پر سو مرتبہ صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں۔ اور جو شخص سو مرتبہ صلوٰۃ بھیجتا ہے حق تعالیٰ اس کی پیشانی پر لکھ دیتے ہیں کہ یہ شخص نفاق اور عذابِ نار سے بری اور محفوظ ہے اور جنت میں اس کو شہداء کے ساتھ ٹھکانا مرحمت فرماتے ہیں" (الترغیب والترہیب)

(۲) صلوٰۃ وسلام کا دوسرا اعزاز و اکرام یہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کے ساتھ ساتھ بارگاہِ رسالت میں بھی اس کو قبولیت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور فوراً اس کی جانب سے صلوٰۃ وسلام کا تحفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا جاتا ہے ؎

جان می دہم در آرزوئے قاصد آخر باز گو | در مجلسِ آن نازنین حرفے کہ از ما می رود

چنانچہ ارشادِ نبوی ہے۔

صلّوا علیّ فانّ صلٰوتکم تبلغنی حیث ما کنتم۔ (مشکوٰۃ عن النسائی)

تم مجھ پر درود بھیجو اس لئے کہ تمہارا درود تم جہاں بھی جاتے ہو مجھ پر پہنچتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود بھیجتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے درود بھیجتا ہے۔ وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ از بیہقی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر گھومتے رہتے ہیں اور میری امت کا

سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔" (مشکوٰۃ از نسائی و دارمی)

ارشادات نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے تو وہ فرشتوں کے ذریعہ بارگاہِ رسالت تک پہنچایا جاتا ہے اور وہاں سے قبولیت اور خوشنودگی کا پروانہ عطا ہوتا ہے۔ اور اگر روضۂ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے تو خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اور ایک عاشق صادق کے لئے اس سے بڑھ کر کیا کرامت وشرافت ہوسکتی ہے کہ محبوب جواب سلام سے شادکام فرمائے۔ ؎

بھر سلام کمن رنجہ درجواب آں لب
کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔" جو کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹاتے ہیں اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔" (مشکوٰۃ از ابوداؤد

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعظیم کے ساتھ تذکرہ کرنا اور آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے طلب رحمت کرنا آپ کی جانب متوجہ ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ کاملین کی ارواح جب جسم سے جدا ہوجاتی ہیں تو اس دریا کے مانند ہوتی ہیں جو ایک جگہ رکا ہوا ہو ان کو کوئی حادث ارادہ اور عارضی داعیہ حرکت وجنبش نہیں دے سکتا اس لئے کہ وہ بسیط مطلق کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں اور مشاہدہ رب العزت میں مستغرق اور منہمک ہوتی ہیں البتہ دیگر ارواح جو ان سے کمتر ہوتی ہیں اپنی

ہمت اور ارادہ کے بقدر ارواحِ انبیاء کرام کے ساتھ وابستگی اور تعلق پیدا کرلیتی ہیں اور ان سے اپنی حسبِ صلاحیت نورانیت اور مناسبت پیدا کرلیتی ہے ارشاد نبوی میں روح اقدس کے لوٹانے سے یہی مقصود ہے اور میں نے ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ کے قیام میں بارہا اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۷۸) یعنی ردِّ روح سے یہ مراد نہیں کہ بدن سے روح جدا ہوجانے کے بعد دوبارہ بدن میں لائی جاتی ہے بلکہ مقصود دیگر کم درجہ کی ارواح کا اپنی ہمت اور ارادہ کے بعد روح اطہر سے فیضیاب ہوتا ہے اور اپنے مناسب حال انوار کا اقتباس ہی چونکہ اس میں روح اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان ارواح کی جانب ایک گونہ توجہ ہوتی ہے۔ اس لیے اس توجہ کو ردِّ روح کے ساتھ تعبیر فرمایا واللہ اعلم

(۳) صلوٰۃ و سلام کا تیسرا اعزاز و اکرام یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں چنانچہ عامر بن ربیعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ خطبہ پڑھ رہے تھے اور ارشاد فرمایا۔

من صلّی علیّ صلوٰۃً لم تزل الملٰئکۃ یصلّی علیہ مادام صلّی علیّ فلیقل عبد من ذلک او لیکثر (الترغیب عن احمد)	جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے جبتک وہ درود پڑھتا رہتا ہے فرشتے اس پر درود پڑھتے رہتے ہیں اب جس کا جی چاہے کم درود پڑھے اور جس کا جی چاہے زیادہ پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب بندہ درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے وَاَنْتَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ اور تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے (ترغیب از مسند امام احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔ جو شخص ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس پر ستر مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔ (مشکوٰۃ از امام احمد)

روایات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا اللہ کے فرشتے بھی اعزاز و اکرام کرتے ہیں اور اس پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں اور بارگاہِ رب العزت سے اس کے لئے رحمت و عطوفت طلب کرتے ہیں اور جب تک وہ صلوٰۃ و سلام میں مشغول رہتا ہے فرشتے اس کی جانب متوجہ رہتے ہیں۔ غرض ایک جنبشِ لب کی بدولت تمام عالم ملکوت میں محبوب اور پیارا بن جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ صلوٰۃ و سلام پڑھنے والا گناہوں کی گندگی اور سیاہی سے صاف و شفاف ہو کر خود بھی ملکوتی اور نورانی بن جاتا ہے چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنا گناہوں کو ایسا مٹاتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور آپ پر سلام بھیجنا گردنوں کے آزاد کرنے سے بھی افضل ہے اور آپ کے ساتھ محبت رکھنا تلواروں کے ساتھ راہ خدا میں جہاد سے افضل ہے (جذب القلوب از کیمیا)

صلوٰۃ وسلام کی برکات

چند واقعات درج کیے جاتے ہیں جن سے صلوٰۃ وسلام کے اثرات اور برکات نمایاں ہوتے ہیں

(۱) علامہ ابن الملقن نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت حسن بصری رح کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا "میری لڑکی فوت ہوگئی ہیں اس کو خواب میں دیکھنا چاہتی ہوں"

حضرت حسن بصری نے فرمایا "عشاء کے بعد چار رکعت نماز پڑھ اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ الہاکم ایک دفعہ پڑھ پھر بستر پر لیٹ کر درود شریف پڑھ جب تک جاگتی رہے۔"

اس عورت نے ایسا ہی کیا اور اپنی لڑکی کو خواب میں دیکھا وہ عذاب میں مبتلا تھی آتشیں لباس اس کو پہنایا ہوا تھا ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور پیروں میں آگ کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ عورت بیدار ہو کر حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا حال بیان کیا۔

حضرت حسن بصری نے فرمایا "صدقہ کر شاید اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لڑکی کو معاف فرمائے۔"

پھر رات کو حضرت حسن بصری نے خواب دیکھا کہ وہ جنت میں ہیں وہاں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک خوب صورت لڑکی بیٹھی ہے جس کے سر پر نورانی تاج رکھا ہوا ہے۔ اس لڑکی نے کہا "حسن تم نے مجھے پہچانا نہیں

میں اسی عورت کی لڑکی ہوں جس کو تم نے صدقہ کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

حضرت حسن بصری نے فرمایا۔ مگر تیری ماں نے تو تیرا دوسرا حال بیان کیا تھا۔"

لڑکی نے کہا۔ میرا حال وہی تھا جو اس نے بیان کیا۔ ہم ستر ہزار آدمی تھے جو اسی طرح عذاب اور تکلیف میں مبتلا تھے۔ ایک مرد صالح کا ہماری قبور پر گذر ہوا اور اس نے ایک دفعہ درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخشدیا جس کی برکت سے حق تعالیٰ نے ہم سب کو عذاب سے نجات دیدی اور مجھے وہ رتبہ عطا فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو۔ (نزہۃ الناظرین)

(۲) فقیہہ ابو اللیث سمرقندی نقل کرتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص کو دیکھا ہر ہر قدم پر درود پڑھتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا یہ کیا بات ہے کہ تم نے تمام دیگر اذکار کو چھوڑ کر صرف درود شریف کو اختیار کر رکھا ہے؟

اس شخص نے دریافت کیا تم کون ہو؟ میں نے کہا سفیان ثوری!

اس نے کہا اگر تم یگانہ روزگار نہ ہوتے تو میں ہرگز تمہیں یہ بات نہ بتلاتا اور اپنا بھید تم پر ظاہر نہ کرتا۔ بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں اور میرے والد حج کے لئے نکلے راستہ میں میرے والد بیمار ہوئے میں نے ان کا علاج اور تیمارداری کی ایک شب ان کا انتقال ہو گیا اور ان کا چہرہ سیاہ پڑ گیا مجھے اس کا بہت قلق اور فکر ہوا اور رنجیدگی سے ان کا منہ ڈھنکدیا۔ اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تشریف لائے

ان سے زیادہ خوب صورت پاکیزہ خوشبو سے مہکتا ہوا آدمی میں نے نہیں دیکھا وہ میرے والد کے قریب ہوئے اور لنگی کو چہرہ سے ہٹا کر اپنا ہاتھ چہرہ پر پھیرا جس کی وجہ سے چہرہ نورانی اور چمکدار ہوگیا پھر واپس ہوگئے۔ میں نے انکا دامن پکڑا اور دریافت کیا تم کون ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس حالت غربت میں میرے والد پر رحم فرمایا۔

فرمایا: "میں محمد بن عبد اللہ صاحب قرآن ہوں تمہارا والد اگرچہ سیاہ کار بدکار تھا لیکن مجھ پر بہ کثرت درود بھیجتا تھا جب اس کی یہ حالت ہوئی تو اس نے مجھسے فریاد کی اور میں ہر درود پڑھنے والے کی فریاد رسی کرتا ہوں" میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ والد کا چہرہ نورانی اور چمکدار تھا (نزھہ)

(۳) قاضی شرف الدین البازری نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ بن موسیٰ بن النعمان نے بیان کیا کہ ۶۳۷ھ میں میں حجاج کے قافلہ کے ساتھ تھا۔ میں ایک ضرورت سے اپنی سواری پر سے اترا اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے سو گیا جب بیدار ہوا تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور میں چٹیل میدان میں تھا مجھے سخت خوف اور دہشت محسوس ہوئی میں چل رہا تھا اور کچھ معلوم نہ تھا کہ کدھر جا رہا ہوں آخر رات ہوگئی میرے خوف و دہشت میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ اور پیاس کی شدت نے بے قرار کر دیا۔ اب میں زندگی سے مایوس ہو کر موت کے لئے تیار ہوگیا تھا اسی بے قراری میں میری زبان سے نکلا یا محمد! یا محمد! انا مستغیث بک (یا محمد میں آپ سے فریاد چاہتا ہوں۔)

یہ الفاظ زبان سے نکلے ہی تھے کہ مجھے ایک آواز سنائی دی اور ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑا میرا سارا خوف اور پیاس جاتی رہی اور گھبراہٹ دور ہوگئی وہ شخص مجھے تھوڑی دور لے کر چلے کہ قافلہ کی آواز سنائی دینے لگی اور ایک دم قافلہ اور میری سواری سامنے آگئی میں فرطِ مسرت سے چیخنے لگا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا خاموش رہو اور مجھے میری سواری پر سوار کرا کر یہ کہتا ہوا رخصت ہوگیا۔ "جو شخص ہمیں بلاتا ہے اور ہم سے فریاد کرتا ہے ہم اس کو محروم نہیں رکھتے۔"

اب میں سمجھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ واپس تشریف لے جا رہے تھے اور آپ کے انوار سے اندھیری رات میں سارا میدان چمک رہا تھا۔ مجھے سخت رنج اس بات کا ہے کہ میں نے آپ کی قدمبوسی کیوں نہ کی۔ (نزھۃ الناظرین)

یہ چند واقعات ہیں جن سے صلوٰۃ و سلام مختلف الانواع اثرات اور برکات ظاہر ہوتے ہیں ؎

یا رب صلّ وسلّم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

صلوٰۃ وسلام کے مواقع

ہر وقت صلوٰۃ وسلام بھیج سکتا ہے اس کے لئے کسی وقت کی تعیین اور تحدید نہیں۔ البتہ بعض مواقع ایسے ہیں کہ ان میں خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ و سلام بھیجنے کی ترغیب اور تاکید کی گئی ہے ان اوقات میں صلوٰۃ وسلام کو ہرگز ترک نہ کرنا چاہیئے۔

(۱) نمازوں کے اخیر قعدہ میں خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا نفل چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز میں پڑھنے کے لئے درود و سلام تلقین فرمایا جو آج تک متداول ہے۔

(۲) اذان کے بعد۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تم موذن سے اذان سنو تو اس کے جواب میں وہی الفاظ کہو جو موذن کہہ رہا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے حق تعالیٰ اس پر دس رحمت نازل فرماتے ہیں اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" طلب کرو۔ وسیلہ جنت کا ایک عالی مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کے لئے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہونگا جو شخص میرے لئے وسیلہ طلب کریگا اس کے حق میں میری شفاعت یقینی ہوگی"۔ (نزھہ از مسلم)

(۳) مسجد میں داخل ہونے کے وقت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے:-

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور جب مسجد سے باہر نکلتے تو فرماتے:-

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ (انزھۃ الناظرین)

(۴) ہر دعا کے اول و آخر میں۔ بعض علما نے اس کو واجب کہا ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا مانگتے ہوئے سنا اس شخص نے نہ خدا کی تسبیح تقدیس بیان کی اور نہ درود پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس شخص نے جلدی کی" پھر اس شخص کو بلایا اور ارشاد فرمایا "جب کوئی دعا مانگے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول خدا کی بڑائی اور حمد و ثنا بیان کرے پھر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا مانگے" (نزھۃ از ابوداؤد و ترمذی)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "دعا زمین و آسمان کے درمیان موقوف رہتی ہے آگے نہیں جاتی جب دعا کرنے والا درود پڑھتا ہے تب آگے جاتی ہے" (نزھۃ)

بارگاہِ خداوندی میں درود و سلام کو ہر حال میں قبولیت حاصل ہے پس جس دعا کے پہلے اور پیچھے صلوٰۃ و سلام ہوگا رحمت ایزدی سے بعید ہے کہ اس کو قبول نہ فرمائے۔

(۵) ہر مجلس اور ہر نشست میں۔ بعض علماء نے اس کو بھی واجب کہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو لوگ کسی مجلس اور نشست میں بیٹھیں اور وہاں نہ خدا کا ذکر ہو اور نہ رسول اللہ پر درود ہو تو وہ مجلس اور نشست قیامت میں

بیٹھنے والوں کے لئے موجب حسرت اور وبال ہوگی اب چاہے اللہ تعالیٰ ان کو سزا دے اور چاہے معاف فرمائے (نزہۃ از ترمذی)۔

(۶) جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب میں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن میں مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمت نازل فرماتے ہیں" (نزہۃ از بیہقی)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص جمعہ کے دن اسّی مرتبہ درود پڑھتا ہے اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں"

(۷) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو۔ بعض علماء نے اس وقت درود پڑھنے کو واجب کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خاک آلود ہو اس شخص کی پیشانی جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے"

نیز ارشاد فرمایا "پورا ظلم ہے یہ کہ میرا تذکرہ ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجا جائے" نیز ارشاد فرمایا "زیادہ کمینہ وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سحر کے وقت کچھ سی رہی تھی سوئیں ہاتھ سے گر گئی اور چراغ گل ہو گیا، تھوڑی دیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو چہرہ انور کی روشنی سے گھر جگمگا اٹھا اور سوئیں پا گئی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کا چہرہ کس قدر پر نور ہے؟ ارشاد فرمایا۔

بے نصیب اور برباد ہے وہ شخص جو قیامت میں مجھے نہ دیکھ سکے گا۔"
میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ وہ کون شخص ہوگا جو قیامت میں آپ
کے دیدار سے محروم رہے گا؟
ارشاد فرمایا "وہ بخیل ہوگا۔"
میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ وہ بخیل کون ہوگا؟
ارشاد فرمایا "وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ
بھیجے۔" (نزھ)

(۸) ملاقات اور مصافحہ کے وقت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو دو بندے اللہ تعالیٰ
کے لئے محبت کرتے ہوں جب آپس میں ملیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ
کریں اور درود پڑھیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے اگلے اور پچھلے
گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" (نزھ از ابن سنی)

(۹) صبح اور شام کے وقت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا "جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے وہ قیامت کے روز
میری شفاعت حاصل کرے گا۔" (نزھ)

(۱۰) مصیبت اور دشواری کے وقت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا "جس شخص کو کوئی مصیبت اور دشواری پیش آئے اس کو
چاہیئے کہ بہ کثرت درود پڑھے اس سے اس کا عقدہ حل ہو جائے گا۔ اور
مصیبت ٹل جائے گی۔" (نزھ)

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو لکھنے کے وقت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص کتابت میں مجھ پر درود لکھے جب تک وہ درود لکھا رہے گا فرشتے اس کے لیئے دعا مغفرت کرتے رہیں گے"۔ (نزھۃ)

(۱۲) جمعہ کے خطبہ میں۔ جس خطبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہ ہو وہ خطبہ شمار نہ ہوگا۔

(۱۳) وضو کے وقت۔ حضرت سہل بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس شخص نے وضو کے وقت درود نہیں بھیجا اس نے پورا وضو نہیں کیا"۔ (مواہب لدنیہ)

(۱۴) روضہ اطہر وانور پر حاضری کے وقت۔

افضل صلوٰۃ وسلام

صلوٰۃ وسلام بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں امتی کی جانب سے ایک تحفہ اور ہدیہ ہے اس لیے عظمت وحرمت اور شوق ورغبت کے ساتھ الفاظ اور معانی کی خوبی اور عمدگی بھی ضروری ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَىَّ فَاَحْسِنُوا الصَّلٰوۃَ (جب تم مجھ پر درود بھیجا کرو تو اچھا درود بھیجا کرو) (جذب القلوب) اسی لیئے علماء امت نے بہ کثرت درود نقل کیئے ہیں۔

کتاب دلائل الخیرات اور حزب اعظم میں صلوٰۃ وسلام کے صیغوں کو جمع کیا ہے ان میں افضل واعلیٰ وہ صیغے ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں اس لیئے کہ وہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئے ہیں۔
صلوٰۃ وسلام کے افضل ترین لفاظ کیا ہیں۔ اس میں علماء امت کے دس اقوال ہیں:۔

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

(۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا سَھٰی عَنْہُ الْغَافِلُوْنَ ۝

(۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ۔

(۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا اَنْتَ اَھْلُہٗ۔

(۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ۔

(۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی کُلِّ نَبِیٍّ وَّمَلَکٍ وَّوَلِیٍّ عَدَدَ کَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ الْمُبَارَکَاتِ۔

(۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ عَدَدَ خَلْقِکَ وَرِضٰی نَفْسِکَ وَزِنَۃَ عَرْشِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ۔ (۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِکَ۔ (۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ

مُحَمَّدٍ وَاجْزِ مُحَمَّدًا مَا هُوَ اَهْلُهٗ۔ (۱۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

یہ دس درود شریف ہیں ان میں سے ہر ایک کو علماء امت میں سے کسی نہ کسی نے اپنے ذوق اور معانی اور آثار کی بنا پر افضل اور اعلیٰ قرار دیا ہے (جذب القلوب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب جذب القلوب میں متعدد طریقے لکھے ہیں جن سے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

(۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهٗ۔
اس درود شریف کو باوضو کثرت اور التزام کے ساتھ پڑھنا موجب زیارت ہے۔

(۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِهٖ فِی الْاَجْسَادِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِهٖ فِی الْقُبُوْرِ۔
اس درود شریف کی کثرت اور مداومت بھی زیارت کا ذریعہ ہے۔

(۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔
یہ درود شریف جمعہ کے روز ایک ہزار مرتبہ پڑھے اور متواتر پانچ جمعہ تک یہ عمل کرے خواب میں یا زیارت ہو گی یا بہشت میں اپنا مقام دیکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ

جمعہ کی شب میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی گیارہ مرتبہ اور سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد یہ درود شریف سو مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ تین جمعے نہ گذریں گے کہ خواب میں زیارت نصیب ہوگی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں میں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔

(۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔

جمعہ کی شب میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچیس مرتبہ پڑھے۔ بعد نماز ایک ہزار بار یہ درود شریف پڑھے انشاء اللہ زیارت سے مشرف ہوگا۔

(۶) حضرت سعید بن عطار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جو شخص پاک فرش پر داہنے ہاتھ کو تکیہ کرکے لیٹے اور یہ دعا پڑھ کر سو جائے انشاء اللہ زیارت نصیب ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِجَلَالِ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ اَنْ تُرِیَنِیْ فِیْ مَنَامِیْ وَجْہَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رُؤْیَۃً تُقِرُّ بِھَا عَیْنِیْ وَتَشْرَحُ بِھَا صَدْرِیْ وَتَجْمَعُ بِھَا شَمْلِیْ وَتُفَرِّجُ بِھَا کَرْبَتِیْ وَتَجْمَعُ بِھَا بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی ثُمَّ لَا تُفَرِّقْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اَبَدًا اَبَدًا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

بہتر یہ ہے کہ اس دعا کے اول و آخر درود شریف بھی پڑھ لے۔

یہ چند اعمال ہیں اگر عظمت و حرمت اور شوق و رغبت اور توجہ اور استغراق

کے ساتھ ان کو کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ مقصود اور مطلوب کو پائے گا۔ اور اگر کسی وجہ سے زیارت کی سعادت حاصل نہ ہو تو زیارت کی تمنا اور اشتیاق وانتظار بھی بڑی نعمت اور اہم سعادت ہے ؎

میں خوش ہوں اس لئے کہ خواب میں آنے کا وعدہ کرلیا
اے تو وہ بھی سمجھے ہیں خوشی سے کب اسے نیند آنیوالی ہے

صلوٰۃ وسلام اُردو

از جناب ماہر القادری صاحب

کبھی کبھی ذوق وشوق پیدا کرنے کے لئے اس کو پڑھ لیا کرے۔

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دی
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دی
سلام اس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دیدی
سلام اس پر ابوسفیان کو جس نے اماں دیدی
سلام اس پر جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں
سلام اس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے
سلام اس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر جو امت کے لیئے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا

سلام اس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے

سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دی فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اس پر کہ تھا "الفقر فخری" جس کا سرمایہ
سلام اس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ تھا سایہ

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

سلام اس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہی دی
سلام اس پر کہ جس کی سنگپاروں نے گواہی دی

سلام اس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا
سلام اس پر کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آیا

سلام اس پر فضا جس نے زمانہ کی بدل ڈالی!
سلام اس پر کہ جس نے کفر کی قوت کچل ڈالی!

سلام اس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو
سلام اس پر کہ ساکن کر دیا طوفان کی موجوں کو

سلام اس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا
سلام اس پر کہ جس نے پنجۂ بیداد کو موڑا

سلام اس پر سر شاہنشہی جس نے جھکایا تھا
سلام اس پر کہ جس نے کفر کو نیچا دکھایا تھا

سلام اس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اس پر جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اس پر بھلا سکتے نہیں جس کا کبھی احساں
سلام اس پر مسلمانوں کو دی تلوار اور قرآں

سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تخت قیصریت اوجِ دارائی

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

سلام اس پر کہ جس کے نام کی عظمت پہ کٹ مرنا
مسلماں کا یہی ایماں یہی مقصد یہی شیوا

سلام اس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

درود اس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل وجاں ہے
درود اس پر کہ جس کے خُلق کی تفسیر قرآں ہے

درود اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
درود اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی

درود اس پر تبسم جس کا گل کے مسکرانے میں
درود اس پر کہ جس کا فیض ہے سارے زمانے میں

درود اس پر کہ جس کا نام لے کر پھول کھلتے ہیں
درود اس پر کہ جس کے فیض سے دو دوست ملتے ہیں

درود اس پر کہ جس کا تذکرہ عین عبادت ہے
درود اس پر کہ جس کی زندگی رحمت ہی رحمت ہے

درود اس پر جو تھا صدرِ محفل پاکبازوں میں
درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں

درود اس پر مکیں گنبدِ خضرا جسے کہیئے
درود اس پر شبِ معراج کا دولھا جسے کہیئے

درود اس پر جسے شمع شبستان ازل کہیئے
درود اس پر ابد کی بزم کا جس کو کنول کہیئے

درود اس پر بہارِ گلشنِ عالم جسے کہیئے
درود اس ذات پر فخرِ بنی آدم جسے کہیئے

رسولِ مجتبیٰ کہیئے محمدؐ مصطفیٰ کہیئے
وہ جس کو ہادیِ "دع ما کدر خذ ما صفا" کہیئے
درود اس پر کہ جو ما ہر کی امیدوں کا ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

ختمِ کلام

جو کچھ لکھا گیا اس سے بہت زیادہ اختصار کے پیش نظر چھوڑا گیا، پھر بھی بات طویل ہو گئی جس میں لکھنے والا معذور ہے۔ ع

دراز بود حکایت دراز تر گفتیم

حج و زیارت محض ایک سفر نہیں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ گئے اور واپس آ گئے بلکہ یہ ایک صلاحی عبادت ہے اور تہذیب باطن اور تربیت نفس کا اعلیٰ نظام ہے جس سے زندگی میں انقلاب عظیم رونما ہوتا ہے اور انسان کی کایا کلپ کر دیتا ہے۔

اس مبارک سفر کا اصلی زادِ راہ یہ ہے کہ کمالِ ذوق و شوق ہو۔ دل عظمت و حرمت سے معمور ہو اور راہِ عشق کا مسافر مجسم تقویٰ و پرہیزگاری اطاعت و فرمانبرداری سراپا وارفتگی و شیفتگی ہو اور اللہ اور رسولؐ کے ساتھ پورے طور پر وابستگی ہو۔ پہلے لوگوں کے پاس یہ سرمایہ انتہائی فراوانی کے ساتھ ہوتا تھا پھر جو کچھ کمی رہ جاتی تھی وہ سفر کی مشقتوں اور راستہ کی

معمولوں سے پوری ہوجاتی تھی۔ اب اصل سرمایہ کی بھی کمی اور نایابی ہے پھر سفر میں اس قدر سہولت ہوگئی کہ دل کو تڑپانے اور گرمانے اور ذوق وشوق اور رغبت وعظمت پیدا ہونے کے اسباب مفقود ہوگئے۔ بلکہ بسا اوقات سفر کی روا روی میں سابقہ سرمایہ بھی نظر انداز ہوجاتا ہے۔ اور انسان خالی ہاتھ اس دیارِ مقدس میں پھر پھراکر واپس آجاتا ہے نہ کچھ لے جاتا ہے اور نہ کچھ ساتھ لاتا ہے۔ اس لئے اس سفر کے لئے بہت زیادہ تیاری اور ہوشمندی اور فرزانگی کی ضرورت ہے۔

اس کتاب سے مقصود اس اصل سرمایہ کی یاددہانی اور افزونی ہے اور راہِ مولیٰ کے مسافر کے صحیح جذبات اور رجحانات کی حفاظت ونگرانی ہے۔ جو بیماری اور پریشاں حالی کی حالت میں لکھی گئی۔ جس قادر وقیوم نے اپنے فضل وکرم سے ایک سیاہ کار اور خطاکار کو لکھنے کی توفیق بخشی وہی اپنے لطف واحسان سے شرفِ قبولیت بھی عطا فرمائے گا۔ اور اس جہد مقل کو اپنی محبت اور اپنے رسول کی محبت اور شفاعت کا ذریعہ بنائے گا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

محمد احتشام الحسن غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۷۰ھ — مقام کاندھلہ ضلع مظفر نگر

دین کی سمجھ اور دین کا درد پیدا کرنیوالی کتابیں

تجلیاتِ کعبہ	جس میں کعبہ محترمہ اور مکہ مکرمہ اور حج و زیارت کے فضائل اور انوار و برکات مذکور ہیں۔ قیمت تین روپے بلا جلد ۸/۲ عہ

شاہراہِ ترقی:- یعنی سیدھا اور صاف راستہ جس پر چل کر ہر شخص ترقی در کمال حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ۱/۸

آدابِ معیشت:- کھانے پینے، سونے، پہننے کے سلیقے اور مختصر آداب ۸/

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج:- قیمت صرف چار آنے ۴/

اصلاحِ انقلاب: مسلمانوں کے تنزل کے اسباب اور ان کا علاج گلیز ۶/ ر ۴/

حیاتِ فخر:- سوانح عمری امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ قیمت

اصلاحِ معاشرت:- اسباب فساد اور علاج کی تدبیر ۴/

اسلامی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی گذارنے کا مختصر دستور العمل ۴/

مکافاتِ عمل:- قحط و وبا اور دیگر بلاؤں اور آفتوں کا صحیح علاج ۲/

حقیقتِ ذکر:- زیر طبع ارکانِ اسلام عہ سرمایہ زندگی ۲/-